

اِنَّ مِنْ الشَّعْرِ لِحِكْمًا وَآيَاتٍ لِلْبَاقِيْنَ

# صنم خانہ عشق

تسلیف لطیف استاد و استاد ملک اشرف انصاری شاعر و امیر مینائی کمنوی

استاد و نواب غلام آشیان دلی ریاست اربو

باجہام

جناب مولوی محمود احمد صاحب انور مینائی

۱۳۳۹ھ

امیر المصطفیٰ جید البادکن مین طبع ہوا



اللہ

<p>یہ آفتاب ہے گرم جسکی کہر مانی کا          بھگارتا ہے یہ انداز و ناز تو یہ شکن          ناز تو بھر کے حسین کوین نہ جان میں بہر          دکھا کے تیغ و دنا آشنایہ کہتا ہے          دراز عسکر ہو مشاطہ تصور کی          فقیر اسکی گلی کا ہون میں عجیب ہے          پسند ہے اسے جو کھٹ پڑتی جگہ بجز          یہ کسی راہ میں کھوئے گئے کہ ہے شتر          حیاتو یکہ ہے شتر ہزار پردن میں          سمجھ رہا ہے جسے شتر و شتر تو ناپد          سانی گچہ نہیں دشوار باہم تک اسکے          چلون جود کوین تو گر بس پسندار</p>	<p>کہ ذرہ ذرہ ہے ہمینہ خود مانی کا          کما آئے وہ جسے دلائی پڑا سانی کا          چلن اسی سے تو سیکھا ہے دلرانی کا          یہ گھاٹ ہو مرے دیانے آشنائی کا          مزہ وصال کا دیتا ہے غم جبرائی کا          جوتاج شاہ ہو کا سر مری گدائی کا          ستارہ اوج پہ ہے دلغ جیسا سانی کا          طریق پوچھتے ہیں آگے دہائی کا          مگر ہے شوق اُسے عالم آشنائی کا          کرشمہ وہ بھی ہے ایک کی خوش دہائی کا          لگا یمن زینہ جو اقرار اوسانی کا          تو غل جتوں میں ہوا شد کی دہائی کا</p>
---	--

طریق عشق میں گم ہو کے پہنچے منزل پر  
روطلب میں ادب ہی سے سرفرازی ہے  
خدا خدا ہو کرے اور خودی کا دم ہی جبر  
جو بندہ ہے تو مزہ بندگی میں پیدا کر

نیا یہ راستہ سوجھا بہمن رسائی کا  
مزدکیں تم سے پوچھو پرسند پانی کا  
بڑا فریبی ہے تجھنا ہے وہ خدا کی کا  
بہنیں وہ بندہ جسے ذوق ہو ڈالی کا

بشر سے حوالہ ہی ایسا کیا لیکن  
سیارۂ اشعارے کہاں حوصلہ یہ رانی کا

سکہ راج جب سے دین مصطفیٰ کا ہو گیا  
جب سے دل دیوانہ محبوب خدا کا ہو گیا  
خضر میں نیچے لوائے حور کے پانی جگہ  
چارہ سازی و حقیقت کی تو نام پاک نے  
اول بعثت میں ختم الانبیاء پاپا القہر  
جب پے گلگشت باغون میں بدتر کے جلی  
یا ولہ میں پھر نے دی آہل کی لذت بھگو  
موم پھر گویا اس خستہ سیلابی نے کیا  
شر بہت دیدار نے اچھی دوا دی وقت نزع  
طوق دین مصطفیٰ کا جسکی گردن میں پڑا  
جزو ایمان کیلئے کیا رتبہ بڑا آپ نے  
چار بارش چھکومت کی کیا جسدن جلوس  
جو دھون کا چاند دکھلا کر یہ کہتا ہے فلک  
رحمت حق کیوں نہ نازل صبر پر کہو کے  
روح نے جلوہ جو دیکھا آپ کا قندیل عشق

فلقہ ساری خدا کی میں خدا کا ہو گیا  
مصطفیٰ اُسکے ہوئے وہ مصطفیٰ کا ہو گیا  
غلل حمت سایہ اُس زلف رسا کا ہو گیا  
نام اطہار کا ہوا شہدہ دوا کا ہو گیا  
رتبہ حاصل ابتدا میں انتہا کا ہو گیا  
پھولوں کی ڈالی دین سن صبا کا ہو گیا  
زیر قائل میں اثر آب بہت کا ہو گیا  
حلقہ خاتم تکمیل نقش پا کا ہو گیا  
خوب بیڑا پار میں صر و آشنا کا ہو گیا  
قید سے آزاد وہ بندہ خدا کا ہو گیا  
چشم حوران جنان میں گھر حیا کا ہو گیا  
حاکم آب و آتش و خاک و ہوا کا ہو گیا  
لوشیبہ پاک کا تبت دشت کا ہو گیا  
آتشا ہے آشنا جو آشنا کا ہو گیا  
آشیانہ اُس گرفتار بے بلا کا ہو گیا

ختم مجھ پر لطف ختم الانبیاء کا ہو گیا  
بول بالا این غریبوں کی دعا کا ہو گیا  
سر جو شمس الضحیٰ بدرالشمس کا ہو گیا

خاتہ جب ہو گیا بالآخر تو سمجھا یہ مین  
استہارہ استعصا کی جب آئین کہی  
دونوں وضار دیکھی دست مین ہوا ہونوں جو

نست مین بھنے جو لکھا ایک پر چوچی امیر  
گلشنی دولت وہ نغمہ کہ کیا کا ہو گیا

لا مکان کہتے ہیں جب کو وہ مرا کا تھا  
میدان جب کو مین سمجھا تھا وہ صاحب تھا  
جب بھٹکا یا سر گریبان اپنا خلوت تھا  
دیکھا آنکھوں کا کا نون کے یو افسانہ تھا  
خیم رخ پر چکے جبریل امین پرواہ تھا  
شعبہ ہوتا ہے کہ سستی مین بھی تھا یا نہ تھا  
یکالی شوق تھا وہ ناز مشوقانہ تھا  
پہنچے بیل کے گلشن مین مزار افسانہ تھا  
وہ بھی اک حیرا کہ شمع ہنس مراد تھا  
اور وہ ان اک چھڑ بھی اک ناز مشوقانہ تھا  
پیش قدموں ساز کا انون مزار افسانہ تھا  
سے کی بول بھی نزل مین ہاتھ مین چلا نہ تھا  
جاکے جنگل مین سا بھنوں بڑا دیوانہ تھا  
چول تھے زرخ کے کٹے شمع بھی پروان تھا  
بس گیا قسمت کا میری کمیت مین بڑا نہ تھا  
آج کعبہ بگیا گل تکسیدی بھنا نہ تھا

حسن مطلق کا ازل کے دن سے مین پوا تھا  
دل کا جاکم جان کا مالک غم جانا نہ تھا  
بے تعلق کیا مین اُس کے تصور نے کیا  
باغ عالم کا تماشا باغ غفلت ہوا  
شکر صد شکر اُس حسین کے نوہ سے رخسار چول  
اس قدر اُس کے تصور نے تیا ہے مجھے  
اکیا ہوا انگار اگر صبر رہ سہی پر ہوا  
گل سرا باغوش بنتے کیوں نہ سننے کوئے  
دار پر چڑھ کرانا حق جو کہا سمجھو نے  
ہم غلط فہمی سے سمجھے قتل کرنے کو عتاب  
سُن لیے دو حرف جسے ہو گیا سر عشق  
دعوت کی مجلس مین بھی آئے تو یوں تان عشق  
جنگل سے ملی دشمن کے دیکھتے تھے شہر مین  
دس ہوتا کسطح خلوت کہاں بھی رات کو  
مزار عالم مین مجھسا سوختہ قسمت کہاں  
دیر کی کھیر کر اتنی نہ اے شیخ حرم

آزاد کیا اُسے سوار بچنے لے امیر  
آشنا سے آشنا بیگانے سے بیگانہ تھا

میں رُنا ناست ہوں منت مرا کاشا نہ تھا  
موسم گل میں چین کیسا پری سیخا نہ تھا  
پھول بھی تھے پھل بھی تھوڑے ہیں پکپکا نہ تھا  
اُسے کیا دن تھے کہ دور باد و دہانہ تھا  
دلیگی منصور کو سولی ادب کے ترک پر  
میں ترپ کر کہیں لگا تا زبرداری میں طغ  
پھول جس گھر میں چنے جا آتے ہیں پھول  
آباد و مرخست میں بیخ و بخت بر طوت  
نہند کے جو تھے چلے آئے تھیں ہنگام فرج  
حسنِ خواہنے نے کیسا بچے دھوکا دیا  
آج جس دل کا کوئی تھا کہ نہیں کل تک یہی  
بیٹھے بیٹھے حکم تھے بیٹھے وہ قتل عام کا  
کہتے ہیں فراد و شیرین کشتا کل جتنے حال  
گوہرین آکر ہوا کوئی نہ غربت کا شریک  
پوچھتا پھر تارے غم اسکا مرے سینے میں اب  
حال میرے سکے وہ بولے کہ جی دیکھنے لگا  
ترپ بیٹھے ہی میں شمعین تری مصل کی رہیں  
دانی نگاہ میں تیر تیرا دیاں تھیں آہیں دردِ فخر

جامِ غم کو دیکھتے ہی میں نے پہچانا امیر

نیرے ہی منہ نے کاچھوٹا اک بار تیرا

دروازے سے ہر گھر تک سارا ظہور تیرا  
شہر ہے اللہ اندازِ دور دور تیرا  
رکھا کہاں ٹھکانا جب ہو ظہور تیرا  
اب بھی جو توند دیکھے تو ہے قصور تیرا  
تجھ میں ظہور پیدا مجھ میں ظہور تیرا  
پردہ نیچ میں ہو عافِ فل شعور تیرا  
غائب جو آپ سے ہو پائے حضور تیرا  
ایسی کیاں ہیں انکسین دیکھیں جو نور تیرا  
رکھا ہے نام پہنے دار السرور تیرا

آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا  
جنت میں بھی ہے چراغِ رنگ جو تیرا  
تو مہرِ ترے لگے سب قطرے شبنم  
لے بٹیم شوق وہ تو ہر رنگ میں ہے ظاہر  
میں آئے ہوں تیرا آئینہ ہے میرا  
دو چشمنِ شش ہو کر جبازِ برم معرفت میں  
ہے نیچو نیچو ہی جس سے ہوا ہے فرحِ گل  
خوشدودا سب میں جلوے ترے ہیں لیکن  
لے دل دوا کے علم کو تجھ میں جگہ ملی ہے

نادان ایسا زانی اسرار ہے تو  
دل بیکے بھروسے گا وہ اب ضرور تیرا

میں ایک ناچیز بندہ اورا سے دعویٰ خدا لیکھا  
ستارا بگیا آخروہ صبح آشنا لیکھا  
کہ ایک پیوند ہے پیرا ہن رو درِ جہا لیکھا  
الہی ہودہ چھڑا تیری انگشتِ عیا لیکھا  
آجسرتا بیٹھ جانا ہے محیطِ آشنا لیکھا  
لے ہن لگ سے تو چھوٹکے پردہ جہا لیکھا  
تو ہا ہے حکمِ رحمت کو یہ کس کی پیشوا لیکھا  
سکھائے ہن چلن تیرو گلو اپنے دلِ بار لیکھا  
رسائی نے دیا کیا دماغ ہو کونا رسا لیکھا

نہ شوقِ بے مل کا موقع نہ ذوقِ آشنائی کا  
پڑا صد شکر جو داغ اپنے سینے میں جلا لیکھا  
ورازِ دھیان میں آتی ہے کب فراقِ ماست لیکھا  
سینے جو موج اپنے بحرِ خون میں جلتے لے کمال  
نورِ بے لعلِ عاشق کے لیے ہے صدِ نفرت  
جلا آ کیوں ہے یہاں محکومِ شوقِ بے مل جبرِ کمال  
الہی کون سے مہرِ مکی آمد ہے قامت میں  
جنتِ دل کو بنا لیے ہیں جو کچھ کہیے تو کہتے ہیں  
بے چارے ایک بچہ دہو ہے پیچھے نہ طلب کو

قدم تیرا جہاں بڑا ہے بوندی کی آتی ہے  
شبِ صلتِ نزاکت انکی شوقِ وصل سے بولی  
وفا منظور اسکو کی نہیں ہے اسکی فرقت میں  
تحسینِ قمر آئے خانے میں ہر چارہ نظر دیکھو  
پٹ کر سیر ہوں کالی بلاتین بوسے پستی میں  
سر اسکے پاؤں پر رکھے بنائی بہن بیعت جسو  
بہت ہی بھر گیا ہے عمر کا چاند آبِ چھلکا  
نفس میں ہوں مگر سارا بہن نکھونکے آگے  
نہیں مکن ہے سونا بھر میں خندا نہیں کتنی

ترے نقشِ قدم میں رنگ ہے پائے خائیکا  
+ ترس کھا بچھ ظالم وقت ہے بیدست پائیکا  
سبق پڑھنے جلی ہے طر اس سے جو خائیکا  
کبہو جی اب بھی بچھ ران نکلا خود نکلا  
انہیں باتوں سے نہ کالایا شہبازِ جلالیکا  
مزدہ ہے خاکِ چھریا سے بُت چھریا نکلا  
چرخ اگر جھللاتا ہے بزمِ آشنا نکلا  
راہی کے برابر آبِ نقد ہے رہا نکلا  
طلایہ بھر رہا ہے آنکھ میں طوقِ طلا نکلا

اسیرِ خستہ جانِ آفت میں ہو یا حیدرِ صفدر  
کر داما دہنکی وقت ہے مشکِ کشانی کا

ترے بندہ سے کرنے میں بیٹ غویٰ خدائیکا  
دکھایا مہر نے جلوہ جہاں کو خود نکلا  
چمکتی ہے خوشی گل میں اس خبر سے مزا بہن  
نئی وجہ اسے مقتل میں دکھائی بھگوان کو  
نیا افسانہ کہنا غلط تو شاید گرم ہو مجلس  
نہ پہنچے لئے بے بال دہری خوشی گل گہ بھی  
خدا کی شان ہے ترسا کرین ہم دیکھنے نامے  
رکھو یا حسرتِ پاہوس میں جھکے لوہر سون  
نزاکت دیکھنا رنگِ حنا سے وہ بکشا ہو  
+ کہا جب وصل میں میں تو کہ نکھوں کر این میں

آسا دیکھتا ہوں تیری مشابہت کبہا نکلا  
تو بوسے چوسے تو بھی مرے رنگ نکلا  
کہاں دیکھا بچھنا اسے اس نازک کلا نکلا  
لگا یا با بکھین پر اوڑھتہ کی ادا نکلا  
قیامت تو پڑانا حال ہے روڑ بھائی کا  
چمن سے بھلی ہم قبول داغِ نار سا نکلا  
مزدہ بخینہ لوستے یا تیری خود نکلا  
نقدور رنگ لایا کیا ترے پاسے خائیکا  
+ کہ تبصرِ خون ہے ظالم مری نازک کلا نکلا  
تو بوسے ان ابھی رانِ بالی ہے لڑا نکلا

کیا سوئے عالم چپکے پرے میں مجھ کو توفے  
کہیں کا لاؤا خورشیدِ محشر بھی نہ ہو جائے  
اُسے دیکھا جواتے نزع میں اسید بول انہی  
ہزار آئینہ تین دو ہرقلمیں شکوہ میں ہم  
کف بہت ہے غل مہر دل ہے بادشاہ اپنا  
یہ کو دکھایا جانیں گو میں جو معلم ہوں  
سیہنجی نے پہنچایا ہے جھکول پیش تک  
ہو اظہار پہنچو گی جس پر دیکھ کر ٹھیک

تری عصمت کے سر پر خونِ میری پارسائی کا  
ہیسا ہے پھل کر کا جل مری شامِ جدائی کا  
کہ دیکھو روکنے والا وہ آیا میری آئی کا  
پسند آئین ہم کو یہ پیشوہ خود شامی کا  
ہلالِ سایہ ناخن نہیں کا سہ گدا کی کا  
پڑا ہے چہرہ نیکی پر پردہ بدمنائی کا  
گزر آ نکھوں میں سرے کی بدولت ہونلائی کا  
کہ ہے کار کو بھی داغ اُسکے رکھی جہائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا گنتی  
خدا جانے بگا کرتا ہے کیا جمو نا خدا کی کا

لے ہے آفتابِ محشر بھی کا سہ گدا کی کا  
پیشکودہ یوفائی کا یہ رونام کی ادائی کا  
بڑا چوٹا ہے اس عمر روان کی یوفائی کا  
خدا نے ان تھون کو کچھ مٹی طینتِ عینیت کی  
کتر واکو اسی کے تاج بندے سلاطین کے  
ہو اتنی اداسے دلِ دویم اپنا تو سمجھے ہم  
کرے کوئی جہان میں مجھ سے بڑکرنیگی تیری  
جنونی جلیج کرے جنس کی باز رہستی میں  
چند کر حلقہ گیمو میں میرے دل کو کھینچ میں  
وایاے اے بوسہ میں نے پھر مانگا تو وہ بوسے  
اکیلار کو تکیے میں سدا کر حلقہ بے یارو

سارہ خوب ہی چمکا ترے رنگِ طلائی کا  
سزا ہے دل لگانے کی مڑو ہے آشنائی کا  
نہ راتیں بوس کی دیکھیں خونِ ہنسِ جدائی کا  
خیر انکھان ہے پچھلے جو سہ یوفائی کا  
کوئی نکر اجو ہاتھ آیا مرے دلق گدا کی کا  
وودورق ہاتھ آیا ہے سب آشنائی کا  
عجب کیا ہے اے بیکار خانہ ہے خدا کی کا  
غریب ان جو فردوشوں سے نہ کھا گئے مٹائی کا  
ہی زندان میں رہتا ہے گنہگار آشنائی کا  
نہیں چھٹتا ہے پڑ جاتا ہے جب کلا گدا کی کا  
بڑا بکو بھر دسا تھا قہاری آشنائی کا



ترقی پر کسی کی شوخیان میں خیر و یارب  
 حیا کو چھیڑتی ہیں شوخیان جلتی عجمت  
 ورس مرگ آتی مجھ سے ہم آغوش ہونے کو  
 پڑی ہیں جسرتیں مردہ جلاؤں کو اٹھائے سیلی  
 یہاں آتی ہے آت عجمت کا پروہ فاش ہوتا ہے  
 گر سے سجدہ میں جیت گت پڑ گئی جو ملی گوت  
 مجھے اے یمن یمن سے پکار نہیں آتا  
 یکس میدہ نے دست لگا کرین خواب میں بچا

حیا کی جان کا دشمن ہے پکا خود مافی کا  
 کہ ابانت ہے ابانتا ہی پروہ پار سانی کا  
 ہوا مشا طلی پیشہ مری مشام جدائی کا  
 ذرا ہم بھی تو دیکھیں کس قدر آسانی کا  
 جنوں کا ہاتھ ہے کج اور دامن پار سانی کا  
 بڑا لیلکے ہوتے ہم نے بڑیہ جیو سانی کا  
 نکلا ہیں طرف کئی ہیں تحس طوقی طلائی کا  
 کہ فرادی ہے اب تک نکل اس نازک کلائی کا

امیر اس غرق و غمار کو تم رہیں سے کر دو  
 ابھی تم پر نہیں بھیت ہے جاہ پار سانی کا

ایں شوخ مسیون چہ جواں نہیں ہوتا  
 کچھ دھل کے وعدے بھی قابل نہیں ہوتا  
 گردن میں ہل سے جدا ہو گئی کب کی  
 دنیا میں پر زاد و بے خلد میں حورین  
 بسل تو جو سے سیکڑوں ہی سر و تپ کر  
 و صبا نہیں دیتا ہے لہو جسرت ل کا  
 دل مجھ سے لیا ہے تو ڈاؤ لیے ہنسی  
 دیوانہ ہے دنیا میں جو دیوانہ نہیں ہے  
 کہتے ہیں ہم گشتے میں سخن پناہ دیکھیں  
 لگو تو میں کہتا نہیں کچھ حضرت سے ناصح  
 یہ بلورن انھیں غیر کے بچیں ہی کر دے

کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا  
 غرض اترو خوشی سے بھی مراد دل نہیں ہوتا  
 گردن سے جدا خیر قابل نہیں ہوتا  
 بندوں سے وہ اپنے کبھی قابل نہیں ہوتا  
 شہزادے قافل کا گرد دل نہیں ہوتا  
 اس خون سے تر دامن قافل نہیں ہوتا  
 جنگی میں ملنے کے لئے دل نہیں ہوتا  
 عاقل وہی ہے جس سے جو عاقل نہیں ہوتا  
 اچھی کہی مشقوں کے کیا دل نہیں ہوتا  
 پرچکو بڑا کب ایسی وہ عاقل نہیں ہوتا  
 آتا بھی تو تجھ سے ہنسی دل نہیں ہوتا

مگر گشتگیروں نے وہ خزاں بھٹک کر دیا ہے  
 عاشق کے پہل جانے کو انا بھی ہے کافی  
 کہتے ہیں دم فرج وہ رنگ کر کوئی پوچھے  
 فریاد کروں دل کے سانے کی آہی سے  
 آٹھنے کو کہے کوئی تو بھجاتی ہے جی ہر  
 فریاد بھی کرتا ہوں تو اللہ سے اپنے  
 انداز کسی کان کی حبسلی کا آڑا لے  
 مرنے کی جوں پرہ ہوئی شش کم نہ  
 اولاد یوں کو آئیں حسین جاہل طرف سے  
 جس بزم میں دوئے سے آٹھایتے ہیں پردہ  
 کہتے ہیں کدل دیکھتے تڑپتے ہیں جو عاشق

اب سنبھی کسی جانب منزل نہیں ہوتا  
 غم دل کا تو ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا  
 اس ناز سے ناراض تو بس نہیں ہوتا  
 راضی مگر سپر بھی مراد دل نہیں ہوتا  
 اس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا  
 اس در کے سوا میں کہیں سائل نہیں ہوتا  
 یہ حسن ٹرپ میں تری ای دل نہیں ہوتا  
 سب کہتے ہیں مشکل مجھے مشکل نہیں ہوتا  
 پرانے ستم ایک طرف دل نہیں ہوتا  
 پردانہ وہاں شمع ہے ماکہ نہیں ہوتا  
 ہوتا ہے کہاں درد اگر دل نہیں ہوتا

یہ خسرو من ہے کہ امیر اسکو جو ہر تو  
 حاصل ہی ہوتا ہے کہ حاصل نہیں ہوتا

خسرو مقصود اگر دل نہیں ہوتا  
 یوں سے تڑپتا ہوں میں بس نہیں ہوتا  
 جھٹکے لیے موابت کے کاڑی بھی لگائے  
 زخموں کی سنسی پچی نہیں آتی ہے غریب  
 آتا ہے جو کچھ منہ میں وہ کہہ جاتا ہے واعظ  
 کیا حیر ہے اس بات کی نظر میں بھی الہی  
 کک کے تو خود پھیرتے ہیں خلق پے خنجر  
 آئینے کو بھی روک دیا ہے کہ نہ آئے

منزل کا پتا سیکو دن منزل نہیں ہوتا  
 آنا سامرا کام بھی تکل نہیں ہوتا  
 گیسو سے کسی طرح حُدادل نہیں ہوتا  
 پورا کوئی دارا سے مرے قاتل نہیں ہوتا  
 اور اس ہے یہ قزو ہے کہ قاتل نہیں ہوتا  
 جب تک وہاں دھڑائے یہاں دل نہیں ہوتا  
 اور مجھ سے شکایت ہے کہ بس نہیں ہوتا  
 اب آپ بھی وہاں سے مقابل نہیں ہوتا

راحت کا شعلہ نہیں اسکی کوئی پہلو  
 اُڑتا بھی ہوا سے ہے تو اُڑتا ہے اور جری  
 دریا سے محبت سے جہاں اتریں وہ جاہلین  
 تیرا سنے لگا وہ پڑا آگے جسگر ہے  
 جو لطف ہے آزار محبت میں وہ محسوس  
 ہوئے خشنہ پار اترنے کو جو پوچھا  
 وہ ہم میں کر زندہ ہیں اور اس کو چہ میں پہنچے  
 جب درو محبت میں ولادت ہے تو دلہا  
 شرم اسکی بجھے مانع دیدار نہیں ہے  
 مگر شے بھی ہے گل خون میں ڈوبا بھی ہو لیکن  
 حسرت سے اوجھ اور اوجھ دیکھ رہا ہے

ایس بھی کجنت مراد دل نہیں ہوتا  
 ایسی سے آگ پر وہ گھس نہیں ہوتا  
 ہوتا ہے خدا جانے کہ ساحل نہیں ہوتا  
 بچپن ہے وہ کیا جانے اور دل نہیں ہوتا  
 عیسیٰ بھی کرے پیار تو حاصل نہیں ہوتا  
 دریا سے محبت کا توسل نہیں ہوتا  
 بے سوت کوئی حلقہ میں داخل نہیں ہوتا  
 ہر عضو میں ہر جہ میں کیوں دل نہیں ہوتا  
 تازک سایہ پر وہ ہے کہ حائل نہیں ہوتا  
 اب بھی دل عاشق کے مقابل نہیں ہوتا  
 بھوکا تھے دیدار کا سائل نہیں ہوتا

تم اور کوئی کام سیرا اسکو سکھاؤ  
 مڑ پانے ترشے کے لئے دل نہیں ہوتا

غصہ نہیں جی من سے نکلا دل گیا -	دل کے تم تجھ کو سب کچھ مل گیا -
بولے وہ سینے پر میرے رکھکے ہاتھ -	کھینچے اب تو منظر اسٹیل گیا -
اے نگاہ یاں تیرا ہو برا -	مگر تک رہتا ہوا قائل گیا -
پتہ قائل ہے اسے باوہار -	جب جلی وہ غنیمت دل کھل گیا -
کوچہ لگی سونہ ہاتھ آیا مجھے -	کالے کوسوں بیکڑوں منزل گیا -
سٹ گیا کاجل کاجل اصلاح میں -	معصوب عارض کا نقطہ چیل گیا -
آہنی دم پر جہان بگڑے حضور -	اب ہوئے آہنے دل ہل گیا -
مرٹے ملے کچھ عزت میں کیے -	بیٹے بیٹے بیکڑوں منزل گیا -

برہمن کو بت مجھے تو لے منہ جمع ہن سینے میں پکان تر کے	جنے جوا نکھا خدا سے مل گیا سیکڑوں دل میں لگا رکھ ل گیا
حل مرے مشکلا شائے کی امیر یکے کیسی ہی کوئی مشکل گیا	
<p>دارغ غنیم رضا ازل ہی مل گیا کوچہ قافل میں اپنا دل گیا</p> <p>خواب میں نگین جو لہو دن ٹھن - اٹھکے جا بیٹھا جو انکے پاس ہیں -</p> <p>سکڑانے میں کھلا کیا وہ دہریں - بڑیوں کی چاٹ پاتے ہی ہوا -</p> <p>آئی جب مہرا میں خوش حسن و کی یاد - چونکہ جی کہیں نہ پڑنے کو شمع -</p> <p>مانگنے پر ہوس کے کا لی زبان - اُس کا رخ پر کے ہی نگین مجھ میں -</p> <p>کیا بلا بھگو مارا خاک میں</p>	<p>تن میں جان آنے سے پہلو دل گیا خاک میں لٹنے کا رستہ مل گیا</p> <p>بولے آفت پاؤں میں پھل گیا بولے کچھ مل بیٹھے سے مل گیا</p> <p>غنیمت تصویر گویا بھل گیا کیا سب محبوب سے مل گیا</p> <p>ساٹنے بھگڑ کا غم نہ بھل گیا پیار کرنے کو سب محفل گیا</p> <p>اب دعا دینے سے بھی سائل گیا لو اوھر قافل او مسرسل گیا</p> <p>یاد لب عاشق کشی کا مل گیا</p>
<p>و اسے قسمت غافل یا میں امیر عمر مجھ غافل رہا غافل گیا</p>	
<p>دامنوں کا نہ پتا ہے شکر یبانون کا گھر ہے لٹکا گھر بے سروک دامنوں کا</p> <p>خاطر رنج و غم درد سے فرصت ہی نہیں کب کسی اور کی جم سکتی ہے اس پر شہری</p>	<p>حشر کہتے ہیں جسے شہر ہے عریا نون کا پاسبا نون کا یہاں کام نہ دریا نون کا</p> <p>میراں ہو کے ہوا میں انہیں مہا نون کا تو سن ناز ہے خود کردہ تری دانوں کا</p>

گور کسری دینسہ بدین یہ جو پنچون پونچون  
 انگے حکمون کی پونچیں کہاں تک مجھ سے  
 کون گلی چہرہ رنگین کا نہیں دیوانہ  
 قحط روزی یہ حیاں میں ہے کہ کہتے ہیں بنو  
 کیا لکھیں یا کہ نامہ کہ تھا ہے سے بیان  
 دل یہ سمجھا جو ترے بانوں کا جوڑا دیکھا  
 باغ بادہ کشی مجھ کو ہیں ناحق واعظ  
 سبزہ خطے گھاوی ترے عارض کی سیا  
 حشر میں قتل بھی عنوان نے نہ کھولا تھا بھی  
 سو حسین دریا میں جواشتی ہوئی دیکھیں سمجھا  
 سننے والوں کے نہ کھینچیں بلبل دل  
 عرصہ ہستی و طول شب گور و حشر  
 تیرے تیرے لگا تا ہے کا انداز خاک  
 درجہ ان سے نکل کر میں پسند از ان میں  
 عشق رخسار میں اتل سکنہ پایا  
 دل سوانہ صم گیسو شبگون میں ڈال  
 تو ذکر بال و برائے جو بنا یا ہے چنور  
 اسلوں کی دم رخصت ہے مدارات فرد  
 آنکھ قاتل کی نہ کیونکر مرے زخون یہ جو تر  
 آدمی غیروں کے اغوا نے نہ کھا ان کو  
 بخودی آغہ پہر گرم یہ مجھے رکمتی ہے

تم بیان سوتے ہو کیا حال ہوا بانوں کا  
 ڈھیر سقون کا ہے انبار ہے پر بانوں کا  
 باغ غنچہ ہے ترے چاک گریبا بانوں کا  
 رمضان خوب ہینا ہے سدا بانوں کا  
 قاصد خانہ و کاغذ میں ہے میدا بانوں کا  
 ہے فکھتہ میں یہ مجموعہ ہر پست بانوں کا  
 خرچ کیا ہوتا ہے ان خلق کے دیا بانوں کا  
 تھا جو لالے کا چمن کیت ہوا بانوں کا  
 جاڑا غلامین ڈاکا مرے اربا بانوں کا  
 یہ بھی جمع ہے ترے چاک گریبا بانوں کا  
 دام صیاد کا لچتا ہے تری تا بانوں کا  
 بعد ہے بندہ و رب میں ابھی میدا بانوں کا  
 خاؤ دل میں ہجوم آج ہے مہا بانوں کا  
 گرد حلقہ ہے تمام ہے دربانوں کا  
 آئندہ دست نگر ہے ترے حیرا بانوں کا  
 خون ہو جائے گا دو چار سدا بانوں کا  
 ہے ہوا خواہ ہا تیرے گس را بانوں کا  
 باز سیدہ تری تلواریں ہو پا بانوں کا  
 گرہرہ پانی ہوا جاتا ہے نسکدا بانوں کا  
 کھیل سارا ہے بگاڑا انہیں شیطا بانوں کا  
 دس کو شب را کو ہوں خواب نگہ بانوں کا

سیرے اخصانے پہنچایا ہر مجھے عصیان

شکوہ آنکھوں کا کرون یا میں لگا کر کا نون کا

قدردان چاہیے دیوان ہمارا ہے امیر  
منتخب مصحفی و تہیر کے دیوانوں کا

تاریخ دین بھی دولت پہ دشمن ہوں گا  
یہی کاہش ہے تو کیا تن افسوس کا پتا  
سرفت کے لئے ہے ترک تعلق لازم  
مرگ کے بعد ہے بیدار دلون کو آدم  
نکڑے نکڑے نہیں بیوجہ مراد دل ساقی  
بھنے اندیشہ پیری میں جوانی کا قی  
دل کو آغا ز محبت میں دسمجھو تھوڑا  
بیوفائی سے تہاری یہی مردم ہے خیال  
یہ ہر گاہ جگہ دوست کی غالی دیکھوں  
شہر کو چھوڑ کے کیوں دشت میں جی جی جاؤں  
کیا ہوا لاش چہ میری جو وہ ہنستا آیا

ہر دوشیر خدا کیا سب دنیا ہو گا  
آج سے نوے کر کے کرک پر عفت ہو گا  
خوب سمجھے گا وہ تنہا کو جو تنہا ہو گا  
نسید بھر کر دی سوے گا جو جاگا ہو گا  
کوئی شیشہ کسی سیخانے میں ٹوٹا ہو گا  
رات بھر خوف رہا صبح کو اب کیا ہو گا  
بڑھتے بڑھتے یہی قطرہ کبھی دریا ہو گا  
تم جو اپنے ہوئے کون کسی کا ہو گا  
دل بھرائے گا نہی سے جو مینا ہو گا  
خاک اڑاتے جد مر آجائیں گے صحرایا ہو گا  
چھپ کے غبار سے تنہائی میں یا ہو گا

عشق مرگان میں کہاں صورت نام امیر  
نہیں آجائیں گے ستر پہ جو کاٹا ہو گا

کی جگہ عشق نے تاثیر مٹا سفا ہو گا  
یہی ساقی کی کدورت ہے جو میرے دل تک  
جانے سے تھل بٹھل کر کے نہ غم کر قاتل  
تو ہی مجھ گمشدہ سے چٹ کے ہو گا مالان  
تیس پیلے کے قصور میں ہے پیلے کیسی

تیری صورت پہ مری شکل کا دھوکا ہو گا  
جاسے سے درد سے بہر نہ مینا ہو گا  
نقا جو ہونا وہ ہوا روئے سواب کیا ہو گا  
لے جس قافے کا قافلہ روتا ہو گا  
پہنچے ہی دل کا سویدا کبھی دیکھا ہو گا

بے سبب زلزلہ عالم میں نہیں آتا ہے - کوئی بیابان نہ خاک تڑپتا ہوگا  
 بھر ساقی میں ہے دل چور کوں کیا نگاشت سبزہ زریہ کعبہ پارِ بڑہ میں ہوگا  
 دیکھئے دردِ جدا ہونے دل مخزون سے اور اُٹھے گا یہ بیمار جو تہہ ہوگا  
 جو شمسِ سودا کے گھٹانے کی نہ کر کے قیس بڑے آکر کوہِ ہستہ سے ہوگا  
 وہ جہان آج پر آیا یہ چمک اُٹھتے ہیں بہرِ دزدن کے مقدر کا ستارہ ہوگا  
 گنجِ خاروں بھی ملا لکھو جو اسے حرصِ تو گیا عمرِ مفلس کی طسّی صربِ تنہا ہوگا

عشق اسکے لبِ شیریں سحر میں دکھتا ہوں امیر

درد بھی ہوگا مرے دل میں تو میٹھا ہوگا

سرد آہ میں جب کسی کے کینِ وطن یاد آ گیا چارھو نکے جب چلے تھندے چین یاد آ گیا  
 جس جگہ دو گز زمین پانی تھندی سمجھا میں گو جب نئی دوجا دین دیکھیں کفن یاد آ گیا  
 تن سے باہر کے دھیان آیا عدم کا روح کو قید سے چھٹ کر ماسنسر کو وطن یاد آ گیا  
 نزع میں سنگین دلی کا حال شیریں پر نکلا موت کی تختی اٹھائی کو حاکم یاد آ گیا  
 گور میں بھی ہم بھولے صحبتِ حباب کو گوشہِ خلوت میں لطفِ انجمن یاد آ گیا  
 کھینچ کر چادر جو پھر تربت پہ میری ڈال دی سچ بتا کیا بکھولے دردِ کفن یاد آ گیا  
 جامہ صد پارہ گل جب نظر آیا مجھے سو جگہ سے چمک اپنا پیر ہن یاد آ گیا  
 رہ گیا اپنے گلے میں ڈاکر باہنیں غریب عید کے دن جبکو غربت میں وطن یاد آ گیا

شاعران میں بھی سخن سازی بہت چرائی ہے

رہ گئے نہ کول کر جب وہ دہیں یاد آ گیا

درد برد آئے کے تو جو مری جان ہوگا آئندہ ایک طرف عکس بھی حیران ہوگا  
 ہشتا جام سے جمدن لبِ جہان ہوگا ساقیاد روح چہر شہید کی احسان ہوگا  
 نگاہِ خفا سے محبت جو نہایان ہوگا درد پہلو کی طرح دل بھی پشیمان ہوگا

ہوئی وہ دیوانہ مرے ہاتھ میں روزِ محشر  
 غنچہ نگل کو تو سوارِ سست گفت و کیسا  
 اے جوانی یہ جسے دم کے ہیں سارے جھگڑو  
 خواہش میں تو گونگر کہوں لیکن نامح  
 اک پری دھکے ہماری بنائی صورت  
 دستِ وحشت تو سلامت کر فوہونے دو  
 زلف شکنے سے یہ کہتی ہے نہ سر چڑھ آتا  
 آگ دل میں جگلی تھی وہ بجھائی نہ گئی  
 جان دیکر جو ملے ہوسے جان تو ہو مفت  
 اے دل دور گر غربت میں بڑھوں تنہا  
 میرے اور غیر کے غفل میں کھینچے جو ہر  
 رات دن گیسو محبوب کا رہتا ہے خیال  
 ہر دم فک جو آغاز یہ جستا دی کے  
 اہل پرہ جائے گا دیدار سے شوق دیدار

غرض نامر اعمال گریبان ہوگا  
 غنچہ مول بھی الٹی کبھی خندان ہوگا  
 توند ہوگی توند یہ دل نہ یہ ارمان ہوگا  
 دیکھ لینے کا تو حضرت کو بھی لوان ہوگا  
 سیکڑوں پر یوں بن کیا حال سلیمان ہوگا  
 اک جھٹکے میں نہ دامن نہ گریبان ہوگا  
 بیچ کچھ ایسے پڑینگے کہ پریشان ہوگا  
 اور کیا تجھ سے پھرے دیدہ گریان ہوگا  
 دل نہیں ہے کسی عاشق کا جواز ان ہوگا  
 اس طرح کا سیکو خالی کبھی میدان ہوگا  
 امتحان عشق دہوس کا سر میدان ہوگا  
 خواب آنکھوں میں مری کے چشمان ہوگا  
 ملک الموت کو بھی موت کا ارمان ہوگا  
 یہ وہ نعمت ہے کہ سیر اس میں نہ بہان ہوگا

اپنے مرے کا تو کچھ کم نہیں یہ علم ہے امیر  
 چارہ گرفت میں جب یہ بیشیمان ہوگا

یہ نہ تھا تو کاش میرے ہر جھے اختیار ہوتا  
 وہ سیر مزار ہوتا میں نہ مزار ہوتا  
 مرانہ کیوں اٹو نہ مجھے کیوں خوار ہوتا  
 جو میں تو بہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا  
 کہیں پائے آسرا کچھ جو آسید وار ہوتا

مرے بس میں باتو یارب وہ تم شمار ہوتا  
 پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل ہوتا  
 تو اسیکہ سلامت ترے حم کی خیر ساتی  
 مرے اتفاق کا باعث تو ہے میری اتالیقی  
 میں ہوں نامراد یا کہ بلک گیسو وئی



دل دا غدار ہوتا تو گھگھے کا مار ہوتا  
مرے دو دن پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا  
تو خدا کے منہ سے اتنا نہ میں شہسوار ہوتا  
سر راہ کو سے قاتل جو مرا مزار ہوتا  
وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا  
اسے کیا گروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

سہین پوچھتا ہے جگہ کوئی پھول میں جن میں  
وہ مزا دیا ترپے کے یہ آرزو ہے یارب  
وہ نزع بھی جو وہ بت مجھے آگے نہ دکھاتا  
نہ تک سوال کرتے نہ غش و تاری  
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی  
میں زبان سے نکلوں گا کہہ لا کہہ لا کہہ لا

سہری خاک بھی گد میں نہ رہی ایسے زانی  
انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا

کہ اوہر سے دار ہوتا تو اوہر سے پیار ہوتا  
تو نشانہ ہونے والا یہی جان نشانہ ہوتا  
کوئی دل کو پیدا کرتا کوئی دل کے پار ہوتا  
کہ وہ کہ نہیں ہی لیتے جو میں بیسوار ہوتا  
جگر اُس سے آگے ہوتا جو جگر کے پار ہوتا  
میں پٹ کے روٹ لیتا جو کہیں مزار ہوتا  
نہ پشتیں یہ بائیں تو وہ دل کے پار ہوتا  
یہ جو دل سے دشمن جان ہی وہ ستار ہوتا  
کہ کلاؤں میں گھرے تو گگے میں مار ہوتا  
وہ دھرنے کیا نہ لگا جو میں جیسے ر ہوتا  
یہ ترا شکر ہوتا وہ مرا شکر ہوتا  
کوئی بھول چھین لیتا جو گگے میں مار ہوتا  
تھیں میری شہنشاہ کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

نئی چہرین چلتیں قاتل جو کبھی دو چار ہوتا  
ترے گلے کا جو خاکل کبھی تجھ سے وار ہوتا  
رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے  
انہیں اس قدر تو ہوتا مرے ہوشے کا اُن پر  
ترے ناکب او اسے کبھی ہانا نہ ہمت  
مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ کھا  
ترے تیر کی خطا کیا میری حسرتوں نے روکا  
میں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوست  
مرے پھولوں میں جواتے تو نے دگل کھلا کر  
ترے نئے دل کو کیونکر مریاں میں دکھاتا  
مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا  
سب قہر آتے تھے جو بڑا کے اپنا گیت  
وہ نہ نصیب لگا کہنا کہ یہ کا ہے کا ہے روز

میں شکار ہوتا وہ مرشکار ہوتا

میں شکار ہوتا تو رقیب جان نکھوتا

غیر گل تو جو چوڑا آئیں

ترے آنے کا کبھی تو اسے انتظار ہوتا

اچھل نک رہا ہے عروس بیدار کا  
اس پر پڑا ہے صبر کسی بیدار کا  
عشقاں سے چسواں الہی مزار کا  
تکیوں میں دیکھو رقص عجیبے خیار کا  
خاف غبار ہے یہ رو انتظار کا  
ہر شاخ گل ہے پاؤں عروس بیدار کا  
کب اختیار کرے بے اختیار کا  
پیرائے کھڑا ہوا وہی روگ انتظار کا  
پردانہ ہو گئی مرے شمع مزار کا  
اچھا ہے جو گرے بے اختیار کا  
بڑھ جائے اور طول شب انتظار کا  
کیا آڑ چلا ہے رنگ عروس بیدار کا  
کاہو کا دل رہا ہے نہ دل غبار کا  
ٹوٹا وہ دل کہیں کسی امید کا

مروان گل گیا ہے کسی گلدار کا  
کچھ تو سبب ہے گردش لیل و نهار کا  
کیا دل بھلا رہا ہے پس مرگ ہے دعا  
جنکو دک کے خاک میں خوش ہو رہے ہوش  
گردنقش ہے جو نہ گذرالت نقاب  
چو لون کا فائدہ ہے گاثری ہے یہ بات  
آئین دو یا شائیں ترس کھائیں یا نہ کھائیں  
پیر بیٹھے بیٹھے وعدہ وصل کئے کر لیا  
دوسو زبکیسی سانہیں کوئی بعد مرگ  
روون تو نکھوتی ہے میا ختم ہنسی  
ایسا مزا ہے ترپ میں کہ ہے دعا  
پرگ گئے بچوں کے تم تھے جو سیر کو  
وہ شوخ اپنی راہ ہے یہ اپنی راہ ہے  
ساتی کے ہاتھ سے جو گرا جام کبر انشا

بہار ہے جو حسرت و امان کی پڑ بھلاؤ

ماہوت انھا آئیں غریب الدیار کا

نارنگ پیٹ ہے پھول چراغ مرزا کا  
جو بن خزان نے چھین لیا ہے بہار کا

جھوٹا دم مرزا کے شہیم بہار کا  
حالم ہی ہے میں سے اکثر کبھی یار کا

یار بٹے نہ دل سے کبھی داغ آرزو  
 شاخون سے برگ گل نہیں جڑتے بن ٹانہ میں  
 شبِ شون نے چمکیوں کی بھائی پر ٹک کر کینا  
 میری لگی بجھانے کو آتا ہے بار بار  
 ہر گل سے لالہ دار میں یہ پوچھتا ہوں میں  
 اس پار سے فشار دیا گور تیاگ نے  
 آسنو ادھر روان ہیں ادھر پینک سا چل  
 گردن نے لیکے اسکو ستاروں میں لکھ لیا  
 ہلتی نہیں ہوا سے تپن میں یہ ڈالساں  
 پھولوں سے فرشِ خاک پہ تار کی چٹنگ گئی  
 آئینہ دیکھتے ہی وہ خود لوٹ ہو گئے  
 لیٹا میں خواب میں ہی تو بولا الگ الگ

خشتِ انبوہ چراغِ شبِ استیلا کا  
 زیرِ اُترتا ہے عروسِ سبب کا  
 سینا نے کو ارادہ ہے کس باغِ خوار کا  
 مسنونِ حون میں گریئے بے اختیار کا  
 تو ہی تیا گیا دے دلِ واعدا کا  
 یاوا گلیا مزہ مجھے آغوشِ یار کا  
 نالہ مراد حوان ہے سمندر کے پار کا  
 ادھکا ہوا جو ذرہ ہمارے غبار کا  
 سدا جو متے ہیں بھول عروسِ سبب کا  
 دھاکا کبھی جو ٹوٹ گیا اُنکے حار کا  
 آخر پڑا ہی صبرِ دلِ بیتہ دار کا  
 مگر مجھانے جائے بھول کوئی میرے ہار کا

اٹھتا ہے نزع میں وہ سہانے سوا ایامیر  
 مٹتا ہے سدا دلِ آسیدوار کا

جمالِ یار کو کہتے ہو غم کو بان دیکھ  
 وہی چراغِ دل ہی گل وہی فردِ ہی برق  
 دکھائی آئے نے اُنکو عکس کی تصویر  
 نہیں ہے وہ قمرِ سدا بھی کوئی حُسنِ پرست  
 کہیں تو دیکھ چکے ہیں یقین ہے دل کو  
 فنا ہے حُسن کو دولت کو زہد گمانی کو  
 بھنسی جو دام میں میل تو کن نکا ہوں سے

کلیں ہم پوش میں اُنکو بھی کہاں دیکھ  
 نئے لباس میں دیکھا ہے جہان دیکھ  
 تو ہنسکے بولے کہ تو نے مجھ کہاں دیکھ  
 ٹپک پڑی ہے جہان کوئی فوجان دیکھ  
 مگر یہ یاد نہیں ہے تمہیں کہاں دیکھ  
 جہان میں نہ کوئی بارغے خزان دیکھ  
 کبھی حُسن کو کبھی سوسے آفتان دیکھ

ہوئی جو صبح تو اُجڑا ہوا مکان دیکھا  
خزان میں حالِ حین تو نے باغبان دیکھا  
لگا ہوا جو کہیں کوئی کاروان دیکھا  
جو کچھ سنا تھا وہ آنکھوں سے بہرہاں دیکھا  
بڑے مکان سے آگے تو لامکان دیکھا

شب وصال وہ سالانہ روختی اور فشاں  
بہرہاں میں جو نکالا جہین تو کسبِ پا پا  
ترسے وصال کی وقت میں بسکولہ قی  
کہیں گے وقت ملاقات اُن سے اتنی بات  
دکھائی ترکِ تعلق نے نشان بے رنگی

گیلی چترنم آنکھوں میں کیا جگر میں چھین  
امیر آج عجب نوک کا جہان دیکھا

انوں آں میں خوابِ فرسوسِ نقشِ پا  
فریاد کر اُٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا  
آبِ تکِ سیطرہ میں لگے گوشِ نقشِ پا  
کچھ تم سے کتبہ میں لبِ خاموشِ نقشِ پا  
آنکھیں کھلی ہیں ندب و گوشِ نقشِ پا  
خاکِ تبسم لبِ خاموشِ نقشِ پا  
جب نقشِ پا کو چوڑ گئے گوشِ نقشِ پا  
آوازِ پاؤں نہ سنے گوشِ نقشِ پا  
چٹکے سے چوم لبِ رخسارِ نقشِ پا  
جھاپے نہ ڈالے گرمیِ آغوشِ نقشِ پا  
ٹپتے ہیں ریخِ لبِ خاموشِ نقشِ پا

وہ پاؤں تھے جو شاید آغوشِ نقشِ پا  
رکے وہ پاؤں ہو کے جو ہوشِ نقشِ پا  
کیا جانے آئی شہرِ غموشان سے کیا خبر  
بیدر و جانے والو غمِ جاؤ دم تو لو  
حیرت کی ہے نگاہ نہ سنا نہ ہو کسا  
ہم بے زبان خاکِ نشینوں کا عیش کیا  
کیا ہاں چلنے والوں کا غمِ ہن آسرا  
اے دل چلنے کے ساتھ دبے پاؤں ہلچل  
ڈرتے ہیں پاؤں رکھتے کہ یہاں جو کہیں  
نازک بہت ہیں پاؤں نہ کہ اس طرح قدم  
کیا چین سے ہیں خواب میں آسواں خاک

اس گرم رو کی شومی رشتہ سے امیر  
اُڑتے ہیں رنگِ رنج کی طرح ہوشِ نقشِ پا

جز خاک کچھ نہیں ہے خود ہوشِ نقشِ پا

کیونکر ہے نزارتن تو سوسِ نقشِ پا

<p>دشتِ جنون میں اب وہ کہاں جی بخش نقش پا          وہ تیز زد ہے نارتن و توسلش نقش پا          رکھ دین وہ آگے پاؤں بردوشِ نقشش پا          نسبتِ جہلاہ عشق سے راہِ حرم کو کیا          اس سے نازد کیلکے رکھ راہ میں قدم          رفعت سے ترے خاکِ نشینوں کو کام کیا          بیٹھا ہے داتے میں ہدایت کیواسطے          دورِ خرامِ ناز ہے کس مستِ حُسن کا          یہ تو کہاں نصیب کہ با قدا میں وہ قدم</p>	<p>سوئے میں دونوں پاؤں ہم آغوشِ نقش پا          ڈر ہے کہ پیش جاے کہیں دوشِ نقش پا          اس شوق میں کتا وہ ہے آغوشِ نقش پا          یاں کثرتِ سجود مان چومشِ نقش پا          چھلکے کہیں نہ بادِ سر جویشِ نقش پا          افسرِ طلب نہیں سب بد پوششِ نقش پا          کیا رہنا ہے پر صفا کو ششِ نقش پا          سا غریب ہے دستِ حق نوشِ نقش پا          آغوشِ حور ہے مجھے آغوشِ نقش پا</p>
--	--

دمت کی جلوہ گاہ ہے یہ شیبِ خاکِ امیر

میں ایک چشمِ دگوشِ برد و دوشِ نقش پا

<p>یہ دم کیجان کو تو درد ہو گیا          ہلے جو گرم میں نے کیے سو ہو گیا          کاغذ کا پھل ہر گہ گل درد ہو گیا          اتنا سا بچے کے غنچے کا سہ زندہ ہو گیا          یہ درد آشنا ہر دم تن درد ہو گیا          دنیا پہ لات مار کے پا مرد ہو گیا          دیوان کا ہر ایک ورق فرد ہو گیا          رخ سے مرے جنگ اذا گرد ہو گیا</p>	<p>یہ سوسے تو آشنا تھا کہ میں سر ہو گیا          ہنگامہ جنائے خاک گرد ہو گیا          کترا جو اپنے دستِ نگارین جو دار سے          ہنگام سیرِ باغِ جوہِ شمعِ جہش پڑا —          دل کو ہمارے اب کسی پہلو نہیں قرار          سر سے اٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز میں          یکسانیِ جمال کا کسا جو میں دلِ صنف          مجھسا کہاں ہے کوئی زمانہ میں خاکسار</p>
---	--

عالم کی سیرِ آٹھ پہر ہے نصیبِ امیر

خلوت میں بیٹھ کر میں جہان گرد ہو گیا

ہیکر اُس نے مذکور کی جیسے خاک نے تاکا  
 تاوان ہو دلو کا ہے تھیں لعل رسا کا  
 غازی نہیں لوٹ ہے گا لو پتہ تھارے  
 مجھ سے کو گلشن کی ہوا راس شادی  
 ایسا تری رحمت پہ بھر دسا ہے کہ تجھے  
 اندر سے شبِ غم کی سیاہی کہ سمجھ بھی  
 کیا جانتے کیا ہے ترے بیدار کی حالت  
 گلزار میں پہلو بہمت لالہ و گل پر  
 کیا خوف ہے آدمی کی طرح گئے جو دولت  
 دعوہ ہو کا وصل کا آئے دو پئے قتل  
 کی آڑ سے مژگان کی نگہ خیر ہو بارب  
 دم توڑا ہے ترا یہاں محبت  
 باغم میں جو کھلتا ہے اُس شوخ کا جوڑا  
 پریش کو کیرن کی جا آئینگی حورین  
 خوش ہوں کہ ترے کوچے کی مین خاک ہوا ہوں  
 کیا کیا ہے شبِ وصل گہیا بی عصمت  
 دل چلتی کیے شیتے میں بوسے مژدہ پر  
 کچھ خیزنے کچھ فٹنے نے شوخی کی لگ کی  
 رونے سے ترپنے سے مجھ پر خودی شوق  
 بندھے اُس لگی کی کلائی کی نزاکت  
 مشتاقوں سے اپنے جو کیا کرتی ہے عزت

سہ دیکھنے اٹھی تھی قضا کس کی ادا کا  
 سیاہ ہے جو سر پہ تھارے یہ خدا کا  
 ہاتھوں پہ بھی ٹوٹا ہوا ہے رنگ خدا کا  
 آنکھیں نکل آئین کوئی انگور جو تار کا  
 احسان اٹھا یا نہیں جاتا ہے دعا کا  
 پڑھتی ہوئی آتی ہے غسلِ قبلہ کا  
 عیسیٰ بھی یہ کچھتے مین کہ ہے وقت دعا کا  
 مرغانِ چمن یہ کوئی جھوٹکا ہے ہوا کا  
 رویاں بھی نہ تیرا ہو گلیمِ فترا کا  
 ہے حسن کے مشرب مین وفا نام جفا کا  
 غزٹ نے جبر کے سے مجھ جھانک کی ہا کا  
 یہ کو سنے کا وقت ہے ظالم کو دعا کا  
 آڑ چلتا ہے رنگ اور مری بزمِ عرا کا  
 کشہ ہوں مین اک صاحبِ صبر کی جیا کا  
 بے انگے مارا ہے جو سہ کنہ پا کا  
 چو کی ہے نزاکت کی تو پھر اسے جیا کا  
 دن ننھے سے تیروں مین بھی ہو توڑ لاکا  
 خشک سے شبِ وصل امت پر وہ جیا کا  
 کیوں ساتھ چھڑاتی ہے قدیمی وقت کا  
 بل کھانگی جب بدھ پڑا رنگ خدا کا  
 کیا کبھی ہے انداز قضا تیسری ادا کا

کیا اجائیے آجائے گا کس روز وہ جلا  
بازوچہ من اپنے دل بیمار کے بازو من  
اشد ہی اس ایرود و مرکان سے بجائے

انسان کو معلوم نہیں وقت تضا کا  
توینہ جو ہاتھ آئے مزار مشہد کا  
یہ قبر کی تلوار وہ نادک سے بچا کا

ششانی امیر نے گئے دنیا سے ہزاروں  
پردہ و مخ محبوب سے آشنا کیا کا

ایک دل ہمد مری پہلو سے کیا جا کر  
سب کس سے تھے جراتی کے جراتی کیا گئی  
درد باقی غم سلامت سے گزرا بل کبان  
آنے والا جانے والا بیکسی میں کون تھا  
آنکھ کیا ہے مونی ہے سحر ہے اچھا ہے  
مر گیا میں جب تو ظالم نے کہا انوس تن  
درد باقی دلغ باقی دل ہی پہلو میں نہیں  
جھوٹے وعدوں کو وہ راحت کا سہارا بھی کیا  
بے تحفہ نشے نے تو آنکھ کو دیا  
غریب و دار سے تسکین سی کچھ ہو گئی  
آیت لا تقنطوا اتری تو عاصی بول آئے  
مجاہد لگیوں میں جو دیکھا جبر کر کہنے لگے  
نہیں ہی وقت میں کہا بیشی ہے نیکی قسم  
جب تک تم تھے شیدہ دل تھا عکس ہو بھرا  
مرگ دشمن پرکٹ انوس تم ملتے تو ہو  
سچا جی ہیں اور شب بھر دھبہ رز سے اٹھا

سب کس نے تھکے تھکے کا مزار جا کر  
وہ آسنگین مت گھسین دو دلو لا جا کر  
ہائے وہ غم دوست وہ درد آشنا جا کر  
بان گراک دم غریب آتا رہا جا کر  
اک نگاہ و نطفہ میں سا رہا جا کر  
ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزار جا کر  
رہ گئے نا آشنا سب آشنا جا کر  
دائے قسمت یاس کا بھی آشنا جا کر  
برودہ شد سیلی بچکا ہون کا مزار جا کر  
دیکھ لینے سے دوا کا درد کیا جا کر  
آج شب ازیشہ کروڑ مسز جا کر  
کیون میان کیا ڈھنڈا پیہر کی ہو گیا جا کر  
خواب میں بھی دیکھنے کا آسرا جا کر  
تم گلے سے گلے سا رہا جا کر  
پھر لوگے ہاتھ نورنگی سا جا کر  
وہ قدس ہو چکا وہ افسا جا کر

آئے تھے ہاتھ میں رنگب حنا جاتا رہا  
 اب تو میری بیوفائی کا گلا حنا جاتا رہا  
 آپ جب آئے تو دل سے مدعا جاتا رہا  
 ہائے آب و ہوا کا وہ جہاں جاتا رہا  
 بواہوں بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا  
 ٹائے وہ نادون کا پالا دل مرا جاتا رہا  
 کیا لھا آ نکھوں کا بھی اویس جاتا رہا  
 درجنوں کا ایک طرف خوشب خدا جاتا رہا

شوخیان لگ لگ میں ہیں جتنا وہاں کچا ہو گیا  
 ہائے وہ صبح شب بصل کچا کہنا شرم سے  
 بیخودی کا ہو بڑا عسروہ کھا چل سے  
 دل دہی آنکھیں دہی لیکن جوانی وہ کہاں  
 تیرے دشمن ہو گئے دشمن کا کہن جانی ہی شے  
 میں نے بچاتی سے لگا کر جسکو رکھا عمر بھر  
 ٹھوڑے دیکھا جو بچپن میں جھٹلا کر کہا  
 کیا بڑی شے ہے جوانی مائدن ہی کا جھٹلا کر

کھو گیا دل کھو گیا رہتا تو کیا ہوتا کھیر  
 جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

مگر جو کسی کو دیا سے گیا  
 خدا بھولا یا خدا لے گیا  
 اشدادوں میں دل کو ڈالے گیا  
 لگاوت سے بھولا لگا لے گیا  
 کہا دل نے وہ لیگا لے گیا  
 کہ ہاتھوں سے دل کو بٹھالے گیا  
 ترشپنے کا بھی وہ مرا لے گیا  
 کنکھوں سے وہ دیکھے جا لے گیا  
 جنوں آکے سیکو چھڑائے گیا  
 بخار اپنے دل کا نکلے گیا

غنی ساتھ دنیا سے کیا لے گیا  
 بڑی پیچ و پسیج تھی راو ویر  
 تری آنکھ کا تھ وہ بادی ہے چور  
 عجب کرب عز دہی چالاک تھا  
 کیا غم نے تاراج جب صبر کو  
 گیا سامنے یا کہ میں تو یوں  
 گیا دل تو طاقت بھی جاتی رہی  
 بظاہر رہا مجھ سے غافل مگر  
 بہت تھے اسیران زندان بخش  
 وہ جب تک رہا مجھ پر سا گیا

سب یار خدا ستی ہے ایسے



## مرے استخوان کیوں ٹہا لے گیا

پیش کو مری کون مرے مگر نہیں آتا  
نہ لاکھ تھر کھاتے ہو شے کی عدو سے  
قاتل ہی کے کھنچنے کی شکایت نہیں ہر دم  
میں واسطے دیتا ہوں وہ خط لے نہیں جاتا  
ڈرتا ہے کہیں آپ نہ پڑ جائے بلا میں  
غیروں نے بڑا جھگڑا ہو تو کہا ہو  
ناک کی خطا ہے نہ کانا کی تقصیر  
جو مجھ پر گزرتی ہے کبھی دیکھ لے ظالم  
پہول اُسے کھلائے کہ جو یہ نہ کہو تم  
دو دانوں پر لشکون ہی کے دن فاختہ دل  
کہتے ہیں یا بھی ہے تڑپ دل کی تباہی  
جنگلاتی ہیں عین ریح روشن کی شمعین  
سلجھاتے ہیں جب لٹ تو اکھاڑ ہیں کٹ ل  
چوٹ اُس نگناز کی کھانا نہیں ناصح  
دشمن کو بھی ہوتی ہے مرے حال پر رقت  
غیروں سے اشارے مرے آگے سر محفل  
کب آنکھ اٹھاتا ہوں کہ آتے نہیں تیر  
غرض کہ وہ دہریہ من حد سے ہیں حد سے

تیر نہیں آتے ہیں کہ چنگ نہیں آتا  
ایمان سے کبدوں بجھے باور نہیں آتا  
غضب بھی تو پہلو کے برابر نہیں آتا  
قاصد کو ذرا غصہ بھی نہیں آتا  
کوچے میں ترے فتنہ محشر نہیں آتا  
باور انھیں آیا ہو یہ سب باور نہیں آتا  
لے حاضر دل وقت برابر نہیں آتا  
چہرہ دیکھوں کہ رو نہا تجھے کیونکر نہیں آتا  
اشارہ کے گھر سے ہیں زیور نہیں آتا  
انوس ہے اتنا بھی میسر نہیں آتا  
سینے سے تڑپ کر کبھی باہر نہیں آتا  
آنا بھی ہے باہر تو وہ باہر نہیں آتا  
منق اس میں بھی بال باہر نہیں آتا  
یہ صید کبھی تیر کی نود نہیں آتا  
پردہ لے تو اب کہ کبھی سب نہیں آتا  
پہر آپ کہیں گے کہ مجھے شر نہیں آتا  
کب بیٹھے اٹھتا ہوں کہ چکر نہیں آتا  
اہر بھی کبھی باور میں نہیں آتا

ہم جسکی ہوس ہیں جن امیر آپ سے باہر  
وہ پردہ نشین مگر سے بھی باہر نہیں آتا

کچھ ٹھکانا ہے نا توانی کا  
 داغ دل میں جو ہے جوانی کا  
 جانتا ہوں کہ خود مٹا ہو تم  
 اور اسے پر چرخ کیا کو سون  
 راہ میں وہ مجھے ملے تو ہوا  
 حلقہ بچشمِ وقتِ نزعِ نہیں  
 جو ششِ فصلِ بہار میں اے گل  
 نازاں مکے بھی آٹھ نہیں سکتے  
 اس طرف بھی نگاہِ لطف کبھی  
 مرگ جسکو جہان میں کہتے رہن  
 شلِ شبنم ہادیِ قسمت میں  
 رخِ ترا کس طرح میں دیکھ سکوں  
 اے غم یار میں نہیں مٹتا  
 مہکرایا مجھے تو یہ سمجھا  
 یہ زمانہ کس قدر آئینہ  
 پر چکین بائیں کو دیتا ہے  
 گل کے سجھا یہ میں کو دیکھ کر  
 چہ در صورت میں کا بھی چاند صد تے تھا  
 نہ اٹھا غلشی میں دستِ سوال  
 پورا پورا شہیدِ دوست میں  
 کیوں نہیں یں چراغِ دل جو عزیز

نہ اٹھا جو جسمِ زندگانی کا  
 گل ہے یہ شمعِ زندگانی کا  
 پردہ کب تک یہ کنِ ترانی کا  
 صبرِ تجرِبہ مری جوانی کا  
 سامنا مرگِ ناگہانی کا  
 ہے یہ چپہ تری نشانی کا  
 رنگ ہے تیری نوجوانی کا  
 زور ہے اب یہ نا توانی کا  
 صد قرآنے نوجوانِ جوانی کا  
 نام ہے میری زندگی کا  
 ایک دانہ ہے وہ بھی پانی کا  
 زلف ہے لام کنِ ترانی کا  
 نام مٹا ہے نا توانی کا  
 آکھنے چمکا دیا نشانی کا  
 چشمہ ہے آبِ زندگانی کا  
 جوین اُبھسا ہوا جوانی کا  
 چہرہ ہے شمعِ زندگانی کا  
 اسے عالمِ تری جوانی کا  
 ہے یا احسان نا توانی کا  
 رنگ ہے تیری نوجوانی کا  
 چہل ہے بارغِ نوجوانی کا

<p>دل بون سے اٹھا نہیں سکتا          منتظر حشر میں ہے دامن تر          رہ گیا ہے فراق میں مجھ کو          دل تو میں تندر چکا لے جان</p>	<p>شکر کرتا ہوں ناتوانی کا          مہرِ حشر کی مہربانی کا          آسہ مرگب ناگہانی کا          اب سبب کیا ہے مہربانی کا</p>
<p>ذہبت کا اعتبار کیا ہے امیر          آدمی بُبلا ہے پانی کا</p>	
<p>گھر میں تبار سے خیر سے جایا نہ جائیگا          دل گیسو دن میں ہم سے چھپایا نہ جائیگا          بخود نہ کرو سال میں لے جلوہ صنم          کہتا ہے دل چھپاؤں گا میں خوبانے عشق          سکوراؤں سے کج نہیں سکتی نہ کج سے          جب دیکھ لو گئے یاس بھری میری شکل تم          لاکھوں کو خاک میں تو ملا دیگا آسمان          چہرہ چھپا لیں آنکھ چڑا لیں حیا سے وہ          لاؤں میں ان سے دل میں کدو نہ مال ہو          پینائے جنگو پھولوں کے دارا سے بد مرگ          ترک اوپر سے دل سے شاؤں جو داغ عشق</p>	<p>آغوش نور میں کبھی مسایا نہ جائیگا          اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائیگا          ہوں ناتوان پھر آپ میں آیا نہ جائیگا          آنکھیں نہ کہتی ہیں کہ چھپایا نہ جائیگا          کیا سہرا آنکھ میں بھی لگایا نہ جائیگا          پھر تم سے میرے دلوں دکھایا نہ جائیگا          ظالم سے دو دلوں کو ملا یا نہ جائیگا          جو بن ابھار پر ہے چھپایا نہ جائیگا          یس خاک میں تو ملا یا نہ جائیگا          در پھولوں سے کفن بھی بسایا نہ جائیگا          مسجد کا ہے چراغ بجھایا نہ جائیگا</p>
<p>وہ چھپاؤں میں مراد ہے ادا میر          باد بہار سے بھی کھلایا نہ جائیگا</p>	
<p>دل میں خیال ان آنکھوں کا لایا نہ جائیگا          آہوں سے سوز عشق مسایا نہ جائیگا</p>	<p>میرخانہ کمر خدا کا بنایا نہ جائیگا          آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا</p>

یہ حیر و شہام غم ہے کہ کتا ہے سادہ بھی  
 گرہیں ہیں جناحین تو ظالم جزا کے دن  
 کیوں اس توڑتی ہے مے دل کا آس  
 وحشت میں تھک کے تجھ سے یہ ہزاروں کہا  
 چلو بھی سے پاد سے مجھے ساقیا شراب  
 دکھلا کے سبکو دست خانی وہ کہتے زمین  
 روڈن گا درد دل سے کبھی میں جو باغ میں  
 دوزخ نے جھک دیکھ کے لاک سے یہ کہا  
 سو ٹکڑا لاکھ ہوں غمخوار اس پس  
 مجھ کو یہ کوئی تیر میں رہنے ہے اے کریم  
 تیرے ہزار غم نے میں قاتل اُٹھاؤ نکلا

اب مجھ سے پاس آپ کے کیا نہ جائیگا  
 آڑ سے مری وفا سے بھی آیا نہ جائیگا  
 یہ گمراہ گویا تو بس یا نہ جائیگا  
 مجھ سے تو سنا تھا آپ کے آیا نہ جائیگا  
 ہوں نا تو ان حب ام تھا یا نہ جائیگا  
 عاشق کا یہ تھو ہے چمپا یا نہ جائیگا  
 پھولوں کو پھر صبا سے صلیا نہ جائیگا  
 تجھے تو یہ عزیز مہلا یا نہ جائیگا  
 دل میں جو درد ہے وہ بیٹا یا نہ جائیگا  
 یہ مڑے کسی کو مجھ سے دکھا یا نہ جائیگا  
 تجھ کو کا تیرے نازا تھا یا نہ جائیگا

دینار یا رکاز اُنھے کا مرزا میر  
 جب تک دوئی کا پردہ اکھلا نہ جائیگا

کھولے ہوئے تھوڑا بھگیا بجان نہیں دیکھا  
 وہ دھا بون جسے کبھی نادان نہیں دیکھا  
 کیا کہتے ہو بس دیکھو سب حال تھا ہا  
 یان دست جنون دیکھیں تو ہم نے کبھی تک  
 بیفائدہ تم کیسے چھپتے ہو تیسرے کو دل سے  
 رہا دیکھا بھگو ہوا آپ بھی بر باد  
 کیا شوق ہے دکھلا کے دماغ چوچیں گے جو  
 دل لینے ہیں ہر غلصہ میں جوتا ہے جستاد

اس باغ میں سب کو ریشیاں نہیں دیکھا  
 وہ بھول ہوں میں جس نے گریبا نہیں دیکھا  
 دیکھو گے ابھی تم نے مرہبان نہیں دیکھا  
 آغوش میں تلس کے گریبان نہیں دیکھا  
 اس گھر سے نکلتے ہوئے یہاں نہیں دیکھا  
 نادان کوئی تجھسا دل نادان نہیں دیکھا  
 اب بھی نہیں دیکھا تو کہوں ان نہیں دیکھا  
 اس فن میں تو نادان کو بھی نادان نہیں دیکھا

تیسرے رنگ بارہ نے بھی رخ نہ کیا ہائے  
وہ دل تھا ہمسایا کہ تری تیغ نظر نے  
ہے محفل دنیا بھی عجب درد کی محفل  
دیکھا تو سرے مال کو ستو مرتبہ تم نے  
جان آنکھوں سے دم تن سے نکلتے ہوئی کے  
آنکھوں نے جو دیکھا اُسے تو دل سے بھارا

اچھے سجئے دل کا کوئی خوابان نہیں دیکھا  
سکھار کے منہ پر بھی ہرسان نہیں دیکھا  
وہ آنکھ نہ دیکھی جسے گریبان نہیں دیکھا  
پردہ پہنے کی طرح مریم بھائی نہیں دیکھا  
پردہ سے نکلتے سجئے ارمان نہیں دیکھا  
مین نے انہی سے جلوہ جاناں نہیں دیکھا

افسرہ امیر انہی تباہی سے ہے تو کیوں  
کیا حوصلہ کلہ علی خان نہیں دیکھا

میں کبھی وقت پرست سے نکل جاؤنگا  
لاکھ دنیا میں پھنسوں چال و دھڑل جاؤنگا  
اس سراپن میں مسافر نہیں رہنے آیا  
خبر آئی کہ وہ آتا ہے عیادت کے لیے  
سوچتا ہے مری تب دیکھنے فرقت میں طیب  
ہوں شک روح کرے گا مجھے کیا قید کوئی  
مستی آن آنکھوں میں آتی ہے تو کہتا ہوں گلاب  
بلغ عالم میں ہوں گویا شجر آتش باز  
سامنے سے جو وہ سرگرم گئے تو ہوگی یہ تڑپ  
دیکھنے سے مجھے رخسار ہر جا ہے کیا  
سر کے بھی دل سے شے کا رشتہ کا خیال  
جوش دشت میں مجھے قیدی زندان نگر  
آتش عشق سے مجھے ہو گئی تھوڑی سیل

کچھ زمانہ نہیں کروٹ جو بدل جاؤنگا  
کہ میں اس بول بلیان سے نکل جاؤنگا  
راگیا تھک کے اگر آج توکل جاؤنگا  
اب کچھ امید پڑی ہے کہ سب نکل جاؤنگا  
نبض کو با تھکاؤں کا تو جھل جاؤنگا  
مثل آواز سلسل سے نکل جاؤنگا  
دیکھ تو آئی تو میں گھر سے نکل جاؤنگا  
اور بھی چولون بیلون گا جو میں جل جاؤنگا  
نکس آئینہ صفت گھر سے نکل جاؤنگا  
دو گھڑی دیکھنے چولون کو ہیرل جاؤنگا  
ساتھ لیکر میں ہی مسین عمل جاؤنگا  
سین ہوں توڑ کے دیوار نکل جاؤنگا  
دل میں سمجھا تھا وہ کا دکھ میں جل جاؤنگا

قدردان مصطفیٰ و حضرت سودا سے امیر  
لیکے تربت یہ انہیں کی یہ غزل جاؤنگا

دو قدم میں میں دو عالم سے نکل جاؤنگا  
تھوک کر میں تو لہو بس لہو لہو لہو لہو  
کوئی جہاں لاہون برس کر جو نکل جاؤنگا  
تو اٹھانا مجھے میں گر کے تجھ سے جاؤنگا  
تیرے آغوش کے ساغی میں میں نکل جاؤنگا  
میں تپنگے کی طرح وصل میں نکل جاؤنگا  
ہاں اگر تو نے سنبھالا تو سنبھل جاؤنگا  
میں سیجنت و حواں بن کے نکل جاؤنگا  
کچھ ترا وعدہ نہیں ہو گیا میں نکل جاؤنگا  
قید رہنے کا نہیں صاف نکل جاؤنگا  
ڈر رہا ہے کہ نہ سنبھلون گھاسل جاؤنگا  
رنگ سوخ میں نہیں تیرا کہ بدل جاؤنگا

چال و شست کی کسی روز جو چل جاؤنگا  
جوہری ہو کہ نہ کوئی سخن کا پس مرگ  
اب میں گراں ترے کو ہے میں جو آیا آکا  
کو سے جاناں میں یہ کہتا ہے مراد مجھے  
مجھے کہتا ہے شب و صبح یہ جو بن اُنکا  
پوئیکے آئی ہے کیوں آتش فتنہ بکھو  
عش سنبھلنے نہیں دیتا مجھے اے شوقی وصل  
جموں تک دیگی جو مجھے آگ میں قسمت میری  
آج دوسرے دیتے ہی بنے گا راجاں  
نور شمع نہ فانوس ہوں میں زیر فک  
چکنی چکنی تری باتیں نہیں سنا صبح  
وعدہ وصل پہ چاہی جو قسم نہیں کے کہا

وصل میں اس سے مرا وصل کہتا ہے امیر

کیا میں اراں عدو ہوں کہ نکل جاؤنگا

سمندر عمر سے دشمن سوارا لہنا  
کہ مر جاگ لگی ہے ذرا خبر لینا  
بچے جو تیغ سے تم جھونپہ مر لینا  
لگا دو ناخن جاناں سے تو پھر سنو لینا  
بلا میں اسکی مجھے سر سے تا کر لینا

حرم کو چھ قاتل کی راہ گر لینا  
جگر سے اٹھنے میں شعلے کہ دلی ہی ہر دم  
یچکو دیکھ کے کیوں کو حکم ابرو سے  
پزلے سے دیر سے نئی خوب ہوتی ہے  
لنگ کو کہتی ہے وہ زلف لکیر چ پڑین



دے دیکھا اُسے اور اُسے ہی دیکھ لیا  
 آج اس شوق سے پکبان مری دل میں آیا  
 ہائے وہ پہلی عواطف میں میرا گھنا  
 عشق میں صبر کہاں ضبط کہاں لب کہاں  
 بچے بیٹھے رہو قدروں پر پڑا رہنے دو  
 تھیں کم خوف تھا فدا و ننگ حوصلہ تھا  
 سونہ چھلنی کیے دیتی ہیں بھج میں اُنکی  
 یوں شاہد آئیگا یہ مال کبھی وزو حنا  
 محفل آؤ کی پہلو سے صدا آئی ہے  
 بگناہ سے کہتے ہیں اُنکا وے اسکو  
 جی گئے آپ کا ایسا کبھی جی نہ بھرے  
 مسرت درد کا اللہ سے وقت میں بھرم  
 دل مرا لیکے دیکھا دی مجھے شعی خالی  
 اے وہ دیکھ کے ابھرا ہوا جو بن آن کا  
 شربِ خشنی میں کسی ہیں لاشی با تین  
 تیر پر تیر لگا کر وہ کہا کرتے ہیں  
 دل جو رہیں آن سے تو ہو جان یہ گہرا پڑ  
 کسی پہلو پہ وہ آئیں مگر آئیں تو سہی  
 گریبان کوئے کا ہے خوب ملیقہ انکو  
 پھیر کر منہ مجھے تڑپا تے ہیں اور کہتے ہیں  
 جیتنا ان تجوی بھر کے نکالے یہاں

اب تو دشوار ہے پہلو میں چھپا دل کا  
 آگیا یا کسی شونخ پر آنا دل کا  
 اور اُس کا وہ گنگوٹ سے بٹانا دل کا  
 جان جانا نہیں بھرم ہے جانا دل کا  
 دیکھو اچھا نہیں ایمان اُٹھانا دل کا  
 دل لگی جنت سمجھتے ہیں لگانا دل کا  
 ڈھونڈتے بھرتے ہیں شکر مکانا دل کا  
 سیکھ دزدہ گناہی سے چلنا دل کا  
 اب وہ ہے درد کا گھر تھا بونگھنا دل کا  
 سامنے آہی گیا اب تو نشانا دل کا  
 دل لگا کر چنیں آپ فسانا دل کا  
 کہ نہیں اب کسی گوشے میں ٹھکانا دل کا  
 پھر کہا دیکھ لیا ہاتھ سے جانا دل کا  
 دو دن اتھوں کو مر شکوہ دانا دل کا  
 دے جانے کو کہیں کہتے ہیں آنا دل کا  
 کہیں جی نہیں گھٹے حق لگانا دل کا  
 اور راز رکھتے ہیں پکبان جی آنا دل کا  
 نہ نہیں بات مری میں فسانا دل کا  
 سیکھو نکھوں کی شراکت جانا دل کا  
 رخ بد فکر ہم کرتے ہیں نشانا دل کا  
 دھس میں لوٹ لیا تھنے خزانہ دل کا



نگار سے غم سے نہ کہا مڑیا کر  
یوں آواز تو یہ مستاد نشا دل کا

ہر نگہ وصل میں اس شمع کی کہتی ہے امیر  
ہو جسے حکم انکا وہ نشا دل کا

کیا میں نے پروہ نشینِ مقل کا ظاہان ہوتا  
روئے والا کوئی ہوتا تو کچھ آنسو پگھلتے  
داغ ہی دینے کو لیتا کوئی لیتا تو سہی  
ہر وہی تھا دل بیمار کا غمخوارِ مستدیم  
حلقہٴ زلف میں وہ رخ جو چھاک رکھلاتا  
لطفِ محادثہ دلازی کا لبِ آتشِ دل  
وہ کہتے چاہ سے تم پیار سے ہم تو شبِ وصل  
پیکے داغ نے گلگون سرے دشمن پتائیں  
ہو سکیا بکھو دیا ہے کہ خریا ہے غلام  
ہلکے زخموں نے مزہ کچھ نہ دیا خوب ہوا  
ایسے بھگتے بیت و یکے میں اس کو پے میں  
جب وہی ہر نہیں حسد میں تو دورِ حشر  
ایک ارمان بھٹاتا ہے تو سو آتے ہیں  
پھوٹ پڑتی خاکِ شمعِ دبر میں میں یہاں  
کہہ اٹھا اس لیے منصور انا الحق کہ وہ شمع

شرم آتی تھے خجہ بھی جو عریان ہوتا  
ابر ہی آکے مری خاک پہ گریان ہوتا  
کوئی بے رحم ہی دل کا مری غولان ہوتا  
اب یہ صورت ہے کہ وہ بھی نہیں چلن ہوتا  
جلوہ گر کفر کے آغوش میں ایساں ہوتا  
برہ کے دامن سے ہم غمخوار گریبان ہوتا  
دل میں جو کچھ تھا سب نکھون ہو نایان ہوتا  
تیرے کچھ سے نہ پتا تو پشیمان ہوتا  
اس سے احسان نہ کرتے وہ تو احسان ہوتا  
صفت ان اوچھون کا شرمندہ احسان ہوتا  
حشر کیا انداز ہے جس سے میں پریشان ہوتا  
جموں تک دیتا مجھے ہنر میں تو احسان ہوتا  
دلِ عجب گھر ہے کہ بگڑا نہیں ویران ہوتا  
تو نہ کا فر کوئی ہوتا نہ مسلمان ہوتا  
خون ناحق سے میں مثلِ پشیمان ہوتا

کیا نہ دیتی ہے وہ رے کھٹک سلی امیر  
دل کے بدلے بھی مرے سینے میں بیکان ہوتا

ہم سے دلِ دردِ محبت کا دکھایا د گیا  
زخم کھایا کیے تاکا کبھی کھایا انگیا

فیض کی چال سکھائی تپش لہنے بجے  
 کتنا نازک متبادل نازک چرمودہ رہا  
 کبھی کا جمل کبھی آنکھوں میں لگایا سر  
 یہ مراد دل سے کہہ دو ہمیں شالی الفت زلف  
 کربک ملاؤس نے ہر کام پہ کھائی غلو  
 دشتِ رخش زشیخ زفی مستوں جی کی کھیت میں بھی  
 قیس کی خاک ڈالنے کو ہوا آندھی بھی  
 جام سے وقت جانان میں پلانا کیسا  
 لاش بے گود کفن وادی غریب میں رہی  
 پریم ظلم میں مجھے قسرت بنایا ہے جہان  
 جوج نامک تیرے لئے میں یہ کشت کی

عمر چلتے ہوئے گزری کہیں آیا دنگیا  
 رنگ کا ہر بھیجی ہر گل جو اٹھایا دنگیا  
 رات خدا کو سنا جاو کہ جنگا یا دنگیا  
 دیکھو آئینے سے کہ بال چھپایا دنگیا  
 تیری رفتار کا انداز آؤ آیا دنگیا  
 چار دن پردے میں ساتی ہے تھلایا دنگیا  
 یہ وہ عمل نیکی کو اٹھایا دنگیا  
 قدر زہر بھی ساتی سے پلایا دنگیا  
 مر کے بھی غیر کا احسان اٹھایا دنگیا  
 کس کا مہمان ہوا میں کہ حبسایا دنگیا  
 نام باقم تھا مگر میں کہ مست آیا دنگیا

ترجہ قاف بھی ہے کیا چشم بے فیض امیر  
 کوئی نظر کسی پیاسے کو پلایا دنگیا

درو الفت نے دہان سے بھی کھالا ہوتا  
 کان میں جلیون سخن رو بالا ہوتا  
 ظہر ہر مہر اگر دیکھنے والا ہوتا  
 جب میں کہتا ہوں زجھار سبز گول شا  
 اور سامان جون میں زمین درکار نہیں  
 باز خون کو گرا یا تو خاک کیا پایا  
 منہ پر اگر غم ہی ہے نہیں! وہ کشتی  
 بھر پر آنکھیں جو کھائیں تو ہوا کھوٹا

قید اگر عرش کی زنجیر میں نا لا ہوتا  
 اشتبہ باز کو چمکا کے نکالا ہوتا  
 دیکھتے برتی تجلی کو سنبھالا ہوتا  
 تیغ کہنی ہے مجھے ریح میں ڈالا ہوتا  
 کوئی اختر کوئی کمانش کوئی چھالا ہوتا  
 کسی گونے پر ہے جس کو سنبھالا ہوتا  
 تو نا ہوتا کوئی سخی کا سپ لا ہوتا  
 کوئی اسان مریے دل کا نکالا ہوتا

شوق ہوتا ہے مثال کو جگہ بازی سے  
 ہاتھ سے مار کے بے چیتے تو ہوتا زنگار  
 حسن بے پردہ ہر طور پکارا آ کر  
 ولی بنیاب پہ سبلی کی طرح گرتی تھی  
 فکر میں دھڑلے بجھے کھانے میں عدم کو بگا  
 بھول ہنس ہنس کے سے زخم جگر نجات  
 وادی گرم محبت میں بن گئے پیالے  
 وجہ اللہ تو ہے آپ رگ گردن میں  
 رگ جان آپ ہی گردن کے اچھل تو کیا  
 پیاس سے سخن میں بس کے بڑی میں کھٹے  
 کیا باجمہوم کے گنگور گھٹا آئی ہے  
 توبہ داغ محبت سے جو ہوتا آگاہ

میں نے سرکاش کے قتل میں اچھا لہوتا  
 کوہ سے بچ جاتے جوتا جو پیلا ہوتا  
 جھپٹتے جب ہم کو کوئی دیکھنے والا ہوتا  
 شرم لے جس میں شوخی کو سبغ لہوتا  
 لاکھ سدا یک میں کس کس کا نوا ہوتا  
 کوئی خوش ہو کے اگر دیکھنے والا ہوتا  
 کاش ایک جموں سی چھاگل لیے چھلا ہوتا  
 ہاتھ ہی تو نے گھٹے میں سے ڈالا ہوتا  
 اس کے ڈوبے سے نشتر کیا چھالا ہوتا  
 چیمبرے خضر کائنات میں جو چھالا ہوتا  
 ہائے اس وقت مرا گیسوؤں والا ہوتا  
 ہونی ہر محل کو حسرت کو میں والا ہوتا

لطیف حسرت کی گھاہوں کا توجہ تھا کہ امیر  
 ان گھاہوں کا کوئی دیکھنے والا ہوتا

اٹھکے اس محض سے گہرا بہت کا احسان رگیا  
 قافلہ منزل پہ پہنچا ہاے لے دا مانگ  
 یوں تو رکھا سیکڑوں نے تیرے قتل میں قدم  
 بوجھ کی لذت میں جو لے شکوہ دش نام ہاں  
 جانتے ہیں گل ایکو ہم سیدانہ نفس  
 قالب بے درد کی کیا خاک ہر عالم میں قد  
 دیدہ بس چیرانی نے بنی باندہ دی

نار و جانان کے نیچے دب کے جانان رگیا  
 میں پریشان صورت گردو بہا بان رگیا  
 رگیا جو گیت اُسکے ہاتھ سیدان رگیا  
 عیب شمع پر وہ ہنس میں پنپان رگیا  
 دل میں جو داغ تماشا کے مکتان رگیا  
 کوہ یوسف نے کیا غالی یہ ترخان رگیا  
 مرے دم نفاہ قاتل کا رباں رگیا

پردہ پوشی تو بہت کی زنجیر دامن دار نے  
پردہ انکسار سے اُس نے سکو دکھلایا جمال  
خکر کی جا ہے پڑی سینہ تنگانی کی اُسید  
جائے حسرت اور ڈالا مجھ کو شوقِ قتل نے  
پردہ دُشخت ہو افراطِ ظہارت سے نہ فاش  
ساتھ بھی گیسو کے آیا مصحفِ رخ کا خیال  
دل جو میرا چھو گیا ہو کر بہو تو پہ گیا  
کوچ ہے دہریش سبکو ہو گدا یا بادشاہ

خجستہ قافلِ مگر عریان کا عریان رہ گیا  
رہ گیا تو اک مری آنکھوں سے چہانِ رہ گیا  
جذبِ دل سے ٹوٹ کر قافل کا پیمان رہ گیا  
فرج کرنے کا مرے قاتل کو ایمان رہ گیا  
ہاتھ دامن سے جو چھوٹا کر گیا رہ گیا  
خیر گزری جا چکا تھا آج ایمان رہ گیا  
خکر ہے انکی جگر پہلو میں پیمان رہ گیا  
آگیا اس گھر میں جو دروازہ مہمان رہ گیا

آئے بیٹھے اُٹھائے کئے حسین لیکن امیر  
شکلِ آئینہ میں اُس محفل میں جیلان رہ گیا

تصور میں زلفون کے رویا کیا  
وہ ہنس ہنس کے نشتر چھو یا کیا  
دبان و کمر کو دھک کر وہ بہت  
عجب قدرتِ حق کے لئے بہت کھیل  
براغواہِ غفلت کا ہو وقت کو ج  
ہواجب سے وہ گلِ حذرِ غریب  
تصورِ مزہ کا تری راستِ بسر  
ترپنے کی بیس کے دیکھی نہ سیر  
رہا خواب میں ان سے شبِ بھر میل  
خیالِ سبز کے غم نے غوطے دیے  
جوانی میں بھی یان نہ آئی ہنسی

میں بالون میں موتی سودا کیا  
میں رورو کے دامن جگوا کیا  
مجھے دو دنِ عالم سے کھو یا کیا  
کہ مٹی کے پتے کو گو یا کیا  
گئے میرے ساتھی میں سو یا کیا  
مرے حق میں کانٹے ہی بو یا کیا  
رگ جان میں نشتر چھو یا کیا  
لہو سے وہ تلوار دھو یا کیا  
مرے بخت چائے میں سو یا کیا  
خضرِ میری کشتی ڈبو یا کیا  
میں اپنے لڑکپن کو رو یا کیا

— مراد اصل کی غیب کا یوں بڑا گیا کہ کچھ دن چڑھے مکان مسوا کیب

پس مرگ مٹی بھی اُس نے ندی  
ایسے روبرو منت کھوایا کیب

ہر جام میں ہے جلوہ مستان کسی کا  
جس آنکھ کو دیکھا ہے جلوہ خانہ کسی کا  
جب دیکھتے ہیں ابرو کھینچ کر ہم  
بوزلف کی لائی جو صبا میں لے کر جانا  
بدلی ہے کہ سیخانہ ہے بجلی ہے کہ ہے  
نعل بجھے اُس قابل عالم کی گلی میں  
ساتی نہ دکھا ہیر خدا سا غر خالی  
یہ حسن کے بازار میں کیا ٹوٹ پڑی ہے  
اُسے طالع سیدار میں سوتا ہوں خیر دار  
کیا تم سے کہوں دل کی خرابی کا میں بھول  
ساتی ہے حیا جو جئے ہے نگہ شرم  
فرادہ کیا گزری جو مجھ پر نہیں گندی  
اچھا اور بڑا دیتی ہے اُس حسن کی سستی  
آواز پر پری سنو کی آواز کو سمجھا  
مادان سمجھتے ہیں کہ بڑا مار رہا ہے  
ستون میں کسی کے جل بہت کو ٹھونڈ  
ہوتی ہے جگہ جگہ کی ویرانہ ہمیشہ  
نکلا ہے کسی شمع جیاں سوز کی دہن میں

میتخان چلا ہے جلوہ کسی کا  
جس دل پہ نظر کی وہ ہو کا شانہ کسی کا  
جہان ہے یہ آؤ تا ہوا میتخانہ کسی کا  
دل بچے کو لڑکے سے یہ میاں کسی کا  
یہ رعد ہے یا نفرہ مستانہ کسی کا  
کچھ کام کراے ہمسو مرادہ کسی کا  
لب ریزہ ہوا جاتا ہے پیراں کسی کا  
سویتے ہیں پیرتا نہیں ہوا کسی کا  
پہلو سے مرے ہو نہ جدا شانہ کسی کا  
برباد ہو اشد گھبراہٹ کسی کا  
وہ جھپٹی ہوئی آنکھ ہے پیادہ کسی کا  
میں لپٹے ہو اکھن کہوں افسانہ کسی کا  
یہ آرسی چھوٹا سا ہے پیادہ کسی کا  
محشر میں ہے صفت اور بھی دیوانہ کسی کا  
کیا جانتے تھیں میں ہر دیوانہ کسی کا  
ہو گا انہیں دیوانوں میں دیوانہ کسی کا  
جو دل ہے تنگ وہ ہے کاشا کسی کا  
خورشید قیامت گمراہی پرانہ کسی کا

<p>کیونکہ نہیں شوق سے گل گل لگا کر وہ حسن ہے اند کی قدرت کا تماشا</p>	<p>مرغان چمن کہتے ہیں افکار کسی کا نگاہ ورتوں سے بے خبر گانہ کسی کا</p>
<p>بیکار امیر اپنے دل و دیر نہیں ہیں آئینہ کسی کا ہے نہ وہ سنا کسی کا</p>	
<p>حیا بولی ابجد راجو جو بن کسی کا کہا میں نے حاضر ہے دل تو وہ بولے خزان ہوسے وہ تو بولی نراکت بر چار وہ ہو کہ خورشید عشر تو قصوں سے وہ خوش تیرا بن کر ماضی چمکتی نہیں ایسے برقی ما بان انہیں پہلو گل میں دل تنگ غنچہ ادھر عی کرم اسے نسیم پیاری توڑ جاتے دلی ہے چین چین سے نکون شک ملے سوئے غم خون سیا وہ کیا جانے ہوتی ہے کسی جوانی کچھ اس درد سے عشق میں کوئی بولا جوانی کی آمد ہے ہوا ہے رخصت</p>	<p>شا و رنگی میں چاہتا ہوں کسی کا اگر احسان لین میرے دشمن کسی کا اگر مجھ سے نہ بٹھلے کا دامن کسی کا کسی سے دے گانہ جو بن کسی کا بڑا کھٹے میں کیوں ہوں دشمن کسی کا تکلیف ہے پرشے سے دامن کسی کا جوانی سے تو تھا ہے جو بن کسی کا ترستا ہے چوں کہ مدفن کسی کا یہ چلن چپائے ہے جو بن کسی کا مجھ اس سے رنگا ہے دامن کسی کا ابھی کھلتا ہے لڑکپن کسی کا اڑ چھ اٹھائیں کے غیور کسی کا وہ نازوں کا با لڑکپن کسی کا</p>
<p>شباب آچکا اب کسے دیکھتا ہے اسیرانہ کے ہر بار جو بن کسی کا</p>	
<p>ساج گویائی نہیں رکھتا دہن تصویر کا ساتھ جا بیگا عدم تک ہر بن تصویر کا</p>	<p>خاموشی کہتے ہیں جبکہ جو سخن تصویر کا یہ بن تصویر کا ہو گا کفن تصویر کا</p>

مستوقت نے یہ صورت بدل دی مری  
 حسن کھلتی ہے حسینوں کا جسے جتنی نگاہ  
 نگر نگین کب ہوا کرتی ہی میری صفت  
 دیکھو جو کچھ سامنے آئے سہی کچھ بہل  
 اور سب حسن ان گلوں میں ہیں ڈالیں نہیں  
 صانع قدرت کی ہے عالم میں صنعت کو  
 غیر ممکن ہے کافر فیصل آئے عقل میں  
 کم نگاہی سے وہ دیکھتے جیستی کی خبر  
 جلوہ گاہ یارین ہر رک ہے میرے در چار  
 کونہ شیرت ہون مجھ میں م نہیں ای تیغ ناز  
 جیسے چوہا ایک ہی گل اس کا چھایا نہیں

میں جو دن تو نہ نگین اہل وطن تصور کا  
 جس قدر دیکھو ابھرتا ہے بدن تصویر کا  
 خشک ہوتا ہے کہیں غل کہیں تصویر کا  
 اکٹھا کیے کی پیدا کردہ ہیں تصویر کا  
 رنگ لاکھوں براہین کھتا چمن تصویر کا  
 بانگین نقاش کا ہے بانگین تصویر کا  
 ناز کر رہے کہاں پیدا ہوں تصویر کا  
 ایک کا قد میرا تر جا ہے بدن تصویر کا  
 کرتی ہے نظارہ ساری انجمن تصویر کا  
 زخم کھا کر کیا ہو دے محکا بدن تصویر کا  
 کیا دل پداغ میرا ہے چمن تصویر کا

ہوں وہ دشتی کہیں پتا ہے جب مراد شکر  
 چاک کر دیتا ہے مانی پسہ بن تصویر کا

شوق خلوت میں بھی ہوا نگین آرائی کا  
 یادوں پر حیرے ہوسے ترے شیدا کی کا  
 یادوں مصر میں کھتا کب ترے سودا کی کا  
 خاک ہر فن چو پکا ترے سودا کی کا  
 ہم ترے حسن کے باہر سے چرچا کر لیاں  
 بے خباہی چمن حیرت تر گسست کلی  
 شفیق خام نہیں ہے یہ مرے نام میں  
 لاکھان پر طلب مر کو خدا نے بھی کیا

آئینہ خانہ ہے گوسہ مری تنہائی کا  
 ہوسے تصور ہی پردہ ہے حسین سائی کا  
 دل میں لالے کے ردا داغ ہی تنہائی کا  
 داغ پھلکرو وہ ہوا لاکھ مسکرائی کا  
 طوٹ گیا ہوا جو سوسنی سے تماشائی کا  
 لگیا کر دے سر سر میں بیسائی کا  
 سنا کو آہ ہے کلیجہا شب تنہائی کا  
 مستقل ہو بستر کب ہم تنہائی کا

رو سفیدی مجھے حاصل ہے سگری میں  
 شرق دیدار میں اُٹھتی ہے جو جہت نکلا  
 دل کنارہ می سے کیے اللہ نے خلق  
 اُس رخ صاف کو دیکھو تو بڑا اور فرغ  
 مال جلتے ہیں عجب دیکھ کے وہ خلق کہاں  
 دست گستاخ سے کردار میں چھ کونہ جا  
 کوئی نا اہنیں بھرتک جو بجز یاد خدا  
 تیغِ خزان کا غضب ہاتھ لگایا تھے  
 عین سجدے میں میسر ہے نظارہ اسکا  
 صحبت مردمِ عیسٰی میں بیٹا نہیں مل  
 شوق سے تیغ لگاؤ مجھے لیکن ہجو ہڈ

میں بھی کیا خط عمل ہوں کسی سودا کی  
 ناتوان میں اہنیں شہبہ ہے تو زانی کا  
 بچ رہا کچھ جوانمہر شبِ تنہائی کا  
 سر ہر جو گریہ نفسِ آئندہ کی مینائی کا  
 رنگ ہے مفلس و غم کی مشناسائی کا  
 لے لیا ہے یہ کوچہ قری رسوائی کا  
 لاسکان گوشہ ہے خادیمِ تہائی کا  
 کٹ گیا اسے گرچہ چشمِ تماشائی کا  
 چشمِ بیاسے کہ درخِ ہنسی جین سائی کا  
 لاکھ تصویریں ہوں پر سچ ہو تہائی کا  
 خندہ زخم و خندہ و راند ہو رسوائی کا

پایس اس کی جو بھیگی تو سے کوثر سے  
 غزل عالی ہے ایسا اہو مینائی کا

دلخ و دیکھا مجھے عشقِ خود آرائی کا  
 جسے دیکھا ہے تجھے دیکھو تو بن سب کو  
 آئے تو دیکھ کے آئے ہیں مزے میں ایسے  
 راستی قلمِ الفت میں رہی ہنکوسند  
 جو پھولوں کے تھامی ہنچو لے لے لیں  
 تو بھی آئے تو نہ دھاؤنگہ تھا کر دیکھے  
 چیخ اٹھاوٹ گیا تو نے اشادی جوقا  
 لے اہل جلدِ خبر لے کر ڈرنا ہے مجھے

دیکھ آئینہ ہے دشمن قری کینائی کا  
 خلق ہے جمع تماشے تماشا کی کا  
 خود و سنہرے سے میں اپنے تماشائی کا  
 جب کہا قصد کیا شیر کی پیرائی کا  
 گھر میں میا د کے ہے محکمہ گیرائی کا  
 اور ہی رنگ جواب تیرے تماشا کی کا  
 آج ہی چوٹ گیا تیرے تماشا کی کا  
 دیو بن بن کے از میرا شبِ تہائی کا



<p>دل ملا سنیے میں کیا اترو دو عالم میں نہیں          تجکو بھی جلوہ گر تاز میں رو کا تھا          پھرتی ہے سر سبز باہوس دو عالم میں          آنسو جلوے کو وہ خود دیکھنے کیلئے ہیں          دھندلے میں لالہ ہے گلزار میں گل بہم میں          دور درگ برقی تیلی نے سنبھالا اسکو</p>	<p>جلوہ دیکھنے خیال اُس سے ہر جانی کا          حوصلہ دیکھ لیا اپنے تماشا کی کھا          اک جگر باؤں غمگینا نہیں ہر جانی کا          جاہ کیا آنکھ سے کیا دل ہی تماشا کی کا          ہر جگر رنگ نیا ہے مے ہر جانی کا          لو کھڑا چو تدم تیسے تماشا کی کا</p>
<p>سرخ و زرد چست ہے ہر چکر میں ایسہ          یہ بھی غایہ ہے خدم اُس بیت ہر جانی کا</p>	
<p>سو قوت بخودی ہے جلوہ حبیب کا          میاں کچھ تو پاس ہے لازم غریب کا          اندر سے پاس عشق میں تجکو حبیب کا          ہون وہ مر بیٹا غم کدیا ہے روز رنگ          عشاق کی خزان سے ہے عشق کی بیدار          کئے دہن ہے عجب کو یارب دکھاؤ          مجھے جسے تعبلی نہر خدا کلیم          ہر سرور ہر غار ہر گل چسینہ چاک          ماہے خوشی کے جانے سے باہر سے آنند</p>	<p>ابنی خودی پر ہے مجھے دھوکا قریب کا          لکھا دے شاعر گل سے قفس عندیہ کا          آنسو ٹپک پڑے جو دکھا دل قریب کا          شہباز امر مزاج بھی نسوہ حبیب کا          غارہ ہے سنے گل کو بہو عندیہ کا          اتنا سا ہو گیا ہے جو مناس غریب کا          قدر پر وہ تما جہاں خدا کے حبیب کا          قمری کا دل ملا ہے جگر عندیہ کا          منہ دیکھ کر اٹھا تھا یہ کس خوش نصیب کا</p>
<p>اساںک ہی ہے سجد زنا کا ایسہ          اسلام و کفر میں بھی ہے رشتہ قریب کا</p>	
<p>شہر گل کو جو بہتے تھے دیکھا          کبھی سوتی کہوے یار کے ہاتھوں کو سفید</p>	<p>تو سے چاک گریبان اُسے روئے دیکھا          آہوشت میں جھوٹوں کو ڈھونڈتے دیکھا</p>

گل کو ہنستے نہ یہاں شمع کو روتے دیکھا جاگ اٹھے جنت مرے اُسکو جو سوتے دیکھا شمع کو محفل مشادی میں بھی روتے دیکھا کسے گل غنچہ تصویر کو ہوتے دیکھا شمع کو لشک سے دامن جو بھگوتے دیکھا سیکڑوں محفلوں میں بے مل ہی ہوتے دیکھا جان کو مال کو ایمان کو کھوتے دیکھا	گھر اگر غریبان سے بھی بڑھکر ہے خراب بن چڑی کیسی کہ غفلت میں لیا بوسہ رخ عیش میں سوختہ بختوں کو ہے اندوہ نصیب دل ترے عاشق حیران کاش گفتم کیا ہو ہوں وہ عاشق کہ خیال و ہم رہا ہے جگر قدر ہے سارے زمانے کا ترا دانہ خال کیا پرا عشق کا کوچہ ہے کہ اس میں سبکو
---	--

سے مر جل نکو تو دلنے کا ہمیشہ سے امیر  
 یوں ہی دال پندال بھگوتے دیکھا

سنہ پیر لیا دیکھکے رخ ہم نے پری کا لوبہ خبر وقت نہیں بے خبری کا چو نکو کہ زمانہ نہ رہا بے خبری کا سنہ دیکھ رہا ہوں میں چہ رخ سحری کا پردہ نہیں اٹھاتا ہے مگر خبری کا بہکا ہوا رخ سنا ہے قدم کبک دوری کا چہرہ ہے اگر حور کا جو میں ہے پری کا لہر کے اکھاڑے میں یہ چہ رخ سحری کا آنا وہ دبے پاؤں نسیم سحری کا اچھا نہیں جو چامری بے بال و پری کا بے تویم گل نطف ضمیم جاسودہ کی کا سنہ نکلتے ہیں پردا نے چہ رخ سحری کا	نقاد حیان میں نقش جو تری جلوہ گری کا آخر ہوں میں عالم سے چہ رخ سحری کا ہر صبح کو یہ شور ہے مرغ سحری کا وقت نہیں آتے بزم سے ہوتا ہے یہ رخصت دیتا ہے خبر پر غبار حباب کا اٹھنا سستی میں کہیں دیکھ لی اُس ماہ کی رفتار اس کی قدرت کا ثناء وہ سنم ہے میخانے میں وہ رہے گل رنگ نہیں ہے یاد آتا ہے گلزار میں اُس گل کا وہ سوتا ڈر ہے یہ خبر اُس کے نہ میا کو پہنچے کچھ روز ابھی صبر کرے چہ رخ سحری کا احباب دم نزع مجھے دیکھ رہے ہیں
--	---

گھبرا کے چلے آئے مے گروہ امیر آج  
احسان ہوا بچھڑ مری بے خبری کا

عمر برق و شرار ہے دنیا دماغ سے کوئی دل نہیں خالی ہر جگہ جنگ ہر جگہ ہے نزاع نشہ عیش ابن نصیب کے یار باشی کا شوق ہے اسکو دل رغبت سے کرتی ہے نفرت آنے جانے پر سانس کے ہے طر اپنے مستوں سے بھاگتی ہے مدد ایک جھونکے میں ہے دھر سے دھر کوئی کا فر کوئی مسلمان ہے	کتنی بے اعتبار ہے دنیا کیا کوئی لالہ زار ہے دنیا عرصہ نکار زار ہے دنیا کس دیا خار ہے دنیا یار لوگوں کی یار ہے دنیا بڑی پر ہیز گار ہے دنیا سخت ناپا ہار ہے دنیا کس قدر ہوشیار ہے دنیا چاروں کی بیمار ہے دنیا محبوب نور زار ہے دنیا
--	--

بدتر اسکو سمجھ خزان سے امیر  
دیکھنے کو بیمار ہے دنیا

جی ہی لے گا غم بمان میرا لکھا ہوت جسے کہتے ہیں تجھ سے دامن ہے تیرا چین چین شرم کی بات ہے لے لے دو گفن چیز ہے یہ بھی پر زادوں کی ہوں رزم دوست جلون میں بڑا گ نگ لائی ہے یہ خونباری چشم	مکھو کھا جائیگا بھان میرا زندگی بھر ہے نگہبان میرا تنگ ہے بھڑو گریبان میرا گور دیکھے تن عریان میرا نام رکھا ہے سلیمان میرا تجھ کے دانہ ہو خندان میرا داسن گل ہے گریبان میرا
---	---

دل جو ہو جائے پریشان میرا  
دُشتِ حسن سے دیوان میرا  
دھو گیا نازِ عصیان میرا  
اور دو دن ہے یہ مہمان میرا  
کیا کرے گی صفتِ ترکان میرا  
پاؤں چڑتا ہے گریبان میرا  
کیونِ خفا بھو سے ہے ہان میرا

دُشتِ دہر پریشان ہوا بھی  
بے پروا کے کھلے ہیں معنوں  
چلدا کند جو غماست سے بے  
بھریاں میں غم محبوب کہاں  
صفت سے ہوں صفتِ نازِ نظر  
رحم کر رحم کرے دستِ جنوں  
کیونِ اکھا درد مرے پہلو سے

کیا دورنگی ہے ناز کی امیر  
میں حزنِ زخم سے خندان میرا

درد کی طرح چمک جلیے گا  
عسکرِ فتنہ کو بھی بلوایے گا  
دیکھے دل سے اتر جائے گا  
کیا جنازہ ہے جو اُٹھوایے گا  
کبھی کہے کو بھی ہو آئیے گا  
کون جگے گا جو سمجھائیے گا  
آپ مرقدِ خسرو لکھیے گا  
کیا میں شربتِ ہون جو پی جائے گا  
بر جو پیر سے اُٹھوایے گا  
کیا اند میرے میں نہ گبرائیے گا  
کوئی دم بیٹھ کے اُٹھ جائے گا  
منہ سے کچھ اور نہ خسرائیے گا

میرے دل میں اگر آپ آئیے گا  
میری تربت پر اگر آئیے گا  
سبکی نظروں پہ نہ چڑھے آتا  
آپ کے در سے میں اُٹھنے کا ہین  
تویر کو چلیے ابھی حضرتِ دل  
میں تو ہوں حضرتِ نامِ دہش  
زندگی میں تو ذرا کئے اک دن  
شیخِ سائیں تو کچھ خستہ روز  
اس قدس کون ہے دلِ ناز سے ناز  
حکم ہے تلخِ عیبِ دو غبِ وصل  
آئیے نزع میں با میں پری  
وصل میں ہر لب و لہجے کہا

تو رقی برقی آپ کی بیوج نہیں  
 اٹھ میں نے جوڑ دیا تو کہا  
 زخم کھلنے کو کہا تو بولے  
 صدمہ تین تیرا میں برہین مجھ سے  
 رنگ گل ہو کے چمن میں رہے  
 دل مرا لے تو چکے ہیں سدا کار  
 آپ نیچے تو کہا فی دل کی  
 آنکھ میں پھیل نہ جائے کاجل

دردِ دل کو مرے چکا ہے گا  
 بس بہت پاؤں نہ پھیلائیے گا  
 ہم جلا میں گے جو مر جائے گا  
 چھوڑ کر بسم کو کہاں جاے گا  
 پوسے گل چو کے ڈاڑ جائے گا  
 کہیں ناز اس سے نہ اٹھوائے گا  
 نیند آ جائے گی سو جائے گا  
 دیکھئے بن کے گرد جائے گا

بسطح عمر کرنی ہے ایسا  
 آپ بھی یوں ہی گریباں لے گا

ہو چکا وعدہ کھل آئیے گا  
 ناز دیکھ کے بچت لے گا  
 رنگ لے مغرب دل لائیے گا  
 وعدہ آنے کا جو فرمائیے گا  
 دل کو قابو میں اگر لائیے گا  
 اتنی نگر جانے کی جلدی کیا ہے  
 چراغ پر داغ وہ دسے کر بولے  
 خواہ حشر سے میں ڈرتا ہوں  
 کہتے ہیں کہ تو دیا آئین گے  
 ڈیبا بے مرے آئندہ تو کہا  
 اپنے کیا دیکھ کے دل سے کوئی

دیکھئے اب نہ بدل جائے گا  
 دیکھیے دیکھیے سفر باہرے گا  
 کسی مہندی میں جو پس جائے گا  
 جیسے آج آئے تھے گل آئے گا  
 شوق ہے خوب اسے ترپائیے گا  
 بیٹھے جائے گا جا پئے گا  
 دل کو ان چھوڑوں سے بھلائیے گا  
 وہ زبردست ہے چمن جائے گا  
 اب یہ کیا ہے کہ کب آئیے گا  
 رہے گا تو رہنے جا پئے گا  
 آنکھ کی طرح بل جائے گا

لاکھ پروں میں وہ جن حضرتِ نعل  
ہے شبِ وصل حیا شام سے کیوں  
گھر سے چلیے مے تابوت کو ساتھ  
بولے وہ آئندہ کھلانے پر  
بجز وہی کہتی ہے غش میں مجھ سے  
رات اپنی ہے ٹھہریے تو ذرا  
کہتے ہیں جسے کار و ناکیا ہے  
گرمیان دیکھیے کہتی ہے وہ تیغ

کہیں دھوکا نہ کوئی کھائیے گا  
جان میں صبح کو سندھ مائیے گا  
کہیں کتر اس کے نخل جائیے گا  
کیا بھیجی سے مجھے لودھائیے گا  
آپ میں اب نہ کبھی آئیے گا  
آئیے بیٹھے ٹھہرائیے گا  
میں نہ آؤں گا تو آپ آئیے گا  
ٹھنڈے ہو لیجئے پھر جائیے گا

گرمی شوق ہی ہے تو اسی  
آپ اسی آگ میں جل جائیے گا

کہا تو نے ہوا جب مقابلہ دل کا  
اتھر گلے سے نکالو سنئے گلہ دل کا  
دم آکے آنکھوں میں آنکھیں تو کچھ نہیں  
مری نعل میں وہ بیٹھا تو غیر کو لیس  
کرمی نگاہ کی اوس سنگد لاٹھی کی پوٹ  
تہا سے غمزدن نے کھوئے ہیں شوقیہ ہر قرار  
نہا ہی ہے جو کڑی چٹوڑی ہو جان بچے  
تمہاری اٹھتی جوانی کی شوخیان دیکھو  
پوٹ ختمے مے سے نہ لے سکے ہل کی شب  
بل کے بارے میں چوں شادیہ جگر نے  
جوانی رسائی تو ظالم نے کھول دی چوٹی

کہ اسنے زینت اور ایک آبلہ دل کا  
ذرا سی بات میں ہوتا ہے فیصلہ دل کا  
آہک نہ جاے الٹی معلوم دل کا  
دبا کے توڑ دیا اُسنے آبلہ دل کا  
کہ شیشے کے کہیں نازک ہی آبلہ دل کا  
انہیں بیڑوں نے توڑا ہو قافلہ دل کا  
ہے آج دھنکون سے مقابلہ دل کا  
ابھرا بھر کے بڑاتی ہے دلدل دل کا  
انہیں بھی آج مزہ دیکھا گلہ دل کا  
نہ میں داندرا دل نہ وہ گلہ دل کا  
کہاں پہنچے ہوا قطع سلسلہ دل کا

ترپ ہے اسکو جو تاوک کی سکو پکا کی  
 پر مٹی لنگھ جو پسر تو حسرتوں نے کہا  
 جس بکار رہا ہے کہ خیر ہو یا رب  
 میں کاروان میں لڑاؤ لنگھ کر گویا دست  
 وہ دن کہاں میں جو تہا قتل و شکوہ یا رب  
 لنگھ کے یاد کی تصویر اپنے سینے سے  
 عجب بہا خون خیز ہے کہ تجھے بھی  
 نہ سیر عرش ہے مشکل نہ قطع ماوراء حرم  
 نقیان دل سوزان کی عشق میں دیکھ  
 وہ جہاں کو کتنی میں کاؤں میں بھلیاں لگی

وہ مغل ہے جگر کا پشغلہ دل کا  
 کہ تر پھر کاسے دلبر سے فاسلہ دل کا  
 چلا رہے ماورائت میں تا قتلہ دل کا  
 جس سے نالوں میں ہو گا مقابلہ دل کا  
 آبئس سے جا کے میں کہ لنگھو دل کا  
 انحال بیٹے میں فرقت میں جو سدلہ دل کا  
 چنگ چنگ کے دکھاؤ میں لڑو دل کا  
 خاکرے کہیں ملے ہو یہ مرحلہ دل کا  
 بنا ہے عرش کی قدر مل آبد دل کا  
 ترپ میں ہو گا نہ ہر سے مقابلہ دل کا

ایسے بھول بھولان ہے کہ چھ لکھو  
 تباہ کیوں نہ پھرے اس میں کا قتلہ دل کا

کہ نہیں کہہ میں کسی خوش جہاں کا  
 ہر ذرہ آفتاب سے کرتا ہے ہمسری  
 سمجھے میں جسکو اہل میں چرخ آجگون  
 روشن دہان کا عیب بھی بد شبہ ہے ہر  
 لے چہرہ یار بھاگتے تیرہ بخت سے  
 تیرنگہ جب اُس کا چلا ہے سو خاک  
 کس زلف مشکام کا ٹکس میں پڑ گیا  
 اہل میں کے اسی دامن کیسے نو دی ہوا  
 کیا کام لگی تری گردش پھر لے خاک

بزم پری چہا تہ اپنے خیال کا  
 اللہ کے داغ ترے پایمال کا  
 ایک شیشہ ہے سے عرویا نفعاں کا  
 کیونکہ تیر کے بد ہونا خون جال کا  
 ہوا ہے غزال کے سایہ غزال کا  
 چلے اڑا دیا ہے کہاں جال کا  
 عالم ہے آری میں جو تاف غزال کا  
 خمد بھرک گیا ترے عشق جہاں کا  
 فرقت کی غمپ سے در جلد وصال کا

<p>بجہ تک کیا کیگی سپا و سزائے جرم آخر جو تھے جیم نہ تھا سایہ اسلحے</p>	<p>دریا سے بیچ میں عرق انفصال کا دل پس نہ جاسے زیر قدم پاہنل کا</p>
<p>شوق جواب خط ہے دم ترغ بھی امیر ہوں منتظر میں قاصد فرخندہ سال کا</p>	
<p>گور میں تم نے جولاٹے کو اتارا ہوتا رُخ سب ان کا میسر جو نفل ز ہوتا دیکھتے چہرے کو اپنے اگر آئینے میں دل کو اُس زلف کا لازم تھا قصور اتنا ہم وہ سیکش چہ کہ ہے اپنی نگاہوں میں اثر وعدہ قتل میں منظور تھا ایسا جو خلاف چاہی فرعون نے سوئی سے مدد چاک گیا کیا نگہ بھی نہیں اٹھ سکتی تھی جہیز کی طرح نزع کے وقت چھپائی تھیں نہ ٹکوں پلکین خطبر ایلکے کیو تر جو پہنچتا اُس تک غیر کے ساتھ چلتے تو نہ پیتا میں شراب</p>	<p>اے جو خاقانہ بخسید ہمارا ہوتا مہر تباہان مری قسمت کا ستارا ہوتا حال جو کچھ ہے ہمارا وہ تمہارا ہوتا کہ دھوان آہ کا بھی غمبہر سارا ہوتا سر کے بل دوڑتے شیشے جو اشار ہوتا بات پر ہاتھ نہ جلا دینے مارا ہوتا غرق ہوتا نہ اگر تھک پکارا ہوتا تک کہ تم نے کوئی حیر ہی اما ہوتا ڈوبتے وقت تو تنکے کا سپہا ہوتا شرط مار مرے طالع کا ستارا ہوتا تنگ کیا نگر مرے دل کو گواہ ہوتا</p>
<p>برخلاف ایسی ہوا باغ جہان کی ہے امیر پھول کو ہاتھ لگانا تو شہدارا ہوتا</p>	
<p>سیری طرح نہک دن اب رہا روایا مجنون سے میں نے پچا کل حال خود کی کیا کیگی کا عالم میرے فز پر ہے آج دھسے رہے ہیں شمس میں زخم بس</p>	<p>وہ ایک بار رویا میں لاکھ بار روایا کچھ کہ کھانہ نہ سے پر زار نہ روایا جوا گیا وہ بس کہ شمع فرار روایا خندان ہوا جو پہلے انجام کار روایا</p>



پوچھی امیر سے کل میں نے جہول کی حالت  
 بیٹھنے پر ہاتھ رکھ کر بے اختیار رو دیا

<p>یہ گرم اپنا داغ جگر ہو گیا          سزمیرے حق میں جھنڈ ہو گیا          غضب انگباری سے عقدی پٹے          دکھائی مرے عشق نے شانِ حسن          غضب میں تری جگیاں لے شک          دیا خرد کو آبرو اشک کو          گیا اڑکے اُس شوخ کے ہاتھ تک          ملے میں غرر کے مجھے بال و پر          کہاں ہم کہاں تھرا شاوِ مسن</p>	<p>بیٹھنے میں خورشیدِ زر ہو گیا          جہان تھک کے بیٹھا میں گر ہو گیا          کہ کوئی تارِ نظر ہو گیا          تین نزارِ موسے کمر ہو گیا          کلیجہ گلِ نسیمِ فر ہو گیا          جو پانی کا قطرہ گھر ہو گیا          مرانا نہ خود نامہ بر ہو گیا          اڑا اور بے بال و پر ہو گیا          خستہ دان بھی گزر ہو گیا</p>
---	---

دُعاں پڑھتے پڑھتے ہوا خطِ امیر  
 یہاں چاکِ سیرا جگر ہو گیا

<p>سو تو منہ — جزم ہی پر کرم کا ظہور تھا          میرے سیاہ خانے میں مشکبُوہِ نور تھا          لے لے برقی حسنِ یار یہ اچھا ظہور تھا          واعظِ دہلی زبان سے کن تھا ذکرِ نور تھا          بانٹ نامہِ فطرت کو اللہ نے وہی          لے شہرِ حشر قبر کی کیوں جگہ دیا          ہم کیا کہ سیکے ہیں ترے جاچِ شجر سے          آیا بزمِ مزہ مجھے مجلسِ میں واعظ کی</p>	<p>ہندوے اگر تصور نہ کرتے تصور تھا          پتلی کی طرح پردہٴ خلعت میں نور تھا          دیدار کو کلیم تھے جلنے کو طور تھا          اسکا لانا دھتیرہ کا منور تھا          جو کچھ بچا ہوا تری خلقت سے نور تھا          گوشہٴ مدار کا مجھے آفرینشِ نور تھا          جو شیشہٴ نثار وہ نشہٴ مستی سے نور تھا          واعظِ قناعت ذکرِ شرابِ طور تھا</p>
---	--

آجائے بس میں وہ تو کہوں میں شب وصال  
عجز و نیاز و حیرت و آؤ صبر تھا غرور و ناز  
میرے عمل کو قابلِ دو تخی ہی تھے مگر  
اپنا میں ہوسے لیکے تو بولے کہ دیر پہنچے  
کس کس کو روگنا شبِ فرقت کہ میں تو ایک  
تھا ان کی شہزادوں سے مغالِ عجز بھی کچھ  
بہنچی رقیب سے نہ بولی آنکھ عمر بھر  
فرقت میں کیوں نہ تھا کسی کوٹ مجھے قرار

وہ شوخیانِ کہاں گشتیں جن پر غرور تھا  
بھٹنے تھے ہم قریب وہ اٹھنا ہی دور تھا  
کرنا جو وہ ذرہ تو رحمت سے دور تھا  
یہ دوسری خطا ہے وہ پہلا قصور تھا  
اور جان بیقرار تھی دلِ نا صبور تھا  
پورا مگر جوابِ دلِ نا صبور تھا  
تھکتا میں کیا نظر میں تھا بار غرور تھا  
کیا دونوں پہلوؤں میں دلِ نا صبور تھا

کیا بات ایسے جوشِ اشتیاق کی  
غم آتے آتے دل میں ہار سے سرور تھا

اُس دن جل میں اُس کا ظہور تھا  
جب تک کہ ہنرمندِ شوق میں وحدت کا نور تھا  
ہم سے گناہگار جو عسکرِ دم رو گئے  
صورت تری دکھائے کہو گناہ یہ روزِ حشر  
قابل نہ چھوڑنا تھا غریبوں کو نیمبان  
وہ لطفِ انتظار و دعا میں بھل بسے  
مہمانِ ایک آن کی مٹی آنِ مٹسن کی  
پہنچتے تھے ہم ادب سے دھوکہ کر کے جن جن  
اس شان سے وہ آئے کہ ہم کر کے نہات  
ہمسن سے بڑائی کریں اور ہم سنو  
تریا جو وقتِ نوح تو میری مٹی جو خطا

بریں میں تھاپری تو وہ حیرت میں حور تھا  
جس بامِ پرنگاہِ پڑی کو و طور تھا  
ساقیِ مگر یہ حسابِ شرابِ طہور تھا  
آنکھوں کا کچھ گناہ نہ دل کا قصور تھا  
ایک آؤ حادہ اور لگنا ضرور تھا  
دل کو غمِ فراق میں بھی کیا سرور تھا  
اتنی سی بات پر تمہیں اتنا غرور تھا  
ہر ایک جامِ شرابِ طہور تھا  
آنکھیں شہین سب انداز میں غرور تھا  
اُن سے نہ تھا بیدِ مگر تم سے دور تھا  
غضب کیا نہ تیرے کس کا قصور تھا

آغاز عشق ہی سے سب آئند تھے برے  
شکوہ کسی سے دل شکنی کا کردن میں کیا  
اُس حور نے نقاب اٹھ کر دکھا دیا  
وہ شوخ آنکھ شوخ نگہ شوخ تھی مگر  
ہزار کا چتا تو کہانِ دشتِ عشق میں

پہلے ہی تجھ سے صبر دل نامبر تھا  
یہ شیشہ چٹ کمانے سے پہلے ہی چور تھا  
سترِ زانو بدونِ مین پہنان جو نور تھا  
سب کا جواب ایک دلِ نامبر تھا  
سایہ بھی میرا مجھ سے بہت دُور تھا

اک نیجان کا کام نہ پورا ہوا ایسے  
قائل کو تیغِ نازِ نا حقِ غرور تھا

پہلو میں میرے پیٹھ کے بھی مجھ سے دُور تھا  
جنت تھا جسمِ روح میں آغازِ حور تھا  
اُس حور نے جو اتارے اپنے چلا دیا  
جتنی تھی عاجزی وہ بھی کو عطف ہوئی  
ہو حق تمام دھڑ کی مجلس میں جگ لگئی  
سمجھے تھے جبکہ مردِ یک چشمِ یارِ ہم  
شاہوں سے بڑھتی ہے یہ خاکِ عاجزی  
دستِ مینِ قرب و بُد کی گواہ نشین کہان  
صبحِ شیدِ دھال وہ بولے کہ واہ واہ  
جب تک وہ تائیں آئیں ترپ کرے جلد یا  
ہٹا کر دی نگر کی اٹھ سائی لگی نہ چٹ  
کیا کہیے تھا دھال میں کس کو اضطراب  
تھے خالِ رُخ پرُخ تھا وہ گیسو سیاہ  
پہلو میں وہ جو اسے تو کیا ٹھہر گیا

نصیر کی طرح وہ سراپا غرور تھا  
سمجھے نہ ہم یہ فہم کا اپنے تصور تھا  
بانی میں بھی سرورِ خرابِ جہور تھا  
بخشا خدا نے آپ کو جتنا غرور تھا  
جو کھی خراب ذکرِ خرابِ جہور تھا  
دستِ پری میں دامنِ گیسو حور تھا  
کیسی نہ نکلت تھی یہ کیسا غرور تھا  
کیونکہ کہوں قریب کہ وہ مجھ سے دُور تھا  
کیا سستے چوٹے کیلے کہ میرا تصور تھا  
کیا جلد باز ہاے دلِ نامبر تھا  
لگتے ہی غیسو شیشہ دلِ چور تھا  
رگِ رگ میں میری رنگِ دلِ نامبر تھا  
فلست وہ نور میں تھی ظلمت میں نور تھا  
گجرا ہوا بھی سے دلِ نامبر تھا

<p>آئی جو شاہِ وعدہ تو سندی طلب ہوئی بجائے جبک گئی تو یہ عشاق سے کہا</p>	<p>مطلب کے وقت دیکھئے کیسا غور تھا تم میں سے یہ کسی کا دل نامبور تھا</p>
<p>سو شعرا یک جہلے میں کہتے تھے ہم امیر جب تک یہ شعر کہنے میں جو غور تھا</p>	
<p>غیر تو زنا ہے پھر غم ہے مر جان کس کا عمر گزری تھے اس پر مین لیکن نہ کھلا دھل میں بھی جو کھلنا نہیں دل سے باہر دیکھ کر مجھ کو وہ انداز و ادا سے بولے منہ ترا چوستی ہے روز شکایت کس کی میں بھی ہوں تم بھی پو آئے بھی مجھ میں اور باہوں میں یہ کس پرہانشیں کو غم میں یاں تو ہے دل میں کشک لہو وہ فوائے میں خون میں بھر کے جو نکلا مے دل سے تو کہا جب کہا روز نک زخم پہ چھڑکے کوئی بوسہ جو دے کو دیا میں نے تو ہنکڑ بڑے کٹ گیا دھل میں جو بہ تو یہ غم سے کہا</p>	<p>سو گٹ کئے ہوئے پڑ لطف پریشان کسا میزبان کون ہے یل میں ہوں مہمان کسا منہ چھپائے ہوئے بیٹھا ہے یار مان کسا کاسے کئے بڈایا یہ ہے مہمان کسا ذکر رہا ہے ہدی سے یہ مر جان کسا دیکھو پھر حال زیادہ ہے پریشان کسا ڈھونڈنے نکلے تری انسو مے لہان کسا سچ کہو تم یہ چرا لائے ہو چیکان کسا پست آگیا یہ مے تیر سے ارمان کسا بولے وہ مفت کا ایسا ہے نکران کسا آگیا کفر کی مٹی میں یہ ایمان کسا ہٹ مے پاس سے اب تہ نگہ کسا</p>
<p>سوچ تو کئے گلنے کی یہ حسرت ہے امیر بہرہوت یہ ترے دل میں ہے ارمان کسا</p>	
<p>پردہ اس چہرے سے جدا ہوا جب بہا وعدہ اور وفا ہوا کلام جان حسبِ دعا ہوا</p>	<p>اسے دم بھی مرا ہوا ہو گیا ایک سب ہوا ہوا دل پسا تو گر حسرت ہوا</p>

ہائے بید۔ کیا مزہ ہوتا  
 یار ثابت قدم تھا شوقی وصال  
 دھوم تھی اُن کی فنِ نرانی کی  
 ہائے رے شرم اُس پر یو کی  
 خامشی میں بھی کیا ملاوت ہے  
 تیس دن سے چائی ساقی نے  
 نختے کچتے ہیں اُن نگاہوں سے  
 کیوں نہ منصور دار پر کھچتا  
 داغ و لہوڑ تو ہوا سے درد  
 آئندہ دل کا بے مثال را  
 شکر کراں نہک فشا فی  
 کھیت لاکھوں بھے گر قاتل  
 پتیاں بھی بدل گئیں دم نزع  
 شرم عصیان سے جو بہا اُنو  
 تھکے درو آشتا کیا سیکھی  
 اِسکے توتو سزا طرح کلا گوتتا  
 دل ہوا خون بہہ دنا ہے وہی  
 یو غائی کو تیری گلت داغ  
 لکھتے ہیں اب تو رشت ہر گودن کی  
 کوئی دم رکھ دے ہاتھ سے خود ہیں  
 کنگھی کیسی جو پھول کنگھی کا

تیرے پہلو میں دل مرا ہوا  
 گو غیب و گیسر بھی تب ہوا  
 کیا کہیں ہم سے سنا ہوا  
 آئندہ صورت آشتا ہوا  
 گو کبھی لب سے لب جدا ہوا  
 ایک روزہ مرا قصہ ہوا  
 چشم بددھ تم سے کیا ہوا  
 رازداری کا حق ادا ہوا  
 تو کسی درد کی دوا ہوا  
 کسی صورت سے آشتا ہوا  
 نہ تو زخموں کا بے مر ہوا  
 سبزہ شمشیر کا ہوا ہوا  
 وقت بد کوئی آشتا ہوا  
 اُسکی رحمت کو اک پیانا ہوا  
 درد خود درد آشتا ہوا  
 خوف سے دم مرا خفا ہوا  
 رنگ اس پھول سے جدا ہوا  
 وعدہ اچھا ہوا وفا ہوا  
 میرٹھ جہادی ہوئی بگلا ہوا  
 آڑ سی ٹھہری آشتا ہوا  
 چھو لیا اُس نے دردِ مشائے ہوا

صورست لال اس چمن میں امیر  
دارغ دل سے مرے جدا ہوا

اب تو مائیں چکر کی کالی گشت	لے نکل یہ رت یہ ستوالی گشت
کچھ مرہ دیتی نہیں خالی گشت	اسے سائی کو بھی ستوالی گشت
بال کھولے گیون والی گشت	تم بھی جوڑا کھو لو وہ آگئی
میکشون کی نذر کوئی نہ لائی گشت	گل نہیں چو لے چمن میں لائی ہے
جیت لیگی ہرق سے پالی گشت	چونک دنگی اس کی شہنشاہ گریبان
رستی پر قربان ہے کالی گشت	بان کی لائی ہے بھلی نثار
خوب برسی بلیوں والی گشت	جان پر تو بہ کی ٹوٹیں بھیدیاں
دیکھ کر اس کان کی بالی گشت	حالتہ گیو نہیں بہرتی ہے گرد
آئی ہے لینے کو ستوالی گشت	پھول چکر باغ میں سے ہو پور
دیکھ لے اس لب کی گرانی گشت	رنگ پھیکا آئے ہیں کانٹہ
رعدا نہیں گزرتے تو دو گانی گشت	ہے سہ ستون سے ایسا بل جہل
کیسی ہے اس سال جنم والی گشت	کچھ تو ہوئے چرخ جیسے پائے
کھول کر غوغا ستوالی گشت	کیا لگے ملتی ہے ستالون سے بیچ
کرتی ہے درد کے دل خالی گشت	جبرانی میں برستی چنہ سین
چھانٹنے کو لائی ہے جانی گشت	ساقیا ہے چھان کر اس میں پلا
کالی کالی کالیں کالی گشت	گورہ گورہ گال تیری بھیلیاں

لوٹتے ہیں سانپ سینے پر امیر  
دیکھ کر رقت کی شب کالی گشت

دیکھو ان کانوں کی گرانی گشت	ابھی بھلی پھیلے کالی گشت
-----------------------------	--------------------------

دوبت نہ کو لاتی ہے مستونکے پاس رات دن لٹے ہیں موتی ہر طرف ایسی ہے سرکار ساقی کی بے بند منت تجھ کو دیکھ کر پیتے ہیں نئے جان کو ستون کی جی تو بہ عذاب دل پر غم چھایا ہے بدلی کی طرح آگینیں پھر دماغوں کی شامیں ساقیا کرتی ہے ستون کو نہال تاک میں تیری ہوا میخوار منت	کرتی ہے دہرہ دہلی گشت کیا تری سرکار سے عالی گشت رعد ہے گھڑیاں گھڑیاں گشت ہے بڑی تیری خوش آہالی گشت یہ بڑی تو نے بلائی گشت سے مرے مولیٰ مرعوں والی گشت آج پہرائی وہ کس والی گشت تیری پیدواری کی ہر مالی گشت کس سے ہوگی تیری رکھوالی گشت
---	--

آپ اچھے وقت پر آئے اسیر  
خوب بچانے پر جب چھالی گشت

گھا کرتی ہے چاند سانسہ کسی کا ہنسی آنے میں کیوں لجا نہیں لگھیں جڑائی ہے لکھنؤ سے ڈھکی نہیں ہے یہ کیا ہے کجا لگھیں سے پورے وہائے تو لکھا ہی شاید وہائے جڑائی ہے نہ جڑے لٹے ہیں سستی دم رقص ہاتھ لکھنا نہ پوسو ہنسنا عکس ہنسنے پر انکے تو بوسے نہ خیروں کی حسرت برائی نہ میری جس کا لکے ہو تو تپہ دکھلا کے چل دی	ستارہ ہے چمکا ہوا آدمی کا جسم یہ منہ چوستا ہے کسی کا ذرا دیر دیکھے کوئی آدمی کا تو تندہ دیکھنے لگتے ہیں ہر کسی کا بہت خوش ہے رنگ انکی مٹی کا میں پاؤں تو متہ توڑ دوں آدمی کا کہیں باو دل پس نہ جائے کسی کا کو میرے ترے واسطہ کیا ہنسی کا کبھی کام تم سے نہ بچا کسی کا لجھا ذرا کوئی دیکھے ہنسی کا
---	--

قصا نے کچھ اس ناز سے جان بگلی  
 کبھی اسکے لب پر کبھی اسکے لب پر  
 کیا دل نے یہ کیلکے سینے کو خالی  
 یہ اوچھا پن لے زخم اچھا نہیں ہے  
 مجھے موت آئی تو حسرت بیکاری  
 یہی ہے نراکت جو انگلی تو لے دل  
 یہ گور غریبان میں کہتی ہے حسرت  
 کوئی آنکو چھیرے لیے بگمانی  
 مرے ساتھ ترس میں حسرت تو آئی  
 نہال محبت مرارنگ لایا  
 کوئی پارسا لگے کوئی وصل چاہے  
 نہ پتا کہ ترنہ قاصد ہی آیا

کر یا دا گیا بجو غمزدہ کسی کا  
 شہر تابندہ پاؤں چھل جہنی کا  
 کہ ارمان آب اس میں چڑکاسی کا  
 کہ رونا ہے انجام ایسی جہنی کا  
 کہ دنیا سے وارث اٹھا بیکیسی کا  
 کبھی وقت بچائے گا بیکیسی کا  
 کہ اصلی وطن ہے یہی بیکیسی کا  
 وہ کہتے ہیں یہ کام تو ہے اُسی کا  
 جو حال کیا جانے کیا بیکیسی کا  
 وہ پھولوں میں لے پھل بڑائی کا  
 وہ کہتے ہیں لو جو گیا میں اسی کا  
 وہان جگیا ہو رہا وہ اُسی کا

امیر اک مرتع ہے یہ دلوں کی  
 غم و کلفت و حسرت و بیکیسی کا

مرے پھولوں میں کیا ہو مرغ ہنسی کا  
 اٹھائے گور کھائے لاشہ کسی کا  
 نہیں وصل و بیکار مرغ کچا ہے  
 دکھاتی ہے ہر صبح آنکو وہ عالم  
 وہ کہتے ہیں ہونو نکا بوسند و گھا  
 مری چتر خیران میں دیکھا پستابلہ  
 بہم طبعی جلتی ہے دونوں کی رنگت

خدا ساجی ہے وہ پھول کسی کا  
 یہ کیا وقت ہے آنکھ آدھی کا  
 حوی بلے بیکیسی کا مری بیکیسی کا  
 کہ نہ چوم لینے جن دھاری کا  
 اتر جائے گانگ میری بیکیسی کا  
 ترے پاس کیا کا ہے آدھی کا  
 سلامت ہے جو سرے سے کسی کا



نہ ہندی میں وہ نہ لاکھ جاوین  
 ترے لب جو نازک میں ڈرتی ہو گئے  
 گھٹا کالی کالی جو آئی میں سمجھا  
 تسم ہے جنون میں بھولوں میں غنہ  
 مناسب ہے ارمان دل سے نہ بھلے  
 لب زخم قتل میں کیسا تبسم  
 یہ بے چہرے ہی تھے دہی کو ساقی  
 ترس کھا کے کی آنسو یکس نوازی  
 بندھی ہے خانا قون پٹوں میں آنکھ  
 شبِ غم اہل کو بلایا تو بولی  
 بناوٹ سمجھتے ہو دل کو میرے  
 شبِ غم کہو درد اٹھے آہ بھلے  
 وہ کہتے ہیں وہ اور مجھ کو دعائیں  
 دکھا کر آتے روزِ عشر کہو بھٹکا  
 نہ بھولوں گا جب تک مر دم میں دم ہے  
 فنی ہے مادل یہ کیا کم ہے دولت  
 اگر بر حیاں غرہ چھریان لگاے

وہاں رنگ جتا نہیں ہے کسی کا  
 جھجکتی ہے پتہ نہیں نہ ہنسی کا  
 کھٹا ہوگا اسوقت جوڑا کسی کا  
 چین میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا  
 اکیلے میں گھبرائے گا غم کسی کا  
 بھلا یہ ہی موقع ہے کوئی ہنسی کا  
 مزدور خیر ز سے کیا ہے ہنسی کا  
 مرے سر پر احسان ہے بیکیسی کا  
 ابھی چہرے لون وقت ہے بلی بسی کا  
 مجھے دل دکھانا نہیں بیکیسی کا  
 مجھے تو ہے ارجبان دغا ہی کا  
 مزدور کی جی بھر کے ہو بیکیسی کا  
 یہ سب گامیاں میں نتیجہ اسی کا  
 کہ سہ کار میں ناشی ہوں اسی کا  
 دم نہا بھی دم بسد گناہی کا  
 گد میرے دشمن کریں مفلسی کا  
 مرا ایک دل ہو گیا وہ اسی کا

شبِ غم نہ دیگا کوئی ساتھ میرا  
 ایسا سرا ہے تو کچھ بیکیسی کا

غم کو موقع نہ خوشی کا  
 کہنا دکھ لایا کلی کا

وہاں آیا جو دل میں اس ہنسی کا  
 آن ہر نون چکھنا ہنسی کا

گھوڑا جو نہیں بہت تو بوسے  
 کہیں دست درازیاں مہمانے  
 مرنے نہیں دینی جگر یہ کوفت  
 دورے نشے کے دخت زہرے  
 جان بخش لبو نہ ان جہن کے  
 تھا عکس جریف کیوں نہ روکا  
 ہے تازہ ظلم رخ پر دوزخ  
 گلگیر ہون میں دو شیخ مفضل  
 بجلی کی پڑے نقاب اس پر  
 کابل یہ نہیں ہے انکھڑیوں میں  
 ہنس ہنس کے چہن میں دروڑ گل نے  
 بجلی بجلی تو میں یہ سمجھا  
 بجلی شب برین میں دیا نکھین  
 نکھین میں مٹی ہوئی بھی قبیلین  
 آجائے اور بھی دہر کرتا  
 آئی ہے صدائے کدہ چہن کر

کچھ تو حق چوڑو آرسی کا  
 اُس گجوجن گلی گلی کا  
 وارث نہیں کوئی بیسی کا  
 درپردہ میں رشتہ دل لگی کا  
 مرنے میں مزہ ہے زندگی کا  
 کپاڑے تو تاقا آرسی کا  
 اک خود پہ سا یہ ہے پری کا  
 رہتا ہے مزہ جلی گلی کا  
 نقشہ جو کچھ تری ہنسی کا  
 اٹھا ہے دھوان تری مٹی کا  
 عفت کھولا کھی گلی کا  
 آنکھیں نکلا کسی پری کا  
 جل جائے نہ گیت چاندنی کا  
 دیتی ہیں پت کسی کسی کا  
 سانس کسی پیشم زگی کا  
 سینہ چلنی ہے بانسلی کا

کیا سائے دیا اسیر میرا

قائل ہوں میں وضع بیسی کا

روایف بے موجدہ

چلتا ہوں، جتو کہ چڑ قائل کو یا نصیب

پوری مراد دل ہو کہ چوڑے مرا نصیب

اُس دنگ مہر کو ہے خود آرائیوں کا شرق  
وہ دل مجھے خدا نے دیا ہے کہ عشق میں  
چاہو وقت سے چٹ کے پھنسا گیر و نین لال  
لو کھانا ایک رنگ جہان روزگار میں  
مقتل میں دیکھ کر بچے بیکس ہوا وہ نرم  
وہ دماغ ہون نہیں ہے جہرم سے آشنا  
جا ہی چکا تھا مگر بین میں دیوار بھانڈ کر  
ساتی نے فے کے جام کٹ دشتہ دار میں  
گزارا یہ صیام دہی پھر ہے سیکشی

ان روزوں آئے کا ہے چمکا ہوا نصیب  
آہستان جو غم تو پکا را خوش نصیب  
دیکھے نہیں زمانے میں ایسے بلا نصیب  
اچھا کسی کا ہے تو کسی کا بُرا نصیب  
اُس جنگجو سے صلح ہوئی روزگار نصیب  
وہ درد ہون میں جسکو نہیں ہے دوا نصیب  
در بان یار جاگ اٹھا سو گیا نصیب  
مجھ سے کہا کہ لے لگا آگے ترا نصیب  
دروازے سیکھ دن کے کھٹکھٹ گیا نصیب

پہنچے میں مھنتوں سے دربانک امیر  
دیکھیں اب آگے ہکو دکھانا ہے کیا نصیب

حالِ فنا ہے دہر سے غافل نہیں حباب  
اعلیٰ پر سفون کو ہے بھر جان میں فوق  
دیتا ہے بے ثباتی انلاک کی خبر  
تقلید میرے دیدہ ترکی اگر کرے  
پہچانتے ہیں خوب جو میں معنی آشنا  
ساحل پر پیسہ غسل آکر نہ پیسہ ہن  
دروازہ روئے خلق پر گھر کا گیا ہے بند  
چشم غضب سے تم کبھی دیکھو تو کیا عجب

بر دم کو جانتا ہے دم واپسین حباب  
درا میں موتوں سے کیا بلا نہیں حباب  
جام جہان نما سے میں کم نہیں حباب  
کر لے تمام بھر کو زبرد نگین حباب  
دیتا ہے نقش آب پہر برین حباب  
دیکھے نہ تھکو آنکھ بچا کر کہیں حباب  
رکھتا ہے طرف دیدہ آنجم میں حباب  
گھبرا کے پاسے سوچ پر رکھو زمین حباب

ہے پانی پانی آنکھ اٹھانا نہیں امیر  
کیا میری چشم تر سے ہوا شریں حباب

عشقی بت سے بھی تھا خدا مطلب  
ایک دیدار سے مرا مطلب  
ماننے کو تو میں نہیں کہتا  
خطر مرا کچھ اور اور سے بڑا  
وصل کے نام پر کیا کیا خوب  
اُس سے آنکھوں میں چہرین باتیں  
ایک جان اور حسین لاکھوں  
منڈ لگے کون روز نامہ کے  
کیون ملائیں دو آنکھ اب ہم سے  
یہ ادب کا لحاظ تھا شبیر وصل

اور دوا نہ کچھ نہ تھا مطلب  
دوسرا ہے نہ تیسرا مطلب  
جان میں سن تو لو ذرا مطلب  
بچ سے وہ اڑا گیا مطلب  
جو مری چڑھو وہ آپ کا مطلب  
بے عبارت ادا ہوا مطلب  
ایک دل اور ہزار با مطلب  
بات سمجھے نہ بات کا مطلب  
لے چکے دل بھل گیا مطلب  
دل سے لب بکھ آسکا مطلب

عیش ہو اور میسر کا آگیا  
ہے یہ بندے کا یا خدا مطلب

روایت با سے فارسی

+

اس وقت کہان جاؤ گے بڑی جو کڑی دھوپ  
سیدان قیامت میں بڑی جی جو کڑی دھوپ  
آپس میں کابٹ ہوئی سا سو کڑی دھوپ  
ہے شام قریب اور ہے دھوپ کڑی دھوپ  
گرمی کا یہ موسم ہے تھو دن میں بڑی دھوپ  
زگس نہ کہیں غش ہو کہ کھائی جو کڑی دھوپ  
ظاہر ہے کہ جہات میں ہوتی جو کڑی دھوپ  
شبنم کے حوضات کو تری جو کڑی دھوپ

کہتا ہوں نہ بہن سو رہو دیکھو ہے بڑی دھوپ  
ہو جائے کھانے شیخ مراد میں تر خشک  
دو ذوق کو بڑا عشق یہ اُس گیسو و رخ کا  
اے دل نہ شبیر وصل کی آمد میں ہو بیتاب  
سوتوت کر قصد سفر آنے دو جاؤ سے  
لے لے ابریکرم باغ میں ہوسا یہ تلک جلد  
اُتر چائے جو مسیلم آئے غضب میں  
تاہوں سے ہو اگر ہم یہ گلشن جو پلے غل

<p>سختی سے دن اُس گل کی توبائی میں ہوا ختم          کیا اندازے نازش نے اُس بہر کے گھر میں          برسات میں دکھلاؤ کبھی رنج کبھی گھیسو</p>	<p>کائنات کی طرح ابدِ دل میں گزری دھوپ          جب نریش کو بھارا عرض گرد بھڑکی دھوپ          دو چار گھڑی سا ہمدرد چار گھڑی دھوپ</p>
<p>اُس گھر میں امیسو کی ہے لیکر تجھے نصیب          ہے شب کو جان اس پر سے دن کو کڑی دھوپ</p>	
<p>بہری ترب پر کھلے بالوں اگر تین گے آپ          پس کے افشاں چاند سا چہرہ جو دکھلائیں گے آپ          کہہ دو منوں سے یہی بل بول بندہ دان بھی ہے          دیکھ کر زلفِ آن سے کھینچتے ہیں ہوا خواہان عشق          وصال میں جب لگ چہرے کا جو نہ دیکھیں یہی سن          کیا لذت کی ہے حاجت میں ہوں مجرم تو کریم          مجھ سے بچتوں میں تو ہر کار کا یہ حال ہے          حضرت غم دل مرا گھسواپ کا ہے آئیے</p>	<p>حشر تک خواب پریشان مٹکو دکھلائیں گے آپ          چاندنی چھٹکے گی خوردار سے گل آئیں گے آپ          اور کیا اجنبی میں بکھا ہے جو دکھلائیں گے آپ          کیا اسی دامن سے دھکی اگل بھر کائیں گے آپ          حضرت دل چرم میں کیا رنگ دکھلائیں گے آپ          دیکھ کر دیارتی رمت کے ہزارین گے آپ          جب نہر گا کوئی تو کس طرح پیش آئیں گے آپ          پر میں بے سامان بیٹھیں گے کیا پائیں گے آپ</p>
<p>کوئی ایذا آج ہی چوڑی نہیں بہر امیسو          کل جو وہ آئے گا تو کس طرح چڑائیں گے آپ</p>	
<p>مٹو کیا جسکو جب میں گے آپ          آنے پائے جو نرم پیش میں ہم          اتر چیلے کے لی جوا بگڑائی          ہر شے عاشق کے گھر کے وصل کی شب          خاک میں بھی ملا چکے ہسم کو          حرفِ مدغم کی طرح وصل کی شب</p>	<p>وہ یہ پوچھے گا کب ملیں گے آپ          غل سا ز طرب ملیں گے آپ          میں یہ سمجھا کر اب ملیں گے آپ          غل بنتِ اعنب ملیں گے آپ          نہ ملے آپ تو کب ملیں گے آپ          زنجبہ ہو گئے جب ملیں گے آپ</p>



### مشکوٰۃ شکر کہ ہے وصل میسر دن رات

<p>اتنے میرے لڑکھائے کی رات          بلا بھر جان میں لائے گی رات          سپید می ہے انجام سوئے سہا          یقین ہے وہ چمکے چلے آئینے          کمان کہکشان تیر تیر شہاب          چلوں کے میٹھو غنیمت ہے وصل          ٹپٹپے ٹپٹے ہو اون تمام          نہ آئین گے فرقت میں تارے نظر          دارا کے غم ہوگا فرقت میں غم          جو فرقت میں ہے تیرا روزی بھی          رات لاتی ہے ہلکے شام تیرے          وہ گیسو جوا نشان کے طالب بنے</p>	<p>قیامت تک آجیگی جائے گی رات          سیاہی کی صورت وہائے گی رات          سحر لیک دن ہوگی جائے گی رات          مرے کام گہرے بنائے گی رات          یہ کہ نشانہ بنائے گی رات          نہ دن ہوگا ایسا نہ آئے گی رات          خدا جانتا ہے کیا دکھائے گی رات          عزیز یوں سے آنکھیں چرائے گی رات          آواز میں کے نلے جو آئے گی رات          تو دن کو بھی مگرے بجائے گی رات          جو بھی تو طوفان لائے گی رات          ستارے ابھی توڑ لائے گی رات</p>
--	---

### ازل سے ہے یہ تیرا جی ایسا بجلا ہسم کو کیا آزمائے گی رات

<p>خدا دکھائے کسی گھنڈار کی صورت          کہاں ہے دار فنا میں قرار کی صورت          برنگ سرور میں آزاد باغ عالم میں          ہزار حیف کہ مندرلی پہ قافلہ پہنچا          خربک درد کوئی شام نہ ہوا          کیا تخفیف یہ غم نے مجھے کو ایک ہوئی</p>	<p>تنگستہ دل ہوئی تو بہا کی صورت          نود عمر سے برق و شہداری کی صورت          ہے ایک اپنی خزان و بہار کی صورت          میں پھر باہون پریشان غبار کی صورت          جلا کیا میں چسپاں غبار کی صورت          تیری کمر کی مرے جہیم زار کی صورت</p>
---	---

مترے پہ بھی ہے وہی انتظار کی صورت  
 بدل گئی چمن رو و نگار کی صورت  
 پڑیں کسی کے گلے میں یہ ہار کی صورت  
 مکان بھی نظر آیا مزار کی صورت  
 برس پڑیں گے وہ دیر بیدار کی صورت  
 بندھی تو ہے بھڑے کے فکار کی صورت

ہماری آنکھ ہے یارب کو چشم قربانی  
 نہ ماستی کا نشان سرو میں نگل میں ہے پو  
 اس اشتیاق میں اے پیہم نہ کھلے میں گل  
 فراق یار نے شرہ بنا دیا ایسا  
 یہ چھیلے دل تمہیں گالیاں بن بندہ پھر  
 نگہ نہ ہوں بادش کا تار کھینکے مست

غوثا اسیر وہ شمع کہ ہو گے دو لہند  
 جھکے سر شجر بیوہ دار کی صورت

روایت تائے ثقیل

ہے یہ تو خلائی تری رت کی بندھی چوٹ  
 سچ ہے کہ لگی دل کی بھی ہوئی جو پری چوٹ  
 دیکھا کیے آنکھوں سے بچائی نہ گئی چوٹ  
 دیکھ چوٹ کی آنکھ سے اُسے تنہا چوٹ  
 کھا جائے نہ غور کرے کہیں کہیں چوٹ  
 گھونسا مری چھاتی پہ لگا دل چوٹ  
 دل تھام ہا ہا ہی کہہ دے یہ سہی چوٹ  
 آتی ہے نگلنے کو تری عشوہ گری چوٹ  
 بیٹھے مرے پہلو میں تو کیا خواب چوٹ  
 کھائی نہیں میرے دھوے دل کی بھی چوٹ  
 مارا نگہ ناز سے چوٹوں کی بھی چوٹ  
 پڑ کر دل عاشق چھیت میں پڑی چوٹ

ہے میل جاؤ غار میں کب سے یہ نئی چوٹ  
 چھینا کسی پہلو کسی کر دھن نہیں آما  
 کیا اُس نگہ ناز کی چوٹوں میں مزہ تھا  
 اشرہ ری محبت میں نزاکت سے دل کی  
 ترنات سے چلتے ہو چمن میں بگھے ڈر ہے  
 آیا یہ کس نے بھرے ہوئے جوں کا قصور  
 آسان نہیں صدہ العنت کا قفس  
 اشرہ ہمارے دل نازک کو بچسائے  
 مرکز محبت کی کسک دل سے نہ بکلی  
 کیا درد محبت کا مزہ تجھ کو بتاؤں  
 مجروح ہوا جلوہ دیدار سے عاشق  
 نکلی نہ مرے پہ بھی گئی قبر میں ہمراہ



کہتی ہے امیر اسکی ادا تیغ قضا سے  
دعویٰ ہے بھکیشی کا تو سے روک مری جوت

دو تاجوزلف ہوئی جوت پرنگائی جوت  
یہی سب سے جودتی بنی کھائی جوت  
کڑی نگاہ جو دیکھی تو کیا بھائی جوت  
جھکا کے سر کو کر کی جھٹ لگائی جوت  
امیر ہی آئیگی بھلی دلی دوائی جوت  
غلاب جوڑے بارونکی مشنائی جوت  
زمین سے اٹھ سکے ہم اگر اٹھائی جوت  
ابھر کے غنچے کے مانند مسکرائی جوت

پیک گئی کمر اسکی تو دل نے کھائی جوت  
کمر کے عشق میں ہم نے جگر پر کھائی جوت  
مقابل آئے تو سن کو سپر لیا  
بڑا کے رتبہ گشتا یا غضب کیا تھا  
خسروہ دل ہون مگر فضل گل تو آنے دو  
امید کیا ہو کسی سے کہ اس زمانے میں  
نشان زخم ہوا جو جسد ناتوانی سے  
جو وقت قتل امضا ہا نہ نکل گئی وہ کھات

امیر در دل شک کو کین سمجھا  
لگا کے سرچ جویشے کی آزمائی جوت

بھلا جو جسم کا اپنی ہوئی پرانی جوت  
ہماری رشک بھجے پڑ جائے کھائی جوت  
چھپت دیتی ہے دلوں سے پرانی جوت  
غنیف ہو گیا تو نے کیون بھائی جوت  
نہ کی زبان سے نہ دل نکلا کھائی جوت  
جگر پر بیٹھے جھائے جھٹ اٹھائی جوت  
ہوا یہ صدر کہ شجر کی جھٹے کھائی جوت  
ہزار بار اٹھائی ترک اور کھائی جوت  
سمٹ کے غنچے کی شربت چھائی جوت

کسی پر زخم پڑا یاں جگر پر آئی جوت  
رتیب پر اگر کس ترک نے لگائی جوت  
بڑا ہون مرغ میں میں اپنے رحم کے ہاتھوں  
یہ نجد سے کہتی ہے غیرت کہ ہائے مر نہ گیا  
سعیتین یہ خبر سنار ہا جمیلین  
خرو کیا تھا کسی سنگدل کو دل دینا  
جو پھول پھینک کے اُس نے قریب کو لایا  
سانہ دید کا پکارتا تاک جھانک گئی  
عیان جو زخم جو گل کی طرح ہے دل مجبور

جہان میں کوئی نہیں اُس منہم سانگین دل  
کہ دل لگانے کے بدلے کوئی لگائی چوٹ

اے اسکے سامنے فریاد کر رہا ہے امیر  
کسی کے دل کو لگی ہے کہیں پائی چوٹ

روایت نامے مثلث

باد جا نغرا عبث نغمہ و لکٹ عبث  
کھولے ہوئے ہے منہ لکھ صورتِ اُدا عبث  
کون ترا ہے داد دس چھ ندائے در عبث  
تنگے پختے تمام عمر صورتِ کھر با عبث  
ہوئی ہے عرشِ کوردانِ زمزمی دعا عبث  
گریہ بے اثر فضلِ نالہ نارسا عبث  
بیٹھے ہیں جم کے ہم سہاویں عیال عبث  
کرتے ہیں حرمِ آشنا غیر کا اتجا عبث

ہجر میں ہے نصیبِ ابر عبث ہوا عبث  
یہ چھوڑا غری کی حد نغمہ سود سے عبث  
تاما فلہ سب سے پیش میں پر نہیں کوئی ہم عبث  
آئی نہ اپنے کام عمر غم میں کئی تمام عمر  
دل بھی خدا کا ہے مکانِ کعبہ میں آئی جو عبث  
ہوتے ہیں لکھ ہم لعل کب جو دانِ طربول  
منزلِ یل ہے جہان ہو گئے کتبہ و نشان  
ہوئی ہیں حاجتیں وہاں کس سے کریم کے سوا

عزیز میرا علم ہو ہے چہ نہ بھی بہم ہوئے  
اُس گل تر سے ہم ہوئے صورتِ اُدا عبث

عمر کی جب خزان ہوئی لبغ میں نصیب عبث  
خجکو مزہ ہے دھوکا کر کے مینِ بڑا عبث  
آئی ہے دردِ حوشت نے مجھ پر نصیب عبث  
گرگ سے لپک کر پوچھتے ہو پتا عبث  
موت کیسے ہیں تیر میں تم نے خبر پتا عبث  
شل میں جا پاسے راہِ رواں پتا عبث  
پیس دی ہے شہرِ ریائوں کی صدا عبث

سبز و مرے عزاز پر بسید فنا کا عبث  
بہشت میں میرے چاہ ساز فکر میں تبا عبث  
نارِ جہنم اس قدر جسم نہاں ہے غلِ جان  
عیش کا دہر میں نشان دیکھا کبھی آسمان  
و دلِ دہر کی نہیں زمین کو کچھ آرزو  
تو تب فہم اگر نہیں علم پہ کیسے سے فضول  
کوش کریم ملک کبھی چاہئے یہ شے جانے

پہلے ہوا ستون ہر گتہ ہوا جٹ  
انجی سی منسی ہی منکر گڑھا جٹ

سر سے کام اب نہیں چشم سیاہ یاد کو  
عقدہ دل مرا کھلے رکھی تیر ہی نہیں

دل ملک ہوا ہوا تم نہ بیاؤ خاک امیر  
خاک میں اب دے ہو گو ہرے یہا جٹ

### دولت بیسم تازی

گھلا دہ پٹے سے بھی اٹلے ہیں خیر آج  
وہ قتل پہن مرگ پاؤں سے ہون کر آج  
ہلکی ہوئی پھرتی ہے محبت کی نظر آج  
دوڑی ہوئی جاتی ہے خوشی خیر کے گھر آج  
سیت نہیں ساتی سے ہوئی زیر شجر آج  
آہستہ چرمین کوئی خداداد ہے نہ آؤ مر آج  
اڑتی ہوئی دی ہے یہ گلوں نے خبر آج  
سے اب کرم خواہ غضب کچھ تو اؤ مر آج  
بے چرکی اڑاتا ہے عیث مرغ سحر آج  
ہوئے جو کل غل بے اُن کے خیر آج  
وہ دن میں من خود شید چکروں میں تھر آج  
ہو تھر دہن نہ کو کہیں آکے جگر آج  
ہم عیب کے مانند چھپاتے ہیں نہر آج  
آنکھیں جو چہرین بھر تھی عالم کی نظر آج

اس شان سے داری ویش آہا ہے اؤ مر آج  
ہو تا ہی تو ہے فیصلہ اگر دن دسہر آج  
غیر دن سے کہیں ہے کبھی تج سے ہر گلاوٹ  
گو جاتے ہیں آہستہ نزاکت سے وہ لیکن  
گھوڑا میں میکش ہوئے بے مشبہہ ہشتی  
ڈر ڈر کے خاک بھی ہوئے کاڑھوں گزیر آج  
غربت میں ہیں کیا تو اڑی خاک وطن میں  
باران نہیں چھری گرا کر شست پہ میری  
گزرے گی شب چہرہ تار و ز قیامت  
جنت میں کریں سے کہیں گے یہ فرشتے  
کس شان سے بیٹھے ہیں سر پر دم وہ آکر  
شیشتے کی طرح جو غرض سے عشق ہے دین  
عالم میں دولت آج یہ جو اب تیر سہری کا  
بیگانے ہوئے ترزا میں جتنے بھی گانے

خاکی کسی دل پر مایہ سدا ہی گیا دل  
کیوں احمقوں سے تمہارے جہے پھر ہو جگر آج

ہر دے سے جو اس خود نے دیکھا ہوا دھڑک  
 شوقی سے ہے بلکہ میں وہی سی نظر آج  
 اندر سے عیاں میں ہستی ہی نہیں آنکھ  
 اس ماہ سے ہے وصل تو اندھیرہ دیکھو  
 کس نطف سے جھجلا کے وہ کہتے ہیں شہباز  
 دیدار طلب تو یہی ہے اور میں ہی ہوں زام  
 سب کچھ بڑے مقرر ہیں ماضیہ و با  
 یاد آتی ہے وہ رو کے یکسی مرے دل میں  
 قاصد کمر بار کے معنوں میں خط ہیں  
 آنکھیں مری نشے سے نہیں سہا سہا  
 سے طوبی جہاں یہ تپا ہے ترا اندھیر  
 و دوزخ کے بھی جنت کے بھی دروازے کھلے ہیں  
 کہتی ہے نفا طوبی ال دیکھ کے تجھ سے  
 اک طر ہوئی ہم ہیں تری یاد سے یہ ہوش  
 مانگی ہے دعا کس نے ابھی کہ کھلا ہے  
 پران بھی ہیں دیوانی اسی جھک پئی کی  
 کل کو ہے کچھ جیتے ہوئے بن نہ پڑی  
 تھی اس جن امیدیں سے بڑے لگی ہیں  
 وہ رو کے دکھاتے ہیں وہ تیسرا نگہ نار  
 نور شید قیامت کا بہت گرم ہے ہاندا  
 ہوتے ہیں وہ قسمت کن یہ ملن کچھ کروں

آنکھوں کو مری چوٹی ہے میری نظر آج  
 کہتی ہے عیاں دیکھیے گئی ہے کہ مر آج  
 کیا جگے ڈھن بٹی ہے پٹے میں نظر آج  
 شام آئی ہے یعنی ہوئی ساتھ اپنے سحر آج  
 غلام تری آنکھوں سے گئی نیست کہ مر آج  
 لیکن ترے گھر کی ہے وہ دن اور دگر آج  
 دیکھیں تو رخصت و عیادت ہو کہ مر آج  
 اٹھ اٹھ کے بھاتا ہے کسے در دگر آج  
 ڈرتا ہوں کہ تیری بھی نہ غائب ہو کہ مر آج  
 کچھ کچھ چمکا گیا ہے اور خون جگر آج  
 دن ساوے ناسخ میں ہوا دھڑکے مر آج  
 سے شان کرم جھکے ہے کیا ترے نکس آج  
 سلطان توکل زاد سفر کا ہے سفر آج  
 اے بھیری تھک ہوئی ہے چہرہ تن  
 آغوشیں تن کی مرع با سب افرا  
 آئی ہے پرستان سے اذکر خبر آج  
 لینا ہے سار کو تو نے زاد سفر آج  
 ٹوٹی ہوئی شاخیں جگہ دیتی ہیں خبر آج  
 ڈرتا ہوں کہ منہ سے نکل آئے نہ جگر آج  
 اے آنکھوں کی جیتا کر اے دامن تر تن  
 ساتھ اپنے لیے چل جائے شمع سحر آج

کچھ کچھ جو شریک آنسوؤں میں خون بگر ہے  
یا قوت سے رنگت میں مٹتے ہیں گھر آج  
کس غیر جو غور غشید سے ہوتی ہے حیاتی  
اڑے ہوئے کیوں خاموشی کی ہے سحر آج

بیٹھا ہے ایسے کسی بل میں مراد سخن  
دور کے جو آستارے مراد و بگر آج

جو کچھ سے رخ لائیں چاند سوچ  
اسی نومند کی کب لیں چاند سوچ  
سحر کو شام کو بھی یاد رکھیں  
نہ اتنا سدا تھا میں چاند سوچ  
ترے دُخاروں میں ایسی چمک ہے  
کہ لہجے میں بلا لیں چاند سوچ  
گزران کا جو تیری راہ میں ہو  
ابھی آنکھیں بھیا میں چاند سوچ  
ترے نعش قدم کا پاؤں رتبہ  
یہ کرتے ہیں دعا میں چاند سوچ  
فروغ اپنا جو اس سے بڑھ کے چلا  
تری جوتی میں آئیں چاند سوچ  
ترے چہرے سے لہجے جو گویا  
گہن میں منہ چھپائیں چاند سوچ  
وہ غمازہ ملتے ہیں آہ منہ پہ کہہ دو  
کہ غیر اپنی سنائیں چاند سوچ  
سپید و زرد میں اس رخ کے گئے  
ذرا آنکھیں لائیں چاند سوچ  
خدا کے نور ہیں سب بلیک اوروں  
کہان پہ نور پاؤں چاند سوچ

ایسے اس عارض روشن کے آگے  
گزر کر کیا سنائیں چاند سوچ

روایت جمجم فارسی

عاشق ابرو کی یون تصویر کھینچ  
اے صورتِ خلق پر چھو کھینچ  
میں کرے تو تسلیم انی بسا  
تا تو ان ہون یون ہری تصویر کھینچ  
معا لے دل ہے ترکہ دعا  
جنتی آہیں کھینچے بے تاثیر کھینچ  
میں کہان عشق کی شکر گان کہان  
دیکھ کا تہاں میں نہ اے تقدیر کھینچ

تیریں لے دل کہاں تک نہیں غم  
اُس عرق کو وہ رخ کے گلو صفات  
بڑھکے اُنے ہاتھ میں بول وہ زلف  
اُس ہان ناک پر عاشق نہ کر  
جلوہ گر مانی ہو رنگِ اعتماد  
عاشقِ احباب ہوں بسزا دین  
راہ پاکِ زخم سے بچنے نہ چور  
لے مصروفِ وہ دیکھے آئینہ  
قتل کی صورت اتوے دستِ شوق  
لے مصروف ہے تری پردہ حسن  
کیا حیا ہے کہتے ہیں مانی سے وہ

تو بھی ناک کے صورتِ زنجیر کھینچ  
اُسے قلمِ حیرانِ تصویر کھینچ  
ایک ایسا نالہ شہگیر کھینچ  
یوں شکنجے میں لے تقدیر کھینچ  
میری اسکی ایک جا تصویر کھینچ  
رنگِ صحبت سے مری تصویر کھینچ  
بہر رنگ قاتلِ جودل سے تیر کھینچ  
پاکے موقعِ عکس کی تصویر کھینچ  
اک ذرا بڑھ دامنِ شمشیر کھینچ  
کھینچنی ذلت جو ہو تصویر کھینچ  
کھینچ پردہ رخ چہب تصویر کھینچ

دولت عجبے اگر جا ہے ایسے  
دستِ دل سے دامنِ شمشیر کھینچ

منبت قاتل نہ احسان کہاں دیکھ کھینچ  
تیر کہا کر شکر کرنا لے نہ اوٹھ کھینچ  
بھگو جو تیرا تصور تجھ کو ہو ہر احوال  
جانِ خاروں میں سے بچا کون جھٹا کون ہے  
سامنا دیدہ سے ہے کیسا غصہ نہ  
ہو کہ پانچ بھیت بندِ غم سے چھوٹ جا  
قتل گر میں کچھ مرے قاتل سے بن پڑا نہیں  
چارہ گردِ تیر دردِ عرق چھپے سوچنا

پاؤں سے اپنے گلے پر آپ ہی شمشیر کھینچ  
سر جھکا کر از قاتل کے دشمن کھینچ  
میں تری تصویر کھینچوں تو مری تصویر کھینچ  
یا را بھی کھل جائیں گے جو ہر ذرا شمشیر کھینچ  
لے دل پہند جب کھینچ آہ پر تائیر کھینچ  
ہاتھ دینا سے پیکرِ بانی میں زنجیر کھینچ  
روکئی ہے شرمِ تہمتی ہے او شمشیر کھینچ  
خطِ رو تو پہلے بالائے خطِ تقدیر کھینچ

ایک ن تیری بھی یوں ہی کمال کھینچی جا سکی  
 ہاتھ میں اس دست کے تھلائے پر سنبھلے  
 سبز کا خطا سکا دکھلا کر نہ دیوانہ بست  
 بارہ خواروں پر عنایت چاہیے پیر مغان  
 ہند کی مولیٰ کی کیسو ہو کے کرنا چاہیے  
 تیر کیسو کی درازی کا ٹھکانا ہے کہیں  
 جمیل کرمان سلسلہ کیسو سے رکنا ہے اگر  
 تیر پڑے ہیں جگر پر بر چھیاں دل پر مرے  
 گشتہ فرغانہ ہوں مانی ہاتھ سو رکھتے علم  
 ساتھ پیکان کے پشت کر دل کی گئی لئے کہیں

پوست آہو کا ندے صبا دہو گیر کھینچی  
 چشم بیگون میں فدا سرے کی بھی تھوڑی کھینچی  
 بیکٹہ ہوں تجھ کا ٹون میں اے تفسیر کھینچی  
 ان مردوں کو بھی پسند نہ ہیں ای پر کھینچی  
 لے مصلیٰ ہاتھ دنیا سے دم تکیہ کھینچی  
 اس کشش سے اتنا ہاتھ کا تیر تقدیر کھینچی  
 قید زندان سے نہ گھبرا صد مہ زنجیر کھینچی  
 بار بار اہن شامے کا صد دم تفسیر کھینچی  
 کچھ کے تو ذک فخر سے مری تھی کھینچی  
 دیکھو ادا عالم فدا آہ سبھی سے تیر کھینچی

روئے اپنے حال پر جانی جوانی میں امیر  
 رات تھوڑی رہ گئی ہے نالہ خلیج کھینچی

رو یفت جائے خطی

چلتے ہی گزری ہیں دم کی طرح  
 حلقہ اسان سے ہوں میں شہر و خلق  
 قصد سفر ان کا ہوا منجھ مرگ  
 ناز و لے کرک ہوں میں سخت جلن  
 دیکھیے جب سیکہ سے میں ہے بند  
 عشق میں مرکز مری ہو گی نمود  
 سری غم عشق میں پیا کیے  
 ہوں وہ سب دزد چلوں جبرن

ٹھہرے کہاں نقش قدم کی طرح  
 نطق خوشی ہے قلم کی طرح  
 گھر سے دھٹکے مرے دم کی طرح  
 خون نخت نہیں دم کی طرح  
 دسب سب دوست کرم کی طرح  
 نام نکل جائے دم کی طرح  
 ہاتھ راسدہ ہے علم کی طرح  
 شام بھرے ساتھ قلم کی طرح

منصف ہے ایسا کہ زمین گیر ہے  
 دیر میں ٹھہر دو تم اگر دم کے دم  
 پان بجے ہیں تو غیروں کے ہاتھ  
 ہوں میں دو تم دو سکتے جسکو عزیز  
 راہ ہے کہجے کی راہ کو سے یار  
 حیف کہرتے ہیں مجھے ہم سفر  
 نذا محبت سے ہوں میں ناتوان

سایہ مرا نقش قدم کی طرح  
 صاحبِ حرمت ہو حرم کی طرح  
 عطف وہ کرتے ہیں ستم کی طرح  
 برقی غضب ابر کرم کی طرح  
 سجدہ کٹان چلیے قدم کی طرح  
 چہرہ گئے نقش قدم کی طرح  
 ہے یہ بھوا بیٹنے میں دم کی طرح

بیٹے ایسا کہ کسی گلی میں جو ہم  
 بیت کے اُسے نقش قدم کی طرح

مژہ بھی کرتی ہے بل ابرو بتان کی طرح  
 مژہ یہ ذوقِ شہادت کا ہے کہ لے گا دل  
 یہ طعنت عقلِ الفت میں ہے شہادت کا  
 نویدِ وصل ملاتی ہے دنگے داغوں کو  
 یہ میکرہ ہے کہ کوئی طلسم ہے ساقی  
 فراقِ یار میں دوبا جو میں تو غمِ اس کا  
 بل ابرو دن پہ ہے اشد ابرو کہ لے  
 جو تیرے مسافر وہ پہنچے منزل پر

ستم ہے تیر بھی چھنے گئے کمان کی طرح  
 زبانِ تیغ کو چھ سون تری زبان کی طرح  
 ٹرپ بھی ساتھ چلے عمر جاودان کی طرح  
 بہارِ روشنی ہے بارغ کو خزان کی طرح  
 جو آئے پیر کی سورت گئے جوان کی طرح  
 لپٹ گیا دہنِ معشوقِ مہربان کی طرح  
 کہجے میں خود بھی وہ شمشیرِ امتا کی طرح  
 میں اُنہ کے جیسے کیا گرد کا دانا کی طرح

کھایا ضبط لے کھونا کہ تنگ کے امیر  
 نکل گیا مرے بیٹے سے دمِ قتال کی طرح

ہے دل میں مٹی آپ کا اگر کے گمان  
 میں انکی نہاتوں کا تو نقصان مرا کیا

سمجھاؤں گا ایسا کہ سمجھ جائے گمان  
 میری جو نہانے گا تو بچ جائے گمان



دو چار گزری میٹھے کے اٹھ جائے گا نام  
چر میرے سر انگھوں پر جوڑے گا نام  
کہدو نگاہے کی مین تو پتے گا نام  
اتنا ہے مجھے دھیان کہ مل جائے گا نام  
بیکار تو مجھے نہ رہا جائے گا نام

آتا ہے مرے پاس تو اتنے دندرو کو  
پہلے اُسے دیکھ آئے یہ کہنا مارا نے  
کہدو کہ نہ باتوں میں مری مشاخ نکالے  
سُکھ میں نصیحت نہیں لانا جو سارا  
رونا جو میں چھوڑ دنگا تو ترپوں گا ستر

آیا ہے اگر محبت زندان میں تو بیٹھے  
گھبرا کے امیر آپ ہی اٹھ جائے گا نام

روایف خا کے مجھ

ایسے بھی نہ ہو گئے بنان رنگ شوق  
پھیکا گھون کارنگ تبارا ہونگ شوق  
دیکھو تو کس قد ہے یہ بے غم رنگ شوق  
یا قوت آہار سے جکا ہو رنگ شوق  
میدان پا کے لہو ہوا یہ سرنگ شوق  
کھتا ترا مزاج ہے لے غانہ جنگ شوق  
منہدی سے تیری جیر کہو کا ہے رنگ شوق  
کیا فائدہ غما ہو جو چہرے کا رنگ شوق  
کیا دمٹ ہے جو کہ تیرا رنگ شوق

سچ جند کہو نہ منم شوق رنگ شوق  
آئینہ دیکھو جاتے ہو کیا سیر باغ کو  
ناگھا جو دسہ میں نے جلیسوں سے یہ کہا  
ساتی خراب سرخ وہ مجھ مست کہلا  
سمنوں جو سو جھٹنے لگے اُن نے لگا قلم  
مگر دالوں پر بھی ہوتی ہیں ہر وقت چھتیا  
ہے رنگ ہاندہ منارو دیو اس میں انگھیاں  
معتوق وہ ہے جسکی طبیعت بھی شوق ہو  
بینش پہ ناز شیخ کو عینک سے ہے عبت

کچھ کی یہ غزل تو نہ تھی لیکن اے امیر  
میں کیا کروں ہے میری طبیعت کا رنگ شوق

روایف وال مہکمہ

ہم ہیں خوشی ہیں سلسلہ دیلہ پسند

ماطلوں کو رہے آبادی کا شانہ پسند

نقشہ گزین سے جو سن لی ہے کہانی میری  
 جان ہی خالص پر پروا فون نے گر کر سر بزم  
 مسجد و عورت و خدمت کو مبارک زاد  
 نکلے سائے اس شون کے جتنے تھیں  
 دل کو کیا عطف جو مستحق بنو گر ما گرم  
 آجے پادشاه کے کافی میں مجھے چشمہ زین  
 و دوزخ و گھمراؤ کے میں تیز کہانی حدت میں  
 آئندہ جان کے نالو پہ جگر ہی اس نے  
 مر گیا میں تو حسینوں نے بھی کی زمین شک

انجلیان کا زون میں اب جیتے ہیں انسان پسند  
 ایسی آتی ہے میں بہت مردانہ پسند  
 ہجو ہے بزم سے و شہ شہ و چاند پسند  
 حسن پرین کا کرے اب کوئی دیوانہ پسند  
 شمع خاموش کو کرتا نہیں پروا پسند  
 تلخ سلطان کو ہے گو صبر کیا پسند  
 کہو کعبے ہی کی مانند ہے تجھ پسند  
 جانتا دل جو مرا تو کبھی کرتا پسند  
 رخ کو آئینہ ذاب زلف کو ہے شانہ پسند

سپتہ مصنون تو پسند ہے میں عالم کو  
 ہے وہ شاعر جو کرے سنی بیگانہ پسند

تو کہ پسند کس کی ہے شہ خوب پسند  
 حب کو تر پسند ہے شہ ماہر پسند  
 آتش سے جوش ناز و عافا بزم یارین  
 تنہا دکھا کے کچھ ہیں وہ بات بات پر  
 آؤ جو بیوے قتل کو اتارے سوانا  
 میری رحمت مانی ہے کروا کر قبول  
 ویکسوں کو میرے یار کے کیونکر بناو ہو  
 نوز و شکست بھی ہے جو انجام کمال  
 و حسن کی کاک ہو گدا رنگ گل  
 ناہنگ گلاہم سے مسمی و نہ کو نہ دیکھ

تجو عدد پسند ہے مجھ کو ہے تو پسند  
 عالم پسند وہ ہے کرے جبکہ تو پسند  
 پس پس گیا ہے آج دل آرزو پسند  
 ہجو تو اس بان سے ہے گستاخ پسند  
 نادر جگر پسند ہو خیر گلو پسند  
 میری نماز سے ہے نہ ملو پسند  
 وہ دشمن آہو کا ہے میں آہر پسند  
 سنی کے چھری میں آتی ہے تو پسند  
 ہے چاک پر سن میں لیکن تو پسند  
 کیا جانے اس کریم کو ہو کہ تو پسند

اہا ہے جب دل جو ہی جان سے عزیز  
کھل کر کہو کہ بوسہ کیسوں دیکھے ہم  
بیل شاہ گل پہ ہے پرمانہ شمع پر  
پیدا کیا ہے حسن نے دولت کا خاتمہ  
سب آفتون سے چھو گیا کہ ترک کیا

یہ تو ہے کوہے جامہ روغف کی پوشیدہ  
یہ الجھی الجھی ہو کہ نہیں گنت گو پسند  
دوسے کو مہر ہو کہ وہ ماہر پسند  
وہ کون ہے جہان میں نہیں ہو کہ پسند  
کیونکر ہو مجھے دل بے آرزو پسند

دن رات ذکر شمع و سخن سے ہے کام میر  
باتیں ہی پسند ہی گفت گو پسند

جس دن سے اس غریب کو آیا ہے تو پسند  
ساتی ہے دست رز سے زیادہ عروس کن  
عاشق کو فرج کر کے وہ خیر ہو کہین مست  
منہ دیکھے کا ہے اس فقط شکل آسنہ  
یہ جنگ بڑا جہان و ہن ہر یا بسا ویا  
کچھ ترین کوئی جمع کے نہ بیٹھے ہائے پس  
کیا تجھ کو سزا باغ دکھا تا ہے آسمان  
دل سے ترا جگر ہے ترا جان ہے تری  
بھر جہان میں گوہر پکارتا ہے میری ذات  
اشد ہے پاس خاطر اختیار یار کو  
لے دل خدا کے واسطے اب میری جان چڑھو  
ہم چاہیں دل لے وہ طاقتے نہیں ہیں نگہ  
سو آفتین ہزار بلا میں تسبیح و تہن  
ہم بے زبان یار ہمارا زبان دہان

ہے کس غیب میں جان دل آرزو پسند  
کیا بھینی بھینی اسکی ہے مست کو تو پسند  
خونخوار کو ہے سے سے نواہ لہو پسند  
کرتے ہیں دل مراد مرے روبرو پسند  
ساتی مجھے ہے ہر دست سہو پسند  
اکھڑی ہوئی یہ ہو نہیں گنت گو پسند  
خفاقی سے ہون میں نہیں خالی شو پسند  
ہرگز نہیں درج کرے جسکو تو پسند  
اس تھوڑی سی لب چاہے آرزو پسند  
لایا ہے قتل و دست کو خیر عہد پسند  
تھکو نہ میں پسند نہ محب کو ہے تو پسند  
وہان جام سے دریغ بیان ہے شہ پسند  
منہ اس کا نہ دیکھے دل آرزو پسند  
یان خاشی پسند ہے وہان گفتگو پسند

بے فوق عشق دینا دل دونوں پہنچا  
نہ کہ کو گریہ وقت عبادت ضرور ہے  
بھلے جو پیش یار تو آفسو بہا ہے  
خانی تنہا پسندے خالی سبہ پسند

بے نکستوں کی جان تو نکلتے میں امیر  
خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھو پسند

سید کا دم صاف ہو گیا نگر عدو پسند  
تھے امیدیں کہ وہ ہے گفت گو پسند  
کرتا ہوں پیار غیر کو بھی میں تری طرح  
آنکھوں کو میری آنکھ سے تو روئے یار  
افتخار ہمارے عشق تو کا تین زبان مسم  
چھوٹے بڑے پہ کچھ نہیں موقوف ساقیا  
رواۃ میں کر چکا وہ کیا خاک فیصلہ  
خاک لحد ہے ایک روان کی طرح رواں  
شکر خدا کو اب ہوئی امید قتل کی  
ہے تو ہی شرقی و غربی جنوب شمال میں  
میکش وہ جن کا ادھ ہے اپنا دل دو طرح  
دونوں میں دل شکستہ توڑ کر کچھ فداست  
آداں ہے قبر سے جو ہیں جسے مناسبت

آئینے کو کہے نہ کبھی رخت رو پسند  
بھگو ہے درو آید لا تقص نہو پسند  
وہ بھی پسند بھگو ہے جبکہ ہے تو پسند  
کا خون کو میرے ہے تو وہی گفتگو پسند  
مستون کی طرح بھگو نہیں نا و ہو پسند  
میکش ہوں بھگو غم کی طرح ہے سبہ پسند  
ہے جبکہ طوطی قصہ تیغ و گلو پسند  
مرنے کے بعد بھی ہے تری جستجو پسند  
منہ می کے بے لگا ہے میرا لب پسند  
کیوں سچا غل کعبہ نہو چار سو پسند  
ساغر ہے مہر کا نہ خاک کا سبہ پسند  
ٹوٹا ہوا کسی کو نہیں ہے سبہ پسند  
میلے آئے پسند ہے بھگو ہے تو پسند

تحریر دوستوں کی نہیں معتبر امیر  
اچھا ہے وہ کلام کر۔ سو جو عدو پسند

چاؤ و قن میں دل کو کیا سب گناہ بند  
اگلی مستور کر چو۔ تیرے میں فان واد و بند

اپنے چہرے پر  
راہی میں صبح و شام  
اُس شاد حسن کا کوئی دربار کیا  
بار بار نے یہ پیٹے ہیں برگ گل

ناب بھی میکے کی طرف کیا چلے  
قت سے ہے امیر در خاقان ہند

مشاط کیا ہے آنکھ کا بھی سلام بند  
کرتا ہے غیر آپ سے ہر گوئی ان مری  
گھر لکے رند جانب دوزخ چلے گئے  
دور رشود کشادہ اگر بسہ شد در سے  
سجہ میں جا کے بیٹھ رہا سے فردش کیا  
چٹوٹے جواک غم سے بھینسا دہم میں ہم  
لازم ہے ہرگز یہ بھی دل کی کشادگی  
ساتی کے ہجر میں رہے اذیت خسار کی  
اسے اجڑ چشم کچھ تو برسے میں لڑکھی

سرکار حسن کا نظر آتا ہے کار  
کچھ دنوں تو متہ حلیوں کا ہر لاکھام بند  
پایا جو باب روئے دارا استقام بند  
رہتا جنین کی کا زمانے میں کام بند  
کیا دھڑکیوں دکان ہے ٹوٹی تمام بند  
جیسے نفس میں ہوئے ہیں مرغان دام بند  
آنکھ عرق کہاں سے آگر ہوں سام بند  
دل کیا کہو شتہ میں ہیں کے تمام بند  
ہے کار و باہرستی خدا کا تمام بند

ساتی و نیم عیش ہے تن کے امیر کی  
ہو شام سے صبح تک دہر جام بند

رد لعل وال نقب

ہمو کے اس لہر کو ہے جھوکھی شایان گھنڈ  
کونے ہیں شیریں جیسے میدان گھنڈ

وان گھنٹہ

جو جگہ پر نینان گھنٹہ

جس سے مراد کرتی ہیں نینان گھنٹہ

اس سے جو گریبان کرے علیحدہ دامن گھنٹہ

کرنا ہے دست پہ کیا مہر کا میدان گھنٹہ

کرنا ہے نینان

ہے جو امیر اس قدر مہر کے دن جیغ

تیری حمایت پہ ہے بے خبر مردان گھنٹہ

### روایتِ ذال

بازوہ دون کہہ کے مین بازو پہ نظر کا تنوید

ایک اور کار کا تو بنی ایک اور کار کا تنوید

ہاتھ مین کیوں ہے یہ پٹا بوس کے پکا تنوید

یہ گھٹکی ترے نیکی ہے وہ سر کا تنوید

یہ نکلا ہے غیب در جب سر کا تنوید

اک ذرا بھی کہیں بازو سے جو سر کا تنوید

چاہیے روز نیا ایک نظر کا تنوید

دراغ دل نہ کہے ہوا درو جگر کا تنوید

چشم بندوق کھلا خوب ہی سر کا تنوید

مہر و سر چاہتے ہیں دیکھ کے بازو تیرے

لوٹ دینا کیسے منظر نظر سے صاحب

چاند کچھ مین کہے عقد تر باکی ہے

آنکھ دکھلاتے مین دو دیکھ کے جگر بیتاب

پھر غلامی گئی مشاد کہ بازو سے کسر

چشم بندوق ترقی پہ ہے جو مین اُن کا

مرگے معشوق مین ہر رنج سے راحت پائی

جسکی تاثیر ستان کے دل مین ہر اکیر

نقشِ کمال ہے نہ کوئی اثر کا تنوید

یہ کھنسل پڑا ہے کسی گھنڈا کا تنوید

نینان ہے غنچہ عروس پس پہار کا تنوید

یہ ہے مرے مرض انتفسار کا توفید کہ خفا جام جو میرے بخت ار کا توفید نکلیں گے آنکھوں سے میرے غم ار کا توفید اثر دکھائے الہی مسدار کا توفید تہاری چوٹی میں ہے کس پیار کا توفید کہ ہے یہ میرے دل بختسار کا توفید	لمون نہ آنکھوں سے کیوں آنکھ دکھایا ہو پہیوں جو ہے مرض غم جو دور سے ساقی اثر دکھائے گی الفت پس فنا تو حضور کبھی تو فاقہ پر پہنچے یاد عمری وہ اتھار میں چمن میں برباد تو زکس دکھائے آنکھوں سے خطا نکھایا ہے دکھ لوں میں اپنے سینے پر
--	---

گیا جو یہ تو بلا سے ایسے وہ تو

رہے گا دل کی جگہ دست یار کا توفید

روایت اس کے مہملہ

سُرخ روشنی کی تپا ہے تو سر پہ سدا کر ہے جو عاشقِ دلِ معشوق میں مگر پہ سدا کر بکھیر گئی کی طرح شوقی سفر پہ سدا کر آہ و اتنی تو اسے دیدہ تر پہ سدا کر تھکوتا ہے پر نیا تو پتر پہ سدا کر شوق دیدار اگر ہے تو نظر پہ سدا کر سے ٹھک آؤ میں اتنا ہی اثر پہ سدا کر پیش ہے تھکوتا سفر پہ سدا کر پہلے کچھ نہ اندازِ حسیں جگ پہ سدا کر جب میں جانوں کہ شبِ غم کی تھک پہ سدا کر دل لگا ایک دوا لا کہ جب پہ سدا کر	تیرے کمانے کی ہوس ہے تو بگر پیدا کر کہ کہن کو کہنی شہیدِ عشاقِ نہیں نگ جا ہے اگر س باغ میں آقا دی کا قلعہ افک بے گہر گوشتِ جانان اڑ چلے گا بھی لے یار دما بال تو کھول کوئی جا ہے جہانِ جسدِ معشوقِ نہیں میرے ہی دل پر گہرے کاش یہ بجلی نگر آخرت میں عمل نیک ہی کام آئیں گے عشقِ حسیں نکلیں کا جو اٹھانا ہے مرا اپنی گردش پر بہت ہے تجھے لہجہ گستاخ فدے سے الفت کے اٹھانے میں الفتِ مشک
--	--

معتقہ بازی کا اگر جھلار تھا ہے ایسے

## دل جو ہے کا تو چہرہ کا جگر پیدا کر

وہ درد ہے عمل آفتاب سے باہر  
وہ دوہین ہیں نہیں تنو کو جواب سے باہر  
نہیں کتاب کا مطلب کتاب سے باہر  
کسی طرح نہیں ذریعہ حساب سے باہر  
یہ لہجہ دین تو ہے ہر حساب سے باہر  
محال ہے کہ مگر ہو آب سے باہر  
مرے گناہ ہیں زاد حساب سے باہر

جو دل ہے حلقہ ہریم شراب سے باہر  
سوال کرنے نیکیر بن شوق سے آئیں  
خدا کو دل ہی میں ڈھونڈو اور ادھر ہر پھرو  
شریک ہو کے رہے یا الگ بنا سے مگر  
جو ہو سے دیکھے حسین پھر لب تو دہونے ہوں  
یہی ہے الحک کا طوفان تو مثل تغیر حساب  
ڈرے حساب کے دن سے تو تو ڈرو بجھ گیا

ترپ ہی جائیں وہ گھر میں گردن جو ادا میر  
اکل کھڑے چوں ابھی اضطراب سے باہر

کونسا گل ہے نہیں جزیبہ ادا ان بہار  
کس قدر روشن ہے یوں کے شب تاباں  
قاضی و ملتی درازدب گھروں میں چھپ ہے  
نفس کے دور سے جو ہیں اس دست گھوڑی  
دونوں عاشق ہیں مگر ہے عشق میں البتہ فرق  
ایر پر آستان حکومت سبیل تسخیر ہوا  
تازگی ہر رخ ہے جاتی رہی افسردگی  
زمن جہل سرودہ مخمبہ دہن ماضی سمن  
گوہر شہزاد شبنم قدر رنجی ہے صبا  
نئے فرشتوں کے کہو گھنچن دو اکوری خرا  
افغان کا نٹوں کو سکھار کہ کہنگام خزان

کونسا گل ہے نہیں جزیبہ ادا ان بہار  
کس قدر روشن ہے یوں کے شب تاباں  
قاضی و ملتی درازدب گھروں میں چھپ ہے  
نفس کے دور سے جو ہیں اس دست گھوڑی  
دونوں عاشق ہیں مگر ہے عشق میں البتہ فرق  
ایر پر آستان حکومت سبیل تسخیر ہوا  
تازگی ہر رخ ہے جاتی رہی افسردگی  
زمن جہل سرودہ مخمبہ دہن ماضی سمن  
گوہر شہزاد شبنم قدر رنجی ہے صبا  
نئے فرشتوں کے کہو گھنچن دو اکوری خرا  
افغان کا نٹوں کو سکھار کہ کہنگام خزان



کیون نہ کہیں شاد ہے ساج میں شاخیں مین  
برگ گل سے قطرہ شبنم گراتی ہے صبا  
سے گلین لاد تو آفران سے فرمان بہار  
کیون نہ لوٹے دل جو دیکھے در غلطان بہار

جویش گل سے ہے یہ اذنان فرخ باز ماہی کیر  
کوڑی کوڑی بکے سے ہیں ماہ کشتان بہار

تتو دل خدا سے صاحبِ فرانِ رامپور  
بالا ہے تاف سے بھی کہیں لُحانِ رامپور  
خازنہ بنائیں لے کے جو پائین تباہ چین  
محبِ خرامِ ناز نسیم و صبا نہیں  
گلپان میان کی بلوغِ ارم کی ہیں کیا ریان  
ہر گیس کے چول گرد یہ انگور کے نہیں  
آفتابِ گلستان کی ہے شستہ بہار پر  
کوئین کے مزے میں بشر کو بیان نصیب  
آبِ نیک کو مٹی ہے انگور میں بلبلِ جگہ  
چکر میں بے سبب نہیں دن رات آسمان  
شہناکی باہم سے نہیں آتی ہے یہ صدا  
سائے یہ فرطِ نور سے عالم ہے دھوپ کا  
بہولین گئے غلڑ میں بھی شاخ کے ادا و ناز  
لائے بہنیں خیال میں شانِ دہر کو

ہے رامپور جہم وہ ہے حبانِ رامپور  
زلفِ بری ہے سائے ایوانِ رامپور  
رنگِ شکستہ چمنستانِ رامپور  
گلگشت کر رہے ہیں حسیانِ رامپور  
رضوان ہے باغبانِ گلستانِ رامپور  
ہیں و خبِ رز کی تاک میں مستانِ رامپور  
زلفِ ثبوان ہے خواہر پریشانِ رامپور  
دونوں جہان سے سیر ہیں مہانِ رامپور  
اندھ چشمِ بد سے گھیبانِ رامپور  
کر رہے مہر و ماہ کو مستربانِ رامپور  
زہرہ ہے آسمان چشنا خوانِ رامپور  
ہے آفتابِ شمع ایوانِ رامپور  
یاد آئیں گے وہاں بھی حسیانِ رامپور  
حصارِ بارگاہِ سلیمانِ رامپور

حصانِ سیر کو بھی لے خوانِ خود سے

مہانِ نواز یہ بھی ہے مہمانِ رامپور

موسمِ گل میں کروں کیا میں خزانہ بھر کر

بادِ سرخِ بیون ساغر و مینا بھر کر

دل پہ ہے بجز محبت میں جو دم غم و داس  
بازدہ دین عشق کے بازو پہ یہ اچھی بوجھ صلاح  
فصل گرمی کی ہے رکھنا نہ گرمی میں قاصد  
حسن کی نذر کو پھولوں کی لگائی ڈالی  
ساقیا غم کو بے باور مجھے گھر سے ہیں  
حال کیا پوچھتے ہو میرے دل پر خون کا  
مکھیر خون پر مرے سائیکے کرتے ہیں وہ تہر  
نشہ دولہا دینا ہے تمہارا عقوبت  
عطر تھنے میں نہ بھجوا مجھے بھیجو کسی دن

خون ہے میٹھا نہ جائے یہ سفینا بھر کر  
دل کے تھوڑے میں ہم نفس دھینا بھر کر  
حرف مکتوب نہ مٹ جائیں پسینا بھر کر  
عشق نے دروغ الم سے مرا سینا بھر کر  
چند روز اور بھی حسی کا مہینا بھر کر  
دیکھ لو باور گلزار نگ سے دینا بھر کر  
نعل جو خون میں چھبے گا گیتا بھر کر  
مسک شمع میں عبث در سے خزینا بھر کر  
شیشیوں میں گل عارض کا پسینا بھر کر

مست بخانہ غم کب نہیں رہتا میں امیر  
خون چسکوں میں ہمیشہ بگھے پسینا بھر کر

آباد وہ مرگان سے ہیں ناوک خلق پر  
نامح نہ زبان کھول مری طعنہ زنی پر  
ہر آئینہ تسمان سے نصیوں کو ہے حیرت  
گلشن میں بہار کے کرے گرم تو بازار  
آب کا نذر صبر و تحمل کا نہا ہے  
ساقیا اپنے جوتے پھینکے بھی وہ سفر میں  
بارا مجھے اُسے ترے لب یاد و لا کر  
آیا ہے شہیدوں کی طرف دیکھو یہ خلق  
یوں اور حسین دیکھ رہے ہیں ترے رخ کو  
پسینے فکاکہ دون نے جو محتاج کی چادر

منہ ترون کا برے گا غزال نعتی پر  
عاشق ہے خدا بھی تو رسولِ مدنی پر  
حیران ہیں کیا سخن اس بیدہنی پر  
ز یاد سے بیٹھے ہیں تو بے شکنی پر  
بازو تیرے غم سے نے کمر داہرتی پر  
قصر بان وطن ایسی غریب الوطنی پر  
نابت ہے مرا خون عتیق یعنی پر  
کیا بازو نہاں سے تری گل برینی پر  
محتاج کی جسطرح بڑے آنکھ خلق پر  
ڈالے گا یہ کینت مگر قہر غنی پر

چھو جائے ہوا بھی تو تن صاف ہو سیلا  
 زیادے کچھ لطف نہ محنت کا اٹھایا  
 سیادے دے رنج اسیرانِ نفس کو  
 کیا خط کا جواب اسے نقلی سے دیا دام  
 ہے قطع یہ جا ستری نازک ہنی پر  
 پتھر کے تلے داغِ رحا کو کہنی پر  
 کر جسم غریب کی غریب الوطنی پر  
 بھیجا سرِ قاصد مجھے نیز سے کی اتی پر

کیا رتبہ ایسا سکھلا عشق پہ پہنچا  
 سر دیکھا کھکا پاسے رسولِ دینی پر

عجب ہے جو سرکش ہیں بیزار دار  
 میں جس قاصد کو دون اپنا خط شوق  
 عیبِ با قول مہنچ کر دار پر بھی  
 رٹاتے ہو مجھے اس آتہ کھدو  
 جہان میں وہ شادی ہو تو دولت  
 کہاں تک شورش ہو وہ اکِ دل  
 تھو دگیو کا ہے عاشق سے ایسا  
 کہ ہے سر بہ زمین خالی مگر دار  
 ابھی وہ صورت طائر ہو پر دار  
 کہیں غصہ سے ہوتے ہیں سر دار  
 کہاں پاؤ گے ایسا ناز پر دار  
 نہ ہنستے گل اگر ہوتے نہ زرد دار  
 کوئی نال تو پسیدہ کر آخر دار  
 رشتہ بر بیانِ رشتہ ہے دار پر دار

ایسا اس قاصد کو زون کے آگے  
 چمن میں سر داتا سے نظر دار

دل آبرو پر فدا ہو صفت کا الزام دلبر پر  
 غریب عشق و سکون تاک میں ہیں چشمِ ساقی کی  
 دکھا کر آنکھ قاصد کو صنف نے کر سیا بندہ  
 دل بیتاب عشق جا کے ٹھہر اکو کاں میں  
 نہیں بیگرمی سے سلب جہان پہ بچھائے  
 شہید تیغِ قدیر ہو کر اس قدر ترزا  
 گلا شمشیر کا تھے خون ہو جلاو کے سر پر  
 تھانے کے شرابی آگے دن ایک سا فریہ  
 خدا کی خان دیکھ چل گیا باد و میسر پر  
 سیاہی نے کر کوئی بیٹی پکا اپنے بستر پر  
 آت کر رکھ دے ساقی نے ساغ خوش کو تیر پر  
 کر آؤ کہ خون کی جھیشیں پرین دلائی بخش پر

یہ شوق نامر رہے انتظارِ خطِ جانان میں  
گڑے مڑے کھینچے جانیں گے پھر وہ کاری  
سیکاری سے جی بڑا نہیں پرشتم آتی ہے  
نہیں پر جو جوہر سے شاد بنجے کے ٹانگے  
مجھے بھی کوئی پورے لبِ خیرین کا مساتی  
جواںسِ قیسِ دل سے لکھائے کا جواب ہے  
لگائے گا وہ سہاگم میں کس کے دکھانیکو  
وہ مست آئے تو کیش کیا میں جس مست ہو نہیں  
راضی دہر میں ہر اکبیل ہے طائرِ چشتی

پھر کج جانا ہے دم آوازِ پروازِ کبوتر پر  
نہاے ہر کے جھگڑے تھڑپہ میں دھڑپہ  
کبلان تک جو جھگڑے کانیبِ عدل کے سر پر  
دوانِ زخم کا پھر دات ہے قاتل کے خنجر پر  
جہاں میراب میں پیاسا کھڑا ہوں نہر کوثر پر  
نقدق کر کے چورون سیکڑون پھونکے تر پر  
ہمارے دم دکھائے قاتل بازِ خنجر پر  
مراچی پر مراچی خم پہ خم غنچہ سافر پر  
کراپنا امشبہ خنجر میں ہے قیس کے سر پر

امیراب دوسرے کو اس جہان میں کیا توقع ہو  
برادر کو نہ آیا دھم پہ شرف سے برا در ہو

وہ بگڑے جب لیا بوسہ جھگڑا کر  
گئے وہ ہم سے میرا ری میں ذکر  
اہل نے سارے جھگڑون کو چھڑا دیا  
وہ کشتہ ہون جو قاتل نے کیا قاتل  
جیا آتی ہے کیا منزل پہ جاؤں  
یہ جنگِ زرگری دہر پر ہے صلح  
وہ مجرم ہیں نہ رضوان بھی اٹھائے  
جدا سر ہو تو اپنا درو سر جائے  
کونین کیا گیا زانفت نے جھکائے  
نکیرین آسے ہن تربت میں ناحق

شکستِ فاعن ہی قسمت نے لڑکر  
طبیعت اب نہ پہنچے گی گھوڑ کر  
خراغت مل گئی تربت میں گھوڑ کر  
ہزاروں پیر سے دیے آکر  
کو کاٹنے روکتے ہن پاؤں چوکر  
ملا دیتی ہے دل کو آٹکھ لڑکر  
درجبت پہ ہم سہیلین جواز کر  
کرن کیا درو سر سندل رگڑ کر  
ہوئے ناسرد دل میں داغ چوکر  
لے گا کچھ نہ بھلس سے جھگڑ کر

جوا بادی ہے دیرانی ہے آخر  
کیسے جاتا ہے دل سے عشق و محبت  
غلت آدم کے ہم خلدارِ ستِ آدم  
فراقِ یارینِ نعت ہے سے سے ق  
کہان آیا ہے میرے پاس شیش

ہوئے جنگلِ ہزاروں شہرِ آج و کر  
کھلتی ہی نہیں یہ پھانس گرا کر  
کبھی یطین گئے ہزاروں سے بھلا کر  
اگ بٹھا ہوں ساتی سے بگڑ کر  
کھالو بھی اسے گردن پڑ کر

امیر اک شہرِ ناپرسان ہے وہ بزم  
وہاں تم کیسے بناؤ گے بگڑ کر

ساقیا ابراہیمی آیا حسین بنجائے پر  
وہ حسین تو ہے کہ پر یوں کہی سے مایوس ترا  
شکلِ حیدر کی نہیں صورتِ انسان کیسی  
کیون مرے سر پہ ہونو فرشِ پاکا احسان  
جی میں ہے شیخ ویر میں کو کماؤں ویر یار  
ہے عجب حالِ بیان کوئی سمجھتا نہیں کچھ  
فردِ تقسیم کی ہے مزرعِ امتاقِ حسین  
عالمِ دل میں وہ عشاق سے اپنے اس طرح  
میسے کہتا ہے گو گیسو نہ چھوڑاؤں بُت کے  
دلِ خدا سے جسے وہ داریج بھجے سول  
آتشِ غم میں جو ہم جلتے ہیں پروا نہیں کیا  
ہر دن میں مہلِ غنا کہ تھنار میں گل  
سے دی دستِ تجو جس سے محبت ہو جلتے

کیون قریحِ نوح گریے نہ سہیں چائے پر  
سایہ کرتی ہیں پردہ سے تھے دیوانے پر  
کچھ عجب عالم ہو ہے مرے دیرانے پر  
باجر پڑ جائے جو بیاختہ اس غنائے پر  
ماز کبھی پائے ہے اسے بُتھانے پر  
لاکھ اجڑاں کو کہوں رنگے میں بیگانے پر  
نام ہر ایک کا کھسا ہے ہر اک دانے پر  
جیسے حاکم کی نظر رہتی ہے نذرانے پر  
مارا خدا کی ناصح ترے سمجھا نے پر  
عشقِ مہل پر ہے سو خوف نہ پوچھا نے پر  
رحم آتا ہے کہانِ شمع کو پڑھانے پر  
چاک کرتے ہیں گریبانِ مرے افسانے پر  
نہ اپنے پر ہے سو خوف نہ بیگانے پر

بگھے رخصت جو ہوا یا رشبِ مہلِ امیر

## چھاگئی گئی اُداسی مرے کا خانے پر

قینچی چلے کسی کے نذر خستِ حیات پر  
دہی جان رہنے چشہ آبِ حیات پر  
بیضا بے لات مار کے عزتی ولات پر  
مکیر ہے جب سے رازِ خلق کی ذات پر  
بجھلایا یزدینے پہرہ فرات پر  
موت و صل یار سے دن پر نہ رات پر  
گر جاتے ہیں نفس میں مرے پانچ سات پر  
آنکھیں نثار کرتے ہیں آنسو و دات پر  
چڑھ جائیں گے کسی نہ کسی دن دھمات پر  
کھیلین گے جان پر اگر آئین گے بات پر  
فانوس چارہیے کوئی شمعِ حیات پر  
دن کا لگان ہے سارے زمانے کو دات پر  
لکھا ہوا ہے حاشیہ عینِ انبیات پر

دیکھو زبانِ نذیرِ کرب و باتِ بات پر  
بوسہ لاجِ اُس لبِ شیرین کامرگے  
پائی ہے برہن نے جو در پر ترے چکر  
آرام سے ہوں فقر کے بستر پہ مین گدا  
سنا ہوں محتب نے کیا میکے کو قرق  
رحم آئے جب مزاج میں تب ہوتا برہن  
جھڑتے ہیں بوستان میں جو دو چار برگِ گل  
لکھتے ہیں ہم جو رحمتِ چشمِ سیاہ یار  
شیخے میں ہم پری کو، مارین گے دیکھنا  
کو دک مزاج چاہنے والے نہیں ترے  
منعم ہے فکرِ فزع جو سائل ہوں ترے گرد  
پردہ یہ کس کے عارضِ روشن سے اُٹ گیا  
بجھے یہ خطِ پشتِ لب یار دیکھ کر

دراکار ہے بیاد ہے مغفرتِ اسی

تقوے پہ منحصر ہے مذموم و مصلوات پر

فلاک کرنا ہے مجرا تیری چمکت کو زمین ہو کر  
صدف میں میٹر رہنا چاہیے درِ نشین ہو کر  
زیادہ ہو گیا قسمت میں کدہ یہ نگین ہو کر  
غضب کی لی ہوں دل میں چکیاں پہلو نشین ہو کر  
نہ سمجھے آپ سنی بات بھی باریک بین ہو کر

لا نامِ خدا و مرعبِ تجھ کو حسین ہو کر  
بیگمی آبرو دنیا میں تو غزلِ نشین ہو کر  
غواشِ غم نے کیا میرے دل کا رنگ چکایا  
کلیجہِ سوسن کا بنا ہے نیلے داغوں سے  
اگر کو بالِ جب میں نے کہا جھنجھلا کے فرمایا

بڑا ہی فخر خاصہ کو ہوا خط پا کے ڈنکا ہون  
 تصور ہے وہی پیش نظر ہر دم حسینوں کا  
 کر ہے بال سی لے گلبدن بچکنہ چلنے میں  
 بتائے لے غلام توبی خوب ہمو آتا ہے  
 بہار لالہ گل بھر کبھی کا ہے کو دیکھیں گے  
 لون جہدم میں انگلیں آنکے ساعدہ کو دم رخصت  
 جودل ہی مہربان ہو کنبان ہے آنکے تابوین  
 لگلا تو گلے سے پر لگائی تیغ بھی اُسنے  
 خدام میں کی صورت رزق کا فرقو بھی دیتا ہو  
 نگہ بکڑی ہے کیوں سینے میں لڑائی کیا چل  
 تصور بندہ گیا جس شام کو اُس جو طلعت کا

غلام پر اُڑا دے جائے یہ کہیں رخ لائیں ہو کر  
 تماشا ہے سبے محفل میں ہم خلوت نشین ہو کر  
 نہ اُٹا چاہیے موبات بھاری نازین ہو کر  
 کہ خوش ہو تا ہے جہر کو نہ کوئی اندوگین ہو کر  
 بٹے جن میں جن سے ہم نگاہ دہین ہو کر  
 تورا جانا دین ملے پردہ چشم آستین ہو کر  
 جوں تک بان بھی آتی ہے نکلی تو نہیں ہو کر  
 ملا تو عید کے دن وہ مگر چین چین ہو کر  
 کسی کو بھول جائے کیا وہ بے عالمین ہو کر  
 کسی انگشتی میں دیکھو رہنا تھا نگین ہو کر  
 تو آیا حجاب نکسوں میں پری بکر حسین ہو کر

امیر اک آئے خاد تھا دنیا جسکو کہتے ہیں  
 وہی صورت وہی پیش نظر نکلی کہیں ہو کر

کیونکہ نظر میں آئے کہ ہے بے نشان کر  
 زانو میں اور شکم میں صفائی کی بحث ہے  
 جس طرح خود ہے عالم ہستی میں بے نشان  
 جب قصد کرتی ہے کہ مرے دل کو باز نہ لے  
 ہم خوب جانتے ہیں کہ ہے جادوہ عدم  
 لاکھوں میں مرفوش ہزاروں میں سرکفت  
 کھٹکتا نہیں کہ خاک میں عاشق قول چکے  
 تصویر کیا کچھ لگی مصور سے آپ کی

آنکھوں سے مثل مار نظر ہے نہان کر  
 دونوں میں پر غموش کر ہے درمیان کر  
 اکدن کرے گی یوں ہی مجھے بے نشان کر  
 زلف دراز بڑھ کے یہ کہتی ہے بان کر  
 سمجھے ہوئے ہے جسکو یہ سارا جہان کر  
 اک روز باز سیجے تو پئے اتھان کر  
 اب تک ستم باز سے ہے کیوں آسمان کر  
 معدوم اگر دین ہے تو ہے بے نشان کر

کایک پھر امیر سا پاؤں گے باؤغا  
باؤ صونہ اس کے قتل پر اسے جان جان کر

گلشنِ فردوس ہے رخسارِ یار ہر جن جن کی بین طالبِ دیدارِ یار خلد میں ٹھہرے بہ طوبیٰ جو ہم زندہ مردِ مردے زندہ ہو چلے برق چکی تھی جو کوہِ طور پر آنکھ سے کیئے جو دیکھے وہ حال استدِ غلاب ہوئے خوابِ مرگ یاغ میں نالین میں کیا طاعونِ کبک عینِ صحت ہے مرض کیا مرض تھک رہا ہے دمِ تیز بینِ حیان اپنی آنکھ میں بھی غصہ طرارِ بین	آب کو فر شربت دیدارِ یار کاش ہر تین روزین دیوارِ یار چلے آیا سائے دیوارِ یار حشر بریا کر چلی رفتارِ یار وہ بھی تھا اک پر تو رخسارِ یار کان وہ ہے جو سنے گفتارِ یار آنکھ سے وعدہ دیدارِ یار شوکرین کھلو ایسی رفتارِ یار بے سیجا یار ہسم بیارِ یار آئندہ ہے تیج جو مسدوارِ یار لوٹ لائیں دولت دیدارِ یار
--	--

آنکھ کھولو خوابِ غفلت سے امیر  
گرم محشر میں ہوا دربارِ یار

اٹھائے تھے جو قرآن کی ناک پر پیرِ نگاری پر اٹھایا زخمِ کاری میرے دل نے زخمِ نگاری پر تغویٰ ہو تے گلگون کو جب باہمیاری پر بھرتی اس سنگ کی آنکھ بھی اس کی قدرت کہو اشجار سے اکدن خزان ہی آبیوالی ہے نہیں یہ خندہ دلمان نما سلوار کا ماساں	بستے تک گرد میں کج اسکی ادھ خواری پر لگا کی تیغ ابرو اسنے شرکان کی کٹاری پر یقین بکبت گل کیوں نہو گرد سوار می پر ہوا پتھر کا دل بانی ہمارے اشکباری پر اٹھائیں ہر نہانا باغبان کی آبجاری پر چمکتی ہے ناکِ ظالم ہمارے زخمِ نگاری پر
--	--



تری سوچ تبسم نے جس کا رنگ چمکایا  
شہزادہ ہے یوں گویا نامہ پر سوز مجنون کا  
وہ پیسا ہوں غنیمت کہ مجھے اک ہند بھی پانی  
غیر اندر کے بن بویا سے نظر ہے بستر  
خدا ہے عشق ابد میں جو اپنی جان بیخ جلے  
کنوین سے جوش کھانکا کر نخل آتا ہے چو پارہ  
چپا پانگل نے پر یہ بل کشتہ کا خون اچھا

ہوا اک اور کوڑا تو حسین باد سیاری پر  
چمکتا ہے گلشن میں جو میں کی عمارتی پر  
گلا خود جا کے رکھتا ہوں ہندی کی گڑھی پر  
تو گل پر نفلتہ کی ہے اپنا ذات باری پر  
رہا کر ہے خوف غرق کشتی کی سواہی پر  
تر تیل ہے دل اس کا بھی جاہی ہر تیر سی پر  
پرین ابراہیم کے چھینٹین دامن ابرو سیاری پر

امیر ایسی بھی شب ہوئی کہ وہ میر سے گھرنا  
ترجمہ کر دے اس نامہ اختصار شادی پر

نوجوانی ہے نہ چو چو درخ جانان کی بہار  
ہے جہان جلوہ مستوق دہی شہر ہے خوب  
جوش گل بلخ میں ہے جوش جنون لازم ہے  
مس طرح سیکہ سے دالو کو یقین ہو د اخطا  
رنگت محفل کا تو جاگٹ سے حینوں کی ہے  
پر تو گیسو جانان حسین آئے میں  
باغبان سے کہو پوچھ لے تیریت پھولوں پر  
سیکڑوں لالہ لہو و سرود قد و غنچہ وہیں

کچھ عجب سو ہم گل میں ہے گلستا کی بہار  
ساتھ دوست کے گئی مسر میں کنعا کی بہار  
پڑے پڑے ہند سے ہو یہی اب ہے گناہ کی بہار  
جو یکہ آیا نہیں تو رو منہ و نہوا کی بہار  
گل جو کھلتے ہیں تو ہوتی ہے گلستا کی بہار  
ہے لب خیر میں سنبھل پچا کی بہار  
چاروں ہے یہ گل دالہ و دریا کی بہار  
دینی ہے چمن مایہ اسکا کی بہار

اب دیکھ کی طرف قصہ مضمر ہے امیر  
دیکھے چمکے ذرا گلشن ایسا کی بہار

مرے پھولوں میں یوں دیکھو جدتے ہو جو بن پر  
براہر دم اہل درد کو ہے دوست دشمن پر

لکھنا ستون میں ہندی خون سب سے گڑھی پر  
اک جل جانا ہوں میں گئی پکلی جگہ غم پر

زحوم ایسا لگا ہون کا ہوا ہے انکی چھین پر  
 الٹی وہ بھی دن آئے کہ میرا نعت محشر میں  
 دو میکش ہوں کہ مستی میں ذرا بھی گرم پسلے  
 دو رنگی سے نہیں غالی ہے کوئی بات اس بیت کی  
 ترچہ سے دل میں کہیں ایذا نہ ہو تسکو  
 دانے اذہن غالی تراکت نے رکاب اگر  
 شراب آتش لہیں کہ قطرے افکار نہیں کے  
 اسیران دلی کو قید بار دل نہیں ہوتی  
 ہتھیر تون کو کیا خوف بلائے آسانی ہے  
 کہ درت کب جگہ پاتی ہے پس مانی طیس کے  
 وہی ہے خیر غنی بعد میں بچنے کے بھی باقی  
 نہ ہے جہت چلے تو لٹ کے پونچے تھر تھر ل  
 نہ کر اسے سے توبہ تو ابھی ہرگز نہ میں سرتا  
 سبک دہی سے میں خوشی ہونے نشہ حشرین  
 اگلی ہے آگ دل میں بلبلیوں کے کیا مزہ ہوتا  
 گل نور شید ہی تانہ می سے میرے جی جلانے کو

اکہ دھرے پر وہ جالی کے ٹرے میں جو نشان پر  
 کبھی جب کبھی پر کبھی تامل کے دامن پر  
 بطرے آٹکے میرا قدر کھلے اپنی گرون پر  
 پیام صلح پر جنگ کے آئینہ چتون پر  
 قدم رکھو تو بسم اللہ کہ میرے دفن پر  
 ارادہ جب کیا چٹنے کا اسنے پشت تون پر  
 نظر آتی ہیں کچھ چکاراں ہی جیسے دامن پر  
 اگرانی طوق کرتا ہے کہان قمری کی گزن پر  
 کین انوس مکرر گئی برقی پسے خرمن پر  
 نہ دیکھا گرد کو جتنے کبھی دریا کے دامن پر  
 دھوین کا جیسے دھبائے نشان پر گھن پر  
 پھرے تو خاکہ پڑھتے ہر تے قبر ریزن پر  
 جو کچھ چھو تو میرا خون ہے قاضی کی گزن پر  
 پشیمان ہوں جو دین باہد کا شہید دامن پر  
 کوئی بھول آٹکے پڑھا اگر گھن کے دامن پر  
 چمک کر دھوپ بجلی پر گئی شایخ نشین پر

امیر ایسا کا دیران اہل نے قصر شاہی کو  
 اگر آئینہ رکھنے ہوئی کیسی ایک ایک کون پر

چراغ دیدار دامن کا ہو جیسے نور دامن پر  
 عجب کیا تجر مریم ہو پیدا میرے دفن پر  
 اسجمل کر خون میرا جا پڑے قاضی کی گرون پر

مری آہون کے شعلے اسطرح ہیں سیکون پر  
 گئی ہے جان لگ پر دشتین پکار دامن پر  
 دوس ہوں لگاؤ گرم سے دیکھے جو خاک کو

کسی گل پرین کی جامہ زیبی رنگ لائی ہے  
مجاہد گر نہیں کوئی تو مجھ کو کچھ نہیں پڑا  
یہ عالم ہے غفلت کا دادی گرم محبت میں  
عجب لذت بھری تنوار سے قاتل نے مارا ہے  
نہ سمجھا تھا کہ ان موتوں میں بھر مجھ کو پھنساؤ گے  
گلا کٹاؤ گے بے میکے چرلے لکھان پین  
کر دنگا اس طرح بنام ان پر وہ نشینوں کو  
دراں مصیبت پاک میں دل صاف ہے جن کا  
عبث ہے دھبہ نہ پر تھمت تر وہ منی واعظ  
نگاہ وایس نے خنجر کی برش پر بھی سہت کی  
مرے ہم نٹ کے غربت میں رہی لیکن یہی تمنی  
نقد و ایک دم میں اس کی پکون کا نہیں مٹا  
پہری سے ترک جس سے آنکھ تری ہو گیا سبل  
ترجمہ غیر کے آگے نہ مجھ پر چاھیے تنک  
میں جب کہتا ہوں اُس سے مجھ کو تری غم نہ ملا  
چلتے تیغ نگہ اختیار پر میں اندیان رگزون  
نہیں ہے قطروں شبنم پرستی دیکھ کر تیری

گر میان آجکل تو ہوا ہے میرے دامن پر  
اُس تریشمین گے کا دھون کوڑھنے سے بڑھن پر  
کہ چشم خنجر میں رہتی ہے آبِ تنخار ہرن پر  
مرا خون اُسکے سر پر اسکا احسان میری آن پر  
کر دے گئے چوڑیاں شندھی تم اگر میرے دھن پر  
کبھی گردن پر خنجر ہے کبھی غنجر بگرن پر  
لہو چھوڑ گون کا اپنا جا کے میں ایک ایک پلن پر  
عذاب یکشی ہو جا نہیں شیشے کی گردن پر  
تلازمین چڑھتی ہیں آکے حویلیاں کے دامن پر  
جلی اتنی چھری مقتول کی قاتل کی گردن پر  
خنجر نے بھی دیا تو فاتحہ حلائے رہرن پر  
ہمیشہ آنکھ دیتی ہے نظر بازوں کی چلن پر  
قصا کی بھی نظر دیتی ہے ہر دہائی چوٹن پر  
کہ دل دکھتا ہے ہر جوت پڑتی ہو جوتن پر  
تو خوشی سے حیا ان امرنگہ جتی ہو جوتن پر  
مرے ہونے غنجر ہاتھ آتا میں آجے تن پر  
گھر سے پانی کے غیر سے پڑے گھبراہٹوں پر

امیر اسکی ادا سے ایک عالم کی قصا آتی

پڑے گا فاتحہ بکون اگر کس کے دھن پر

کہ آنکھیں بانٹنے سے میں نہ ہے میری دھن پر  
زبان مار کا عالم غنجر ہاتھ آتا ہے سون پر

اثر یہ ہے حمدی ہے جان اسکے سے دھن پر  
اندھیر چا گیا ہے یاد ایسا تو ہے غنجر ہاتھ آتا ہے

اگر قابل نہ کرنے کے چاک جیب پر گل ہوتا  
 وہ کشتہ میں ہارناو نہیائے قاتل سے جو مانگے  
 کردن میں غدر خواہی دل جو کا دکا بھی ہو سلا  
 گئے جھٹ بھی میری سخت جانی سے نہیں پڑتا  
 پس مردن مری دیوانگی کیا رنگ لائی ہے  
 نکلتی حسرت پاؤں کیوں کر دل سے بس کے  
 کرے فتح اگر اسکے دہان تنگ سے دعوئی  
 نئی صورت کا اگر دیر میں نہ تار پہنسا یا  
 میں وہاں سر وہ دل ہوں سر وہ ہنگامہ آتش  
 نظر اپنی پہنچتی ہے شطرنج مہر کی صورت  
 اذیت سے نہیں رہا ہوں میں مظلوم نہا میں  
 محبت پر عاشق توڑن کو دوست دگتے ہیں  
 اگر کسی قتل میں جو کھینچا میان سے خنجر  
 گھٹا و گڑ سے ابھرے ہوئے سینے کو جب بکھا

تو انکس چہیم بل سے میں کھتا آب سون پر  
 اگر کرے قاتل کے چہ خون کی گولن پر  
 جو لٹے ہاتھ سے نت گر پڑن پائے بہمن پر  
 رگڑا ہوں چھری رکھ کھٹے پہرون اپنی گولن پر  
 کہ منت ماننے آتی ہیں پران میرے دھن پر  
 یہ جب تک لوٹ کر پہنچے وہ پہنچا ہشت دھن پر  
 سر کے کاٹ کر رکھ دن خان ہرگز سوسن پر  
 جینو کا لگا یا ہاتھ اس ٹپٹ نے ہمہ من پر  
 مری صورت جو کوئی کھینچ دے دیوانہ گولن پر  
 بھروسہ اپنا حق کرتے ہیں بڑے کا چلن پر  
 بھڑاتے ہیں مرے آنسو بال کار و دشمن پر  
 میں لہجہ سر جو لیلون جو بلا نازل ہو دشمن پر  
 قضا میدان سے جہاں میٹھ کر قاتل کے نرسن پر  
 تو وہ بوسے کہ دیکھو آج جا سے نہ جوین پر

امیر منان کا دل جہاں گوارا جھکو ہو کیونکر  
 مرے آنسو پھل تے میں اکثر حال گھمن پر

و دیکھنے کی نہیں ہیں کھینک بند بھائی جی جیک  
 یکا توڑ ہے شیشے کا ادب سے بیٹھو لڑک  
 ہنر و نکل سے گرا اٹھا توڑ گیا استے میں تنک  
 خواب کے وہ ناسپ چاہے اٹھا دیکر چکر  
 بلائی میں گیسو دن نے تھی کہ نہ تھے دنوں اٹھنا

کھلے میں بان دیکھ بے ریت وہ بقیہ حق تو توڑ کر  
 مر گیا توڑ سائے سے بھی وہ شوق کہتا ہے جیک  
 یصفت ہنر کہ اٹھنا چاہی گریبان تنک پہنچا  
 اٹھاتے ہو جیک کا نہ توڑا شوق کا بھی دکھا  
 بلو میں وہ پڑ گئے اٹھا کر قاب اپنے رنج حسین سے

میں میں ادا ہوں تیری کشتہ میں اس نزاکت کا تیری پس  
 پہرا ہوا دیکھتی ہیں جسم سیاہ بختوں سے تیرا تھا  
 جب آئی گردش میں چشم سانی ابرو سے ہوش مسکینو کو  
 جو میں نے آنکھوں سے پوچھے تیرا بل پروردگار شک نہیں  
 جو تیرے اہل میں منعم پیری میں فکر اسکا ماکر وہی  
 ہمارا سنی تو دیکھ زہد کہ جسکے سے میں خراب گئی  
 وہ بام پر آباد آکر نکلتے ہیں مہر و ہوش میرے  
 میں ہوں وہ نازک مزاج بل نہیں مجھ پر تیرے گل

لگا کی تو ادب چمک کر تو کھا گئی بن کر چمک کر  
 تباہ کرتی ہیں حال کیا کیا وہ کاکھیں ہر چمک چمک کر  
 نکل رہے ہیں سیکڑے سے ابرو زردوں کش یکے کے  
 لہجہ کی دو خوشیں مری ضعیف لگا ہوا تیرا جہن جھک کر  
 دعا میں تیری ہے ہڈی ہڈی مری بدن کی کچھ چمک کر  
 ہوئی یہ نشے میں غرض باہر میں ہمارا چمک کر  
 زمین پر تیرا ہی ہے جگہ ناک چمک کر چمک کر  
 دماغ کرتی ہیں کہیں پیشانی میں مری کیا بن چمک کر

ہے آرزو چمکے چمکے کی تو کہہ کلفت سے شوق خالی  
 شردہی نخل نکر کا ہے ایسا رجا گئے نیک کر

ردیف را کے لفظیہ

جو دماغ میں میری ہونگی تو کجا جسکے ذائقہ دماغ کجا  
 تجھے شمع ہال خدا نے کیا تجھے جہنم رنگ نے دیا  
 وہ ہے کہ نہ جو عزیز نہیں مجھے ہم دہم میں تیرا نہیں  
 تیرا عشق میں اور وہ ہونکل جو طیب ہوا دماغ کجا  
 کبھی کبھی میں میری سمجھو کہ میری دیر میں کج حرم نہیں  
 مرے سر میں جو پانی ہے اپنی ہوا تو کہتی ہیں کہ جو میں نے  
 کوئی سخی ہو کر کوئی تجھ پر جا کبھی حرم کئے کا زبان نہ دلا  
 لگا ہوا ریشلی کام ہے کیا یہ تو حق ہے تیرا تو حق کجا

یہ قصہ نسیم و صبا کا سجدہ ہو کر تو نسیم و صبا سے گزرا  
 سر زہر ہر دل میں جو گزرتو سے نہ خفا تو شرم دیا گزرا  
 وہی نازک کہ شرم غضب میں ہے جو گزرتو ہی کبھی تو ادا گزرا  
 یہ مزاج کہ شوق و تیا ہے دل کہ وہاں جو تری ہو وہاں گزرا  
 ہے وہی میں کوئی تیری تیرا نظر نہ منہ سے گزرتو کجا گزرا  
 تیرے بخت میں ہے کجا و کجا میرے گریو و خد کی بلا گزرا  
 نہیں راست طریق سوارمانہ قدم سے گزرتو قصداً گزرا  
 مری ہڈی کو تیری ٹھکانے لگا کجا وہ ہر جگہ تو کجا گزرا

جو کجا ہوں سے یاد کرے گا تو کبھی پیر سے زندہ نہ پائیگا تو  
 تجھے دکھاؤ غریب ہے یہ نہ امیر سے بے سرو پا سے گزرا

## روایتِ زائے مجھ

یوں ہے خطِ سبز سے نگِ سحِ دلا رہنم  
وضعا روں کا جتنا ہے کسیرِ دنیا میں رنگ  
کیا چین میں پگیا عکسِ تباہِ سبز رنگ  
ہنس کے حق میں یہ قحط آیا بہاگانی نہیں  
لہذا میں سبزی ہی سبزی ہے جو آئی ہے یہاں  
سیکھو کچھ کم نہیں صحنِ چین سے سیکھ  
چہرہ خفایاں جہان پر ہوا آغازِ خط  
مستتر ہے بلی کے سبزی سیر کو نخلین اگر  
مرد و اسیرِ دین میں روئے ہی سے جانِ آجائگی

کتنی ہے جیسے زمین کاغذ کی رفتار سبز  
برسوں ٹھہرے ہو شاید گوہرِ شہد سبز  
خاک سے سبز ہنگا چھنے ہوئے زندہ سبز  
ہو گئے مشعلِ زمرہ کو مسدود سبز  
خاکِ پستھو تو کاشٹے ہیں سبز دیوار سبز  
سرخ گل میں جامِ شیشے صوبتِ انجیر سبز  
خوف ہے گردے کے دھاس آئینے کو نگار سبز  
کیون نظر آئے نہ چسپاں کا بازار سبز  
کیت کر دے گا میں کراہ کر دیا بار سبز

سبز رنگوں نے کیا ہی کر چکا ہے  
اب دکھائی دیتے ہیں سارے در و دیوار سبز

زلفوں سے خالی رخ ہے مجھے بیشتر غریز  
جان ایک بھی بجا نہیں سکتا ہے نزع میں  
رستے میں خطِ شوقِ ہمارا نہ گھر پر ہے  
اہلِ جہان کو دولتِ دنیا سے یوں ہی نہیں  
ہو خاکِ جاہلوں کو ہمارے سخن کی قدر  
جہو توں نہ پھر کسی نے کیا یاد ایک دن  
دل سے زیادہ بھرِ غنیمت ہے داغِ دل

پر یوں سے ہے زیادہ یہ زنگی سپر عزیز  
کیا فائدہ جو دوستِ اوجھ میں ادھر عزیز  
رکنا زیادہ جان سے لے نامہ بر عزیز  
جس طرح سور و مار کو مشیرِ ہمشکر عزیز  
پتھر کو لعل ہے نہ صدق گو گنہر عزیز  
کیا بیکو دفن کر کے ہوئے بیخیز عزیز  
بڑا بکر کین جگر ہے زنجیرِ جگر عزیز

نصیبِ سفر ہے جلدِ وطن سے کیسے  
کہہ دو کہ دشمنی پہ نہ باندھیں مکر عزیز

## ردیف سین مہملہ

گر بڑی دیوار پہنچے بھی جو اسکے در کے پاس  
گمراہ طوبے کے نیچے چتر کوڑے کے پاس  
ہے نفاذ ذات سفیشت کی تختہ ساخ کے پاس  
اس قدر پائی کہاں قاتل مجھے شجر کے پاس  
جیسے صفحہ پر خط سطر خط سطر کے پاس  
لکھ میں رنگ کب ہوتا ہے رنگ کے پاس  
سیف و خون کی دکان میں پیش کے گھر کے پاس  
گورنر شاہ سے لازم قہر اس کے پاس  
شہر میں رہتا ہوں میں پیر ننگا گھر کے پاس  
اک دم سے داغ کا کھونٹا مارا ہونے کے پاس

نار ساقست کب جانے دیا دلبر کے پاس  
کس لہے قامت کا کشتہ خدا کو چکو خلد میں  
کہا مری تحریر کی اس سست سست کی قدواہ  
فوج ہو کر بیاس کم ہوش شد دیدار کی  
یوں عیان میں صفت پہلو میں میرے استخوان  
دل کو کر دیجی ہے روشن نصیب اہل کمال  
ست آنکھیں جلو گر اس کی تیرا ہونہیں  
عاشق و معشوق میں مگر بھی فرقت قہر ہے  
شرم آتی ہے مجھے زاہد بتاؤں کیا پتا  
آئے کس منز سے وہ تیرے سخن کے ناما میں

ہے امیر اپنی دعا آئے شینے میں اہل  
دفعی ہوں میں روضہ پر نور پیغمبر کے پاس

ایں دل سے ہر عضو ہے تن میں پڑاؤس  
بجز زار کا مردہ ہے کفن میں پڑاؤس  
گھٹن سے گلیاڑ کے فتن میں پڑاؤس  
دکھلاتا ہے داغ اپنے چمن میں پڑاؤس  
گویا ہے زبان لپٹے دہن میں پڑاؤس  
سیکون عرض نامہ وطن میں پڑاؤس  
ہوا غن سے جواغان چمن چمن میں پڑاؤس  
لازم ہے نشانی کو کفن میں پڑاؤس

چمکا کرین بکین جو چمن میں پڑاؤس  
کا ہیڈ ہوں یہ داغ غزیاں سے پس مرگ  
رخ سے دل پڑاؤس ملاؤس میں پہنچا  
پوچھ نہیں اب یہ بھاری کا رونا  
نیزنگ ہے کیا روئے نگارین کی صفت کا  
غربت نے جو کچھ داغ مجھے میں دکھایا  
کیا خوف جو رسات کی باتیں میں اندھیری  
سوز دل پر داغ سے میں جل کے ہوا ناک

نورنگہ کے امیر امیر سہارمی نے دیوانہ  
ٹوٹا ہوا پایا جو چین میں پڑاؤ کس

قائل وہ قائل کے قریب سہل ہے سہل کے پاس  
گویا کسی نے رکھ دیا منزل کا بچا دل کے پاس  
سوئی محفل سعد منیا تیار ہو ساحل کے پاس  
چنگ و خون کبھی میں ہے لکچر ہو دیکھ دل کے پاس  
ہو جاتے ہیں ماضی جدا آئے ہیں منزل کے پاس  
بزم خوشنماں میں اور ہر چہ عیش کی محفل کے پاس  
بارب کہاں سے لگی پہنکی تھوڑی قاتل کے پاس  
شیبہ میں سہلی کے زجا ہر صاحب محل کے پاس  
منزل کی کرناں جھین شہجہ میں ہم منزل کے پاس  
پہنچے میں پاسے غیر سے تھے ہم منزل کے پاس  
آج گئے گا ماضی سا بان جاتا ہے کوئی محل کے پاس  
برا بوجہ ہو گئی پہنچا جو میں محفل کے پاس  
دشمن کی میں جو بیان قاتل تھوڑی کے پاس

دان چشم و ابرو شیشیں اندیاں منہ دل کے پاس  
شنگ و پیری ناس شوق کا پہلو سے جب پہلو ملا  
روئے پہرے دلرا ہو غم و غداں و غداں نما  
تھاوش پرچہ متغیب گنھینہ اسرار رب  
ہوش خروہ میں دو کا ہوں نزع میں گونگر بجا  
آئندہ ہے پیش نظر جہت سے دیکھا ہے بغیر  
کیوں سہلون کو بھاگئی لاکھوں گئے کوٹا گئی  
میں قاتل کی ہے جاو کے کا ہے یہ تھوڑی  
کا شے چنے ہر گام پر چھالے پڑے کا نہا ہر  
مادہ عدم کی میر سے کب بچ اٹھاے خیر سے  
تھیرا تھیرا تھان ملتی خود آئے گی میان  
ساتی کو میرت ہو گئی مہرب کو حشف ہو گئی  
جائیکا جب سے جنان حردن کو دیکھا اور صفان

ہوئی امیر انجام پر کچھ بھی اگر انکو نظر  
انکھوں سے جاتے دور کو جاتے سال کے پاس

منہ بھی تڑپا دینے تک یا جو مجھ سہل کے پاس  
منزل کو چاہے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پاس  
گھبرا کے سہلی ہول بھی یہ کون ہے محل کے پاس  
ملتی جو خورشی می جگہ میخو ادنی محفل کے پاس

منہ بھی تڑپا دینے تک یا جو مجھ سہل کے پاس  
منزل کو چاہے بڑھ گئی پہنچا جو میں منزل کے پاس  
گھبرا کے سہلی ہول بھی یہ کون ہے محل کے پاس  
ملتی جو خورشی می جگہ میخو ادنی محفل کے پاس



بیشی ہیں شرابی ہوئی خورین تری بسل کے پاس  
 قاتل غنا خنجر کچا کوئی نہیں بسل کے پاس  
 اسے ناتوان مجھن مرے آیا تھا کیوں گل کے پاس  
 منزل کیسے پہل ڈور ہو جائے اگر منزل کے پاس  
 کیا برقی دم چلتی ہوئی غمشیر ہے قاتل کے پاس  
 لے اسے اسطرابیل ذرا تو دھڑکا قاتل کے پاس  
 حسرت جاری ہے دم کی باقی تیار کر دل کے پاس

دو لہا بنایا ہے اسے کیا تیری تیغ ناز نے  
 کرتی ہی نہ تائب لے تھنار پہے پیکس تاکھا  
 جب تیس غش کھا کر گرا بیٹے نے دور در کھا  
 دفاتر تل خلق ہے غربت میں دیوانہ ترا  
 جسکی عزت کی کل نظر دیکھ کر ہے تہا اسکا جگر  
 اس شکستہ من نزع کی کب تک ہوں میں جھٹکتا  
 میں نے کہا بیکس ہوں میں براہین دیکھو دوم

شیر لگا واندے تاکا کبھی دل کو اگر  
 جان امیر ناتوان سپی تڑپ کر دل کے پاس

روایت شین سمجھو

اوپر کیم تھے ہرگز طور پر جو خود برقی شہر سے خوش  
 نہیں تھے وہاں میر میں کہ وہ شام تک ہر سو خوش  
 کبھی تو نے بھی نہ کیا مجھ سے دوستوں کی خبر خوش  
 میں وہ بھاری بیدار ہوں جو جو اپنی ریش پر خوش  
 بھی تاکنے کی محنت کر رہا وہاں ہے عمر سو خوش  
 یہی فتنہ نادر جو حیلہ کر رہا ہے خوش اندر خوش  
 ہر ملک کو خوش سو خوش لیکن تو جیتا بند کو خوش  
 جو وہ دل کو خوش تو میں ل ڈوگر خوش لکڑی خوش  
 تہہ رہے کوئی پہرے خوش پیر کی کئی چہرے خوش  
 کو تمام مردم خضر میں مرے ایک داس تر سو خوش  
 بہت اکا تیسرا میں کام ہو پیری میں سو خوش

جو پست بھی جاؤ وہ گھر میں تہوں میں چوڑا ڈس خوش  
 نہ تنگ دائر شمع ہوں کہ وہ خوش ہو شام کو صبح تک  
 کبھی خدا میں کرتا ہوں تو صبا کو بھی یہ گلہ شکون  
 نہ آؤ گلا گلشن وہ میں نہ چسبون گا آفت داک میں  
 کسی من خود خور نہ کسی سینہ خوش سو میں نے کی  
 نہ زمین سے نکالنا ہے نہ فلک سے بھگیا پنا ہے  
 یہ صحبت کا رہو کہ سزا بھی بانے کا غم نہیں  
 محبوب جو پہل میں دیکھ کر خوش اس پری کی جفا ہے  
 جملہ عقاید مذہب کے ہے اقربا میں بھی تفرقہ  
 ہر فی سزا انیم کی وہ سبیا بکار میں زندہ من  
 کہ کس منہ سزا پڑی کہ کس میں سے کیب کرم

کٹ بھی چکے کہیں کر ہے یاں سروبال دوش  
 لے تیج یار جلد سبکدوش کر کہیں  
 ناکرک جو لوگ ہیں کہیں آغٹا ہے ان سے جو جہ  
 پی جاؤن ایک سانس میں مے محکو میزدوش  
 شکسا سبید مرگ جو ہوا چست جسم زار  
 ساتی بھی کوٹے میں سر آنگھوں پہلوں سے  
 ہنگام شب جو پھینک گیا میری قبر پر

قاک کو بھی ہے تیج دو سیر ذبال دوش  
 ناخاتقی سے ہے بے لب سروبال دوش  
 ہو کہیں وہاں دلست منبر و بال دوش  
 کب تک ہو لے باوہ احمد و بال دوش  
 یاروں کو پھر طرز ہو کیونکر و بال دوش  
 ایسی اگر ہے تکلیفی و غتر و بال دوش  
 شاید تھی ابتاب کو چادر و بال دوش

کب تک غداں جو فرشتوں کا احوال  
 ہے ابتداء سے یہ لنگر و بال دوش

روایف صنادید

آبرو کوئی ہے پھر بھی کہنی ہے ناکام حرص  
 خدیت اندوہ انسان کو بھلا دیتی ہے جوک  
 صاحب حاجت دہیں امید دار انقلاب  
 جانتے ہیں اور بھی دنیا میں کچھ اہل طبع  
 آرزو خستہ کوٹے آئے وہ تیری بزم میں  
 عاقبت محکو وہاں گور نے لڑکھا

دخمن عزت ہے بکاسہ جہان میں نام حرص  
 خاک دانے کی کرین مرنت زبرد ام حرص  
 ہین غنی بکو نہیں اسے گر افش ایام حرص  
 مات سے دن تک تناسل سے ختام حرص  
 پوسے لب کا تہہ دھککا ہے جام حرص  
 وہ کباب گور کی اب کیا ہیرام حرص

حرص سے خالی ہیں خامد عام کتر احوال  
 خالص متقا سر اسے دہر میں ہے عام حرص

روایف صنادید

کیون نہ کہیے میں مرد و مہر سے بڑا ہر عارض

وہ کم و بیش چمک میں میں بلدا رض

عین کہتا ہے سر پر دم جو جلو سے کا غبور  
 ہنگین لڑکتی میں اب کسی کہ مٹلا خط سبز  
 دہر میں جلو گوہر ہے ہر ایک مکان  
 دیکھیے جسکو وہ ہے عین میں کیا ہے جہان  
 اسکو دکھا تو کیا رہنے تماشائے چمن  
 غل ہوا شہر میں خوشید گہن میں آیا  
 ہیرائینہ تو ہے وجہ صف خاکستر

سخدم کہتی ہے نہ پردیسی ہو باہر عارض  
 ٹیکے آیا ہے یہ سادات کا لشکر عارض  
 میرے دل میں مری آنکھوں میں کرو گھر عارض  
 لب و دہن چہم تر زلف منبر عارض  
 زلف سنبل ہے دہن خیمہ گل خر عارض  
 چمپ گیا جب تو گیسو سے منبر عارض  
 کیون مرے گرد نظر سے ہے مکدر عارض

آج ہے ہجرت ہو جائے گا کل چل امیر  
 ایسے انسان کو مرض ہو تہہ میں اکثر عارض

ہجو وزیر سے نہ کسی مشاہد سے غرض  
 جلوہ پسند آپ کا عاشق ہوں آپ کا  
 اشرافیئے نہ میرے جنازے کو دھوم سے  
 یہ ہو جائے سر چہرے میں جو افسیا  
 کیون ہونوں کی جانب ہمدی بنو رجوع  
 روزینہ ہے جو بوسون کا جاری ہے عام  
 اے سامعین میں شرم سے دل کا مرثیہ

اشد کے فقیر ہیں اشد سے غرض  
 خورشید سے غرض نہ مجھ آہ سے غرض  
 مرنے کے بعد کیا ختم و جاو سے غرض  
 کیا مجھ گدا کو خیر و منہ گدا سے غرض  
 سارے برائیوں کو ہے نوشاہ سے غرض  
 کچھ ہو جو میں تو ہے تنخواہ سے غرض  
 کرتے ہو دوا کیا ہے مجھے آہ سے غرض

گردش ایسے کہ چہ ہو کو چہ ہے اسلئے  
 نکلے کسی طرح کسی راہ سے غرض

ہوتا ہے روز مجھ کو جو عارض نبی مرض  
 اسکو غم وصال ہے اسکو تپ و فراق  
 جھٹلا کے بولے ان سے جو پناہ میں بار بار

اشد کیا ہے میرے مرض کی دوا مرض  
 دل کو جتا مرض ہے جگر کو جتا مرض  
 پینا ہوا ہے آج یہ تھکوں یا مرض

آیا ہے داسج میں جیخود ہون ہمدہ  
جگو نہیں تیسز بڑا یا گٹ مرض

ہر وقت اور اٹنا ہے کچھ ناسے شاعری  
ہر ہے ایسہ نکو ہوا یہ ہر مرض

رویفن طے مہملہ

بڑا جاتا نہیں لمے دل با خط  
اگر تھا یہ مری آفت وگی کا  
کہا تو اسد سے میرے کو کے نام  
نشان مٹا نہیں اُنکے کان کا  
لگائی تیغ پر اس ترک نے تیغ  
جزاک اندکھا ہے نیا خط  
کمر سے نامر بر کی گر گیب خط  
یہ کہہ ہے جا کے مکھیں دوسرا خط  
لیئے پیرتا ہے کا سد جا بجا خط  
نہ مطلق سخت جانی سے پڑا خط

کہا ہا کون ہے غیروں کی ہے خاک  
ایسہ اسکو سمجھ کر بھیجنا خط

ہے رو سے گلابی پر کیا خوب تر بار خط  
بھیجا جو کھی پہنے دیکھ بھی نہ سارا خط  
اگ نامر جو لکھا تھا اب تک نہ جواب آیا  
قسمت کا لکھا دیکھو بھیجا بھی اگر تھا سد  
میرا نے کا شرب میں وہ زیر کفن و کسر  
احباب دم آخر نہیں سنا تھے میں  
آؤں کا نفس سے میں خروار کے سو گشتن  
یاں شوق رہی جہنم اک دن نہ کہا اُسے  
کچھ سات خطوں سے بھی جو ترنگے یہ پیارا خط  
عینک کی طرح اُس نے نظروں سے اُٹا رہا خط  
کس مُنہ سے لکھوں اسکو تو اسد میں دوا رہا خط  
اک حرف نہ سمجھے وہ گو چڑھ گئے سارا خط  
جنت کا قبالہ ہے عاشق کو تہرا رہا خط  
جی جانوں جو اسدم بھی آجائے تہرا رہا خط  
سیا کو کو لکھتا ہے ناحق جیسمن آرا خط  
لکھو مائیں گئے کچھ ہم بھی دیکھیں تو تہرا رہا خط

اندھا ہون جو وہ خط ہو نظروں سے اُٹا رہا خط  
جس روز سے آیا ہے آنکھوں کا ہے آرا خط

## ردیفِ ظا کے مجملہ

آنا ہو میکہ کے مین تو دن کو آسے وا غطا  
 ساتی دو زندہ ہون مین گروہ نہ نشین ہون  
 کیا فرق نیک و بد مین رحمت ہے عام اسکی  
 فردوس میکہ سے میکش بکار ہے مین  
 کیا غطا سے ہنسن کم ہکو صدا سے کو کو  
 پہلے کسی سے ہونگے سارے سوالی عشر  
 مجلس مین و غطا کی مین کچھ زندہ آج وارڈ  
 وہ زندہ ہون کہ گاڑون سپہ رفان کا جھنڈا  
 اس کان جب مین سکڑائے کاغذ اڑا دولی  
 بیٹھے مین مہر کے ستواں سیکہ دن مین  
 دبتے مین بادہ کش کب پر ہیز گار جو ہون  
 کہتا ہے میکہ کے کاہتہ سے راہ و دوزخ  
 مین زندہ بار سا وہ منہ ہو گئی ہے باہم  
 غم مین ہو قید چندے یہ صورت غلامون  
 آخر مین آدمی ہون با دام کچھ نہیں ہون  
 کانون مین بھر گئی ہے مینا سے مکی قفل

دروازہ کون کھولے شب کو براسے وا غطا  
 غوطہ لگا کے جھکو غوطہ صونڈ لاسے وا غطا  
 زندہ دن کا بھی دبی ہے جو خدا سے وا غطا  
 اب بھی اگر نہ آئے دوزخ مین چلے وا غطا  
 کسری کے حلق پر ہے قمری بجائے وا غطا  
 خود بھی ڈرے نہ تنہا ہکو ڈرا سے وا غطا  
 سما کی ہے غفلتون نے شاید رہا سے وا غطا  
 علم کر کے پرزے لیکر عصا سے وا غطا  
 بے پرکی میرے آگے پھر کیا اڑا سے وا غطا  
 محشر مین اٹھ رہے مین بنگارا سے وا غطا  
 بھاری عمارت رکھ کر ان کو دبا سے وا غطا  
 چلتا ہے چال اٹنی خور کر نہ کھا سے وا غطا  
 سیدھی کہون تو اکتی جھکو مٹا سے وا غطا  
 تجویز کی یہ مین نے ساتی سزا سے وا غطا  
 کب کب کے سفر میرا کہد و نہ کھا سے وا غطا  
 ہم بادہ کش سنن اب کیونکر صدا سے وا غطا

سجھ مین زندہ بھی مین ارباب زبہ بھی مین  
 دیکھ مین امیر آئے کس پر ملائے وا غطا

ردیفِ عین مہملہ

سیری طرح جہان مین ہے گرم شتاب شمع  
 ہر جہم مین گلے سے ہے پاد رکاب شمع

دل میں کرے خیال چارلس گلزار کا  
کیا بات تیرے ساغور دنیا کی بہا قریب  
پردے میں نورس رخ روشن کا کیا چھپے  
جلکہ ابھی تو گرمی عارض سے ہوگی خاک  
روشن ہے اسچہ خاتمہ محفل کا صبح نکس  
نور و نور کیا ہے کیا کسی ہونے سے قد کا و  
لائے کہاں سے اس رخ روشن کی آفتاب  
یون گل ہے رو بہ ترے عارض کے بوز و  
ہے خاتمہ کا قصہ دان چپ کے رات کو  
در کا رہو اگر تری محفل کو رو سخی  
پردانوں کو جلانے کا انجام ہے بڑا

آنکھوں سے تباہے اشک اپنی گلاب شمع  
میشل پر چسپاں ہے وہ لاجواب شمع  
خانوس کے حجاب میں ہی ہے نقاب شمع  
آئے ترے حضور جو رکھتی ہے تاب شمع  
یہ وہ ہے کہ رکھتی ہے چشم پر آب شمع  
ہے مصرع بلند ترا انتحاب شمع  
بجائیں جو خرم سے ہے آب آب شمع  
جیسے حضور قلم ہے آفتاب شمع  
آئے زمیری قیصر ہے خانہ خراب شمع  
خانوس آسمان ہے ہاتھ شمع  
لیتی ہے اپنے سر پر عیث یہ عذاب شمع

واقت نہیں ہے اپنا سیر خانہ نور سے

معدوم ہے امیر ہمارے حجاب شمع

مکن نہیں کہ رخ سے ترے ہو دو چار شمع  
کیون صبح تک ہے شام سے شب زور و رخ  
آتی ہے اُس کے کو چہ گیو سے کب ہوا  
ہر شب کو تاحی آنے میں کرتی ہے عذرا نگ  
قصہ جو سوز دل کا سنا جو سے شام کو  
ہے باعث شگستگی ہزم زو سے زور  
آئے زیاد خانے میں میرے تو خون سے  
دولت وہ کون ہے نہیں جسکی کسی کو تاک

چہرے کی آب و تاب دکھائے ہزار شمع  
ہے کے شوق میں ہر محفل انتظار شمع  
نچ جاتی ہے یہ ہزم میں کیون بار بار شمع  
کیا جانتی نہیں ہے ہمارا زور شمع  
سما وقت صبح شب کو رہی استکبار شمع  
دکھائی ہے خزان میں بھی رنگ بیدار شمع  
چلے ہو اُس کے گھوڑے پر ہو کر سوار شمع  
ہے ساتھ چہرہ ہی ہے اگر تاجدار شمع

مشتاق مرگ میں غیبِ فرقت میں آپ ہم پردانوں کی ہیں لاشیں لگن میں پڑی ہوئی آیا نہیں جو بزم میں آپ تک وہ سرفرد اس شخص کو کے وصف جو کچھ بھی رقم کرے	ناحق و کھارہی ہے زبانِ شعلِ نارِ شمع دوروں کے کیوں نہ دل کا کھائے بخارِ شمع پردانے کی نظر میں ہے مانندِ نارِ شمع بجائے صاف کلاک و شائع بخارِ شمع
---	---

مکن نہیں کہ سہ نہ ہو گلگیر سے قلم  
فانوس کو امیر نہ سمجھے حصارِ شمع

ردیف غنیمت معجزہ

کر رہا ہے خوب تقلیدِ رُخ و کاکل چراغ کیون نہ مٹ جائے شبِ صلت ہمارا چراغ شب کو اندھی مل گئی ایسی ہماری آؤ کی ہو غلافوں سے اگر تار یک ہے گلچ غن نخمرِ دلِ محبت پر ہے دل کی روشنی سیکھون کو وقتِ شب کیا روشنی کی حقیقت کیا عجب عشاق میں ہی ہو جو با ہم لاگ ذات جب تک روشن تھا پردانوں کا اک انور تھا	ہو کے گل کر کہ ہے پیاؤ دوسے سہل چراغ کوئی مل سکتا ہے پیشِ اضی کا کل چراغ ہو گئے خارِ شمع سادے شہر کے باکل چراغ دراغ دل کا سا تھا پائے لائی ہو بلیں چراغ کیون نہ مگر تار یک ہو جاے اگر ہو گل چراغ شیشے سے غم و غن ہے تو جامِ دل چراغ گل کو لے جا لگن چٹنگے نے آؤ و بلیں چراغ بلیں جرت پرائیں ہو گیا جب گل چراغ
--	--

شب کو اندھ کی دریا پر ہوئی جو اسے امیر  
ناخداؤں نے کیے رہِ مشن کماروں چراغ

کیا شب تار یک فرقت میں جلا میں ہم چراغ دراغ صرشت ہرے فداک کو بیٹے میں یون پائے گایر سے یہ خانے میں اگر کیا دروغ عبدیری میں کریں کیا زیست پر ہم اعتماد	گل کرے چکر ہوا سے آؤ جب ہم چراغ جس طرح کوئی جلاتا ہے شبِ نام چراغ کر کہب شتاب سے ہی نور میں ہے کہ چراغ ہو چکی ہے صبح اب ہے اور کوئی دم چراغ
--	--

<p>جو تھیں ایسے کہ میر پر سردار بن جاتے تھیں          بے ثباتی پریم عالم کی نکل آتی ہے صاف          مر کے بھی محتاج ہوتا ہے کسی کا کب سخی          ہر مریض عشق عارض کی دہی بے تلبیان</p>	<p>ہویم میں ہے گل پروانے کا محرم چراغ          ہے گھاؤ چشم آفرین میں جاہم ہم چراغ          گور عاتم پر ہے نام روشن عاتم چراغ          لاکھ کرنا ہے دعائے نور پر بکروم چراغ</p>
<p>میرے آگے جتنے شاعر ہیں وہ ٹھنڈی ہیں میر          کیا جلتے تاروں کا پیش نیرا عظم چراغ</p>	
<p>کھائے یہ الفت بے غنہ دہن میں داغ          گر این وہ ہون کہ کچھ نہیں پروا ہے بعد مرگ          لے ترک دیکھ تو کوئی گوی سے اُڑ جائے          کا فورے کے بیچ غریبی سے بھیج بدن          تیلے مری نہ دیکھئے بوسہ رقیب کو          دکھا ہے جب سے باغ میں گور بدن ترا          مشوق سجدہ حق میں بھی دشمن کو رشک ہے          ظاہر میں اور رنگ ہے باطن میں اور رنگ          دیکھا سے لالہ زار کو ہم جا کے کوہ پر</p>	<p>طاوس کی من میں سدا پا بدن میں داغ          دھو گی چشم تر جو لگے کا کفن میں داغ          بندوئی صفر نہ بھری غم میں داغ          ہے میرے حیر سے دل اہل وطن میں داغ          ایسا ہو لگے کین سبب ذوق میں داغ          لالے کی من ہے جگر یا سمن میں داغ          ہے شمع کی حسین کا دل ہر بدن میں داغ          ہونے قبا میں ہر تو ہارے بدن میں داغ          ایک ایک کا جگر ہے غم کو کچن میں داغ</p>
<p>جب سے سنا امیر کہ من قاتم در و مند          لاکھوں پرے میں سینہ اہل سخن میں داغ</p>	
<p>روقیف خا</p>	
<p>دوڑا دل اسکی زلف سیہ نام کی طرف          دل دیکھئے تو غم کے مشوقی بادت          در پیش ہے وطن سے سفر چہ ہوتا ہے مگر</p>	<p>یہ صیدا پ کھنکے گیا دام کی طرف          آغاز میں نظر ہے انجام کی طرف          حسرت سے دیکھتا ہوں در و دام کی طرف</p>



ساتی یہ پھر بار میں دل سے کیا ہے عبد  
 وہ بے نصیب چون چڑھتا ہے کون سمجھی  
 و حیان آگیا کہ باغ کو بھی دیکھتا چلون  
 اُس آنکھ کے جو دیکھنے والے میں باغبان

دیکھو نہ آنکھ اٹھا کے مے و جام کی طرف  
 تقدیر پہلے گردِ شیش ایا م کی طرف  
 آیا تھا ایک سر و گل اعدام کی طرف  
 کب دیکھتے ہیں زکریا با دام کی طرف

پلٹے امیر سے کا کیا پوچھتے ہو حال

جائی کی تہہ پر وہ گیا بام کی طرف

ہے چھٹا وہ اُس پر پی سکر کے بل کھانے سوزان  
 کیا تجھنے پر تکی ہے اپنے بیگانے سے زلف  
 حق اُسی کا ہے سلاسلِ پاس حق جو فرضِ عین  
 سو بلائیں ہونگی نازل ایک ہے اجناک بلا  
 تھی خُشب و بخر افشاں سے خُشب ہوتا ہے  
 اب غمنا ہوں کہیں مسجد میں حق جی مزار  
 ہٹ سکر سے شانائے دی ول صد چاک کو  
 طو زارِ ایش کا کیا جانیں ابھی کم سن ہیں وہ  
 چشمِ بد و دہ آن کا ہر انداز ہے سب سے بڑا  
 و کیسے اہل عدم پر اب چھ نازل کیا بلا  
 آدمی کیا، تو کرتی ہے خوشنویں کو بھی مس  
 لے دل خدیاک شانہ شکے جا پر یا دور کہ

آتی ہے قبضے میں کسے ہاتھ روٹاؤ سوزان  
 ہے بڑی کج بحث سید ہی ہو تو ہوشاؤ سوزان  
 ہے یہ حق پوشی چپاتے ہو جو دیوانے سوزان  
 کھولنے باہر نکل کر آئے غاسفے سوزان  
 کیسی لے مشاہیر کج تیرے چمکے سوزان  
 و خیر دہنے دکھائی بھوک سیما نے سوزان  
 غیر لکن ہے کہ سنبھلے تیرے سنبھانے سوزان  
 کج ہے کہنے سے غافل ہے خبر شدہ سوزان  
 شمن میں اک باکین ہے کم نہیں بانی سوزان  
 شانہ کیا نام کہ پہنچی ہے لٹکانے سوزان  
 سوچ آئی کیا چھوکی اپنے چپانے سوزان  
 ہے علاج اٹا ابھڑتی تو سبھانے سوزان

درو دل کہنے کو جاو تم تو بگے ہو امیر

پر نہ اٹھا نیکی افسوں سے ناشائستہ سوزان

گیا کھلے میں زوہد میں ایک اسطرلابِ سخن

عاقبت ترے اگلیں سطران یک سطر

چرنا ہو ان پلوں سے من ایک طرف ایک طرف  
 مرد و عورتیں نیز زمین فندہ زمین بالائے زمین  
 نور زم میں جلوہ نما عکس آنکھ میں ہے ترا  
 وہ قامت و گیسو نہیں شبیہ ہے یہ لٹغین  
 پیری میں ایسا نہ نہیں یہ تیرے گیسوے سفید  
 کیونکہ بچے کی دل کی جلن آنکھوں میں خاک کی  
 میں بیچ میں وہ جلوہ گرین ہوں اور اور غیر اور  
 ترکان بچہ میں شمع کے ارد کی تلواریں لیے  
 بہت ہے الفت سے جو دل چھانکا ہو فرقت سے مگر  
 خلاش دولت دونوں میں دنیا میں ہوتا ہے مہر  
 ظاہر گل و ہبل سے ہے یہ رنگ گلزارِ جہان  
 میں آنکھیں دل پر کئی چین چین پر بھی تری  
 تھالی مصیبت سے نہیں انسان کو سستی و عدم  
 پر جنگ ہو کہ نہ کرنا دل آنکھوں میں خون کو دیکھ کر  
 آدمی سفید آدمی سیاہ ہر اک پہ وحشت کی نگہ  
 بازو پہ گز اس کے بند میں جہان میں جہنم سے  
 کیا کا تیلہ حال سے چھوٹ کر تم کھٹے ہو کیا  
 دل سے جگر سے عشق میں کائے سے غم کشدین  
 کیا دن تھے دہلی کھٹو تھے تیر و مرزا سے چین  
 میں نذرہ بالاتر سے لبان بخشید میں منتخب  
 سکندر اور میر ہے ہے ترسین اور میری ہے غی

وہ لٹغین میں صفت ممکن ایک طرف ایک طرف  
 آہستہ جو انجمن ایک طرف ایک طرف  
 بیٹھے ہیں وہ غنیمت میں ایک طرف ایک طرف  
 ہے دار سے نکلی ہیں ایک طرف ایک طرف  
 ہیں دوش پر یہ دو کھن ایک طرف ایک طرف  
 ہیں تاکہ میں دورا ہن ایک طرف ایک طرف  
 ایک بچہ اور وہ بہن ایک طرف ایک طرف  
 دکھلا رہی ہیں باکپن ایک طرف ایک طرف  
 آہستہ میں دو داغ کپن ایک طرف ایک طرف  
 اس سا بچے میں وہ بہن ایک طرف ایک طرف  
 یہ نوکر و خندہ زن ایک طرف ایک طرف  
 طوق کو زین چشمن ایک طرف ایک طرف  
 ہیں غنیمت میں دو کھن ایک طرف ایک طرف  
 آہستہ میں دو خون تلخیزن ایک طرف ایک طرف  
 آنکھیں میں ایک طرف ایک طرف  
 آگے چھک میں نور میں ایک طرف ایک طرف  
 کا یہ چہ نہیں بید میں ایک طرف ایک طرف  
 اک کوہ ہو دو کوہن ایک طرف ایک طرف  
 یہ دونوں تھو کینا و فتن ایک طرف ایک طرف  
 وہ زمین سچائے زمین ایک طرف ایک طرف  
 دو تھو میں یہ دو طاق میں ایک طرف ایک طرف

چونکہ ابرہہ سے جگر دل بسلی تیغ نظر  
خیزاں اترکے ہیں تو ہوں آج ایک مانون گانہ میں  
تین تین دامن عبا تھامے ہوئے ہیں حشر میں  
گویا ہیں دو گنگوٹوں گفن ایک طرف ایک طرف  
دو ہوسے لوگ جان میں ایک طرف ایک طرف  
ہیں تیغ میں شاہ ذہن ایک طرف ایک طرف

زلفین امیر اس حمد کی میں چسپاں پر نور پر  
اک چاند سے اور دو گہن ایک طرف ایک طرف

قبر ہے خرگان چشم جاوے دلبر کی صف  
و یکھنے آیا جو وہ سفاک روز باز پرس  
دند سنانے کے کیا میاں ک میں طراہ ہیں  
ماگہاں جکی جو مضی برقی دور تیغ جمال  
ہے صدف کہنا بجائے اسکے دہان تنگ کو  
ہوں وہ دیوانہ جو مسجد میں گیا دقت نہاد  
کیا خازن نہاد ہے نکمہ جو وہ دامن کشان  
کیا زانہ ہے ہوئے مقتول خاصان خدا  
مسجد اقصیٰ میں ختم الانبیاء تھے پیش نام  
سومنون کو کیا رہے اندیشہ باجوئے کفر  
ایک جنس میں آت دیتی ہے چکر کی صف  
گرہن جھک جھک گئیں کچھ کچھ گئی بشر کی صف  
دخل اگر پائین تو سیما میں خدا کی گھر کی صف  
کیا نہ بالا ہوئی خرگان چشم تر کی صف  
تھے ہیں جبکہ صدف دندن وہ ہر گھر کی صف  
نہ گئے سب لوگ اندر ہو گئی باہر کی صف  
زلزلہ آیا دہلا ہوا ہوئی محشر کی صف  
مسجد کو فہمین بھی ماحم مسجد کی صف  
پچھے آئے مسلمان عاقبتی کبر کی صف  
سید اسکندر ہوئی اسلام کے لشکر کی صف

شعر میں ہر صف دیوان پامیرے یون امیر  
جس طرح گلزار میں مشاعرہ بات کی صف

روایت قاف

کتنی جو دور قطع ہے دم بحر میں داو شوق  
ملوفان غم میں دل کی خدا ہی مدد کرے  
شیدا ہوئی اس کے چہرے کا عاشق ہوئی لک  
مرد کے پاؤں رکھتی ہے اپنی نگاہ شوق  
منظر ہے خاصے جیسے تباہ شوق  
سجھ مرئی نظریں سپید و سیاہ شوق

ترک ہو ڈرنے کیاست کے روز سے  
 ہے سیر اباغ حسن کا غالب ہمیشہ دل  
 آمد ہے قہر طرین یکس شاہ حسن کی  
 بختی ہے تیغ نعرہ حسن میں تو کیا  
 ہوڑا بنا دیا ہے ترے رعب حسن نے  
 غلے خیال حسن میں پتے ہرے ہرے  
 پرواہ ہے کیا نقاب جو اس تیغ کی ہے سپر  
 جتنا اُدھر کچا ترے جانی کا نسخہ برہم

اسے شہر دل ہے جرم تست گناہ شوق  
 انگلی ہے اس زمین سے مردم گب و شوق  
 پردے ہماری آنکھوں کے بین فرش بلو شوق  
 رکھا اور پردہ کے پاؤں ذرا اے گناہ و شوق  
 ہے دس دس دھند دار ہمارے عکاس و شوق  
 برسایہ جھوم جھوم کے ابر سیاه و شوق  
 توڑی گی جیر جکے ہمارے بھگوا و شوق  
 بڑھتی گئی اُدھر میں شکست کا و شوق

سبیل کنڈانی حسینوں کو کہیں تک  
 نکلی امیر رند سے ہمارے جو آہ و شوق

زندہ یارب ہوں جو مردہ ہیں یا آوارہ عشق  
 دل ہی میرا میری مانند ہے آوارہ عشق  
 گردن چرخ جھکے ہوجے عیب مثل ہلال  
 سہر و آواز یاد چھوٹے ہوئے بندہ ہیں ہی  
 پھر کے زمین میں گئے حضرت ابوسنی میر طوار  
 ہے یہ مطلب بل صبر پاک کا بے نفس نیازیار  
 برق کو میں غلام شوق کا پرچم جمع  
 قبا آدم عرض آج اُچھلتا ہے ہو  
 نورادوں میں جاوہر میں چمک بھولوں میں  
 کچھ بھی ہوتا جو زمانے میں محبت کا رواج

چونکہ سے صوفیوں میں شور و شکر نقاد عشق  
 آسمان عشق کا میں ہوں تو یہ سیارہ عشق  
 کیا اُنھے پھر کسی مزدور سے پشتندہ عشق  
 عاشق قد نے دیا تھا کبھی کتبہ عشق  
 کیوں نہ منزل پر وہ پہنچیں جو ہوں آوارہ عشق  
 اسی قرآن میں لجا گئے یہ تسی پائے عشق  
 رعد پر جھگو ہوا شمشیرِ نفاہ عشق  
 حلق نسل ہے جسے کہتے ہیں نواہ عشق  
 لاکھ تینوں میں ہے پر تو رخسارہ عشق  
 حسن کا نگہ شوق سے نفاہ عشق

بھنے اُٹھایا کیا مار گت کو امیر

مرے مرتے نہ اٹھا پر وہ رخسارہ عشق

آتش ہے فرقت سیلاب عاشق  
بکلی ہے شیدا سیلاب عاشق  
دریا ہے الفت گرداب عاشق  
سرخاب پر ہے سرخاب عاشق  
ہے مہر قربان بہتاب عاشق  
قائل ہے ان پر خود ڈاب عاشق

غم ہے بجایا بن سیلاب عاشق  
خون کا میرے آب یک ٹھکانا  
قسمت کی گردش باقی ہے کوئی  
دو گل ہے پیاسا میرے لب کا  
انسان کیسے چہرے پر تیرے  
مستغرق عاشق کیونکر بے جا ہوں

دور آئے ایسا کوئی امیر اب  
احباب پر ہوں احباب عاشق

ردیف کا فربازی

جمع سالان ہے پر دل ہے پریشان اب تک  
وہی کاسٹے ہیں وہی گوشہ دامن اب تک  
دھبہ باز ہے ہوئی ہے شہر میں سیلان اب تک  
شوق میں میرے کھلا ہے نہ زلفان اب تک  
صبح ہوئی نہیں لیکن شب ہجران اب تک  
تیسرے پر پڑ گئی ہے وہ فرکان اب تک  
مرچکے چرمی جگے جاتی ہیں عصیان اب تک  
ہنسنے آتا ہے وہ اسے گردش دوران اب تک  
ہنس رہا ہے جو مرا پاک گریبان اب تک  
کوئی شکل مری ہوئی نہیں آسان اب تک

وصل حاصل ہے مگر تو غم ہجران اب تک  
ٹھک چکے پر ہے ہر سیر بیان اب تک  
یتیم تیرے گھر کے گھر کے دھندلی ہو گئے  
تیرے دشت میں آئے تھے مدت گزری  
پیری آئی ہوئے سب کوئے سیر و سپید  
دل جگر سینہ دوسرے ہوئے چلتی لیکن  
کتنے بے منت تھے جو چوڑ گئے رہیم ستم  
عمر گزری ہے کہ ہوں منتظر روز وصال  
کیا نہ گری نہ مات کی ہے اسکو بھی خبر  
عمر گزری ہے آہی اہل آئی سے نہ بار

شعرا اکٹھے گئے دنیا سے مگر دیکھو ایسے

ایسے شعرون کا ناز ہے سنا خوان ایتک

اپنے قبضے میں بھی ہے مثل سکنر و خورشک  
نوش کرتے ہیں جو دیتا ہے مقدر تو خشک  
سایک راو خدا کو ہے برابر تو خشک  
پوچھ لو ہم سے کہ دیکھا ہے سلسلہ تو خشک

عشق میں میں لب خشک شرہ تر تو خشک  
ساقیا ہکو سے تاپ لے خواہ کیا باب  
قطع رہ کرتا ہے دریا میں بھی صحر کی طرح  
خشکی ناپہ تو داسنی وند کا حال

اقبیا نصرت الوان چکرین لانا میسر

خاتم تک ہکو بھی ہوتا ہے میسر تو خشک

نشان کس طرح پہنچے بے نشان تک  
کہ دلتی ہے حیات جاودان تک  
لگی ہے آگ اک دل سوزبان تک  
تو مانگے سوت مرگ ناگہان تک  
تو ٹھہری سوچو دل سے زبان تک  
کہ مر مر کر پہنچتے ہیں وہاں تک  
قص سے خاک بیٹھے آشیان تک  
کہ سوز دل نہیں آواز بان تک  
کہان تک پاس روتی کہان تک  
پہنچنا ہو چکا اب کاروان تک  
چلو دیکر جگھے پر معان تک  
جگھے چنچا دے اسکے کسان تک  
گئے کیسے بستر لا مکان تک  
تراکت آڑے آئیگی کہان تک

نہیں ممکن رسائی لا مکان تک  
تری سفاکیاں پہنچیں یہاں تک  
کہوں ضبط نفس ہویم کیاں تک  
پہنچ جائے اگر کج خست جان تک  
میں ہوں وہاں تو ان جیسا کہ کھینچی  
کڑی ہے اس قدر منزل عدم کی  
یہاں آخر ہے اور میں بے پرواہ  
میں ہوں ان نغمہ میں شمع مقصود  
ہزاروں حسرتوں کا ہو گیا خون  
مری داندگی کہتی ہے مجھ سے  
غش آیا زہد و مسجد میں بے سے  
ترے قربان اسے بیتابی دل  
مکان یاد تک قاصد نہ پہنچا  
بہت ہی زور پر سے وصل کا شوق

<p>میں وہ دل سوختہ ہوں اس چمن میں          نہیں کچھ تیغ قاتل ہی کشیدہ          نہ پانی گردِ نالوں نے اثر کی          جویوں آنے نہ دے اسکی گلی میں          مڑ پٹے سے مرے تنگ آگے بولے</p>	<p>جلے بجلی جڑے آشتیان تک          خفا ہے مجھ سے مرگنا گمان تک          زمین سے خاک چھانی آسمان تک          تو پہنچوں خواب بنکر یا زبان تک          تسلی دے کوئی جھکو کہان تک</p>
<p>کہان ہم اے امیرِ باد کہانِ داغ          یہ جیسے ہو چکے غلہ آشتیان تک</p>	
<p>ڈھونڈا کیے جھوٹے ملا یا رکھ کر تک          کھٹکتا نہیں کون آگے میان میں نہ رویا          فریاد ہے عالم میں ترسے دستِ ستم کی          بیکس تھانا لے میں مرا کسو ہے ماتم          گھر تک غیبِ فرقہ میں اے کھینچنے والوں          پانی یہ کھا ڈار ترسے تیر میں لڑتے          کیا بارش پر آبِ دہم شمشیر ہے ناکل          جو صدمے ہو باہر اُسے کیونکر کوئی دیکھے</p>	<p>پہنچی نہ کس طرح دعا بابِ اثر تک          اک تھم ہے پانی کا احرے جواہر تک          سر کھولے ہونے پھرنے میں غورِ غمِ فکر تک          اک شمع کھڑ شام سے روتی ہے سحر تک          پہنچے جو مرا تھم گر مہمان سحر تک          بیٹے میں وہ شیشا نہ ہوئی جھکو خبر تک          تاثیر کی کمر تک گرا ب ہے مڑ سحر تک          روشن ہے کج جاتی ہے نظرِ حدِ نظر تک</p>
<p>چھوٹا نا ایسے ران سے کوئی خبر کا کچھ          آنے میں دعا عذرِ ہمیشہ مرے گھر تک</p>	
<p>ردیفِ کافِ فارسی</p>	
<p>باغ میں اگر وہ گلِ روزِ تازہ دکھلا تے رنگ          بہتہ اڑ کر جا نہیں سکتے تنفس سے باغ تک          جانا ہوں ہے بڑا بہرِ وہاں پیرِ فلک</p>	<p>گلِ بدشاہتیں کھلتے آتے کجا کجا بہرِ رنگ          گلِ جویاؤ آتے ہیں تو پہرے کا آوازِ تاجِ رنگ          صورتیں تازہ نئے ہر روز دکھلا تے رنگ</p>

آتش رخسار کو غارتے کا بھر کاتا ہے رنگ  
 اور ہی کچھ اب تہا لائے سخی داتا ہے رنگ  
 کیا خورشید ناخن غم جھکو دکھاتا ہے رنگ  
 خورشید چڑھتے ہیں ہم یار زمین بند بھائیوں رنگ  
 ابرج گلشن میں آتا ہے بد بھائیوں رنگ

کیا خدا کی خان ہے پانی کرے کار ہوا  
 گراہ دنگ چپ کے فٹے آؤ ہر سے پیر مغان  
 زہر و دل بنگیا زخموں کے چوہوں کے گھن  
 ناکہ آتا ہے باندھے ہیں جو مضمون زلف کے  
 کیوں جو چہرے پہ اسکے خوشنما زلف سیاہ

کسے شخون لایچکا کھلتا نہیں کچھ اسے اسیر  
 ابھی کیوں قمری بد شوخ رنگا ہے رنگ

### رد لیت لام

کسی گلچین کو کرے جا کے حوالے میل  
 تھوڑی تھوڑی ابھی آواز کھلے میل  
 کچھ تو میاؤ کو با توں میں لگا لے میل  
 کہیں شکار سے پر وچ نہ ڈالے میل  
 دامن گل کہ کھینچے کو سنبھالے میل  
 پر نہ بے ز کہیں جھگڑا نہ کھالے میل  
 اپنے آغوش میں چوہوں کو چھپالے میل  
 چاروں رنگ گلستان میں جا لے میل  
 ہو بلا ایک تو سر سے اٹے ٹالے میل  
 اس توقع پہ کہ کچھ درد بٹالے میل  
 چوٹ کھا کھا کے ہونٹ سے نہ ڈالے میل  
 باغی گھر کے سنبھالے تو سنبھالے میل

دل ہے دشمن نہ بغل میں اسے پالے میل  
 گور فار ہے میاؤ کا بگھے تو مزاج  
 غم براتی ہے تری سارے چمن میں شہور  
 بچیاں گل کی پریشان نہ کر اسے باو میا  
 سوتے شکل بے گلچین ہے قریب گھن  
 لی تو ہے سول گلستان کہ نوراجی بھٹے  
 تیر چلتی ہے ہوا فصل خندان آپ بیتی  
 خراک روز خزان ہے کہ طاسی ہے بہار  
 دھبیاں میاؤ کا گلچین کا خط خوب خزان  
 عاشق کگل کا ہون جانا ہون چمن میں بیجا  
 ناخون چوہوں پہ بہار نہ ڈال لے گلچین  
 گل ترے آگے نگاہوں سے گھرے بڑے ہیں

ناموافق ہے ہوا اس سے گلستان کی اسیر



## آشیانے سے کوسہ نکالے میل

اڑتے ہی بڑ گئی سیاد کے پائے میل  
ایک ہم میں ترے پہچانے والے میل  
آلودہ سے ترے سب بھر گئے قائلے میل  
دیکھیں گرم ترے یا مرے نالے میل  
دل کے ابران کہو کیا خاک نکالے میل  
آج جو کچھ ہوشنا ناہوشنا لے میل  
چکیاں لین گے جگر میں تر ہونا لے میل  
آشیان برق کو کر دے گی حوالے میل  
خوب ہی پوٹے تری دل کی چھپا لے میل  
چھپے کر کے خدا ان کو سنا لے میل  
ان گلن کے میں کھلا ذرا ترے میل  
دروا نکسید نہ کرایسے قوت لے میل

داہ کیا خوب پر دیا ل نکالے میل  
باغبان رحم سے واقف نہیں گلچیں بیدار  
یہی رہنا ہے تو بھولو کا خدا کا قتا ہے  
نہ جوتو سے نفس میں نے چمن بھونک دیا  
پھول گلشن میں غم سے تھے کہ ستیا دیا  
فوج سیاد کرے گا تجھے کل ہے یہ خبر  
ہنس رہا ہے ابھی سیاد نہیں واقف ہے  
باغبان کا چغوب دروازہ جلا رہا ہے یہی  
اتر گلچیں کے کے باغ میں کا نٹن انگار  
پھول پوٹے ہوئے بیٹھے ہیں چمن میں بھونک  
تجھے ہنسنے میں بھی کرتے ہیں گلچیں کو مذاق  
دم آت جائے نہ سیاد کا سننے سنتے

## اکلن ایگی خزان دہ کی کسی یہ امیر چارون باغ میں بے پر کی اڑا لے میل

یہ سننا تھا کہ کبھی سن گیا دل  
کسی کو کیا مری آنکھیں مرا دل  
ادائیں چھیٹے یقی میں مرا دل  
جیاں ماہ محبت میں گرا دل  
تری شوخی کا خاکا پھینکا دل  
اتھی دوسرے پہلو میں یاد دل

انہیں درکار ہے اک پھینکا دل  
اُسے دیکھا تصدق کر دیا دل  
دو آئی بادشاہ حسن کی ہے  
اٹھا کر دروازے اور اس کو ٹپکا  
تری محبت میں جا کر بس گیا ہے  
ثرپ جاتا ہوں میں اٹھا رہے جب یہ

تری انگلیوں پر خون برس کا  
یہ دل غم عشق سے ہے عشق جگہ  
تہارا جو ہنوا سکی خبر کیا  
جگہ کے غیر کو بھی ساتھ تیرے  
ابھی ایک دل کس کس کو دون میں  
وہ بولے دام بوسہ دین تو دل میں  
پتک کر دل مرا جھنجھلا کے بولے  
تصنیع افسردہ پایا بچہ گیا جی  
ڑپنے سے ہر روز غم کیا کام

چلا اس چال سے تو پس گیا دل  
سمجھتا ہوں سے میں دوسرا دل  
ہمارے ہاتھ سے جاتا رہا دل  
کب اس پہلو پر ماسا ہے مرا دل  
وہ ان تو مانگتی ہے مسرا دل  
نئے دل دینے والے تم نیا دل  
بڑا اوچھا ہے تو لیجا اٹھا دل  
تصنیع دیکھا شگفتہ نگین گیا دل  
یہ تنکو پیار کرتا ہے مرا دل

ایسے اس ناز سے غلام نے دیکھا  
انکا بہن بول انھیں وہ لے گیا دل

وہ مجنون ہوں مرا سوا نہیں تم میرے قابل  
جو مصنن تیرے بوجھا ہے تو بندش بھی نئی پائی  
رنگ شمع اپنا سوز دل چہرے سے ظاہر ہے  
زبان سے کچھ نہ کہتا غل سمجھ کر بے زبان تو نکو  
مشقت سے محبت شیشے میں پران بند کرتا ہے  
چھوڑ بغیر گیا کہ تو کیوں در سے لگاتے ہو  
ہمارا ڈھیر حب دیکھا کہا اس ناوکا لگن نے  
عبادت کا اگر ہے شوق یہ بھی شرط ہے ناہ  
جو بوسہ زن کا لگا کہا اس شوق نے ہنسر  
بڑی بند نوازی کی جو دی یہ بار و ستار

کرے تمیر چو سکی وہ ہے بغیر کے قابل  
ابھی ڈاب بھی لجا ہے اس شمشیر کے قابل  
غلابی اسلحے جھنڈ زبان تقریر کے قابل  
ہو اسے خواب محل بھی کہیں تمیر کے قابل  
سن لے مال پری شیشے کی جو بغیر کے قابل  
کہان تصنیع دہانے کی جو تقریر کے قابل  
یہ تو وہ خاک کا ہے کیا نشان تیرے قابل  
حیین سجدے کے لائق ہو زبان تمیر کے قابل  
جنون اب بڑھ چلا ہے تپ دین بغیر کے قابل  
تھا یہ رگلا تیرے دھم شمشیر کے قابل

حقاً و عطا نہ ہوں ہوں کہ تو نہ پھیر کے قابل  
ہمارے لاش سے ناکلی نہیں تھپیر کے قابل  
بنائیں حق کے کیسی صورتیں تصور کے قابل  
ہمارا مال اے قاصد نہیں عمر پر کے قابل  
وہ من کس کا ہے اُسکے سامنے تیر کے قابل

پر یہ دیون کا عاشق ہوں مجھے کہتا جو دیوانہ  
کبیں سر ہے کبیں سینہ کبیں بازو کبیں لانا  
مصور بھی چوگا کو دیکھتے ہیں دل میں کہتے ہیں  
جو کچھ انگھوں سے دیکھا ہے وہ اس کو جا کھینچتا  
کلیں اشد بھی آئین تو کچھ دیکھتے ہیں آئے

امیر اپنا دل پر داغ سو سے کر بلا کیسے  
یہ گھڑ سے ہے نذر وہ نہ تھپیر کے قابل

سور ہے میں یکڑوں زیر زمین بیدار دل  
لا جھگی کو پھیر دے پھر میرے ہی سر ہار دل  
صلقہ پر کار میں ہے نقطہ پر کار دل  
فی الصلحہ ہر تھی دیو تھی ہری سرکار دل  
پھر کے انگھوں نے کہا ہشیار دل ہشیار دل  
ایک کے بے حمد کے اللہ جگر چار دل  
کچھ خلوت پہلے تھا اب ہو گیا باز دل  
میتے کس کس کے لیے بن چکے اندر دل  
جیت لے میدان مشقت کو نہ ہمت ہار دل  
کس میجا کا ہوا ہے لاحد باز دل

کیون نہ کیوں میں ہو گرم الدہائے ناز دل  
دل رہا تیری نظر میں ہے اگر بیکار دل  
ہجر میں گھیرے ہوئے رہتے ہیں اندوہ و الم  
خواہش دولت اگر ہے ہو دیو دل پر کین  
ہو گیا جب سامنا اس زلفِ آفت خیز کا  
چاند پرو پر ترے لے بستہ کون قرآن ابھی  
لے خیا لات جہاں کیسی خرابی لائے تم  
عسرتیں تھیں جس قدر وہ ساری مرڈ ہو گئیں  
منزل دیا نہیں ہے یہ مقام اتھکان  
جان مدت سے ہو ہونٹوں پر گرم رہا نہیں

آئیو لی گر نہیں ہے آفتِ آذہا میر  
کیون اُلجھتا ہے سے سینے میں پھر باز دل

اپنی سی ہزار محائے بلبیل  
ہو خندہ گل صدائے بلبیل

گل سنتے ہیں کب صدائے بلبیل  
رنگ اپنا اگر جائے بلبیل

مقبول ہوئی دعا کے بلبل آئی آواز باغ کے بلبل کب گرم ہین نالہ کے بلبل گل سے ہے بلند جاگے بلبل ہے بلبلوں میں صدا کے بلبل دیکھی لے گل دعا کے بلبل	مکھنچیں رو سخن باغ بھولا توڑا کھچپین نے جب کوئی قبول گلزار میں آگ سی لگی ہے ہے متن سے قدو عشق باغ آیا ہے ہنسنے کو جو وہ گل آخر کو ترپ ترپ کے دی جان
--	--

پھولوں سے بھرا ہوا ہے گلشن  
خالی ہے امیر جاگے بلبل

آج کچھ بھنے سو اپنی تمی جو قبول سے قبول  
غار مقبول سے باقہ آئے ہیں مقبول سے قبول  
چمن افسانہ پند ہے مقبول سے قبول  
بڑے زردی میں ترنج عالی معزول سے قبول  
سرور فوق سے بدر ہوئے معلول سے قبول  
تنگ سے قصہ بلبل میں ترپ قبول سے قبول  
کہو دامن کو بچائے رہیں اس قبول سے قبول  
روٹی مشنم جو گلستان میں ہو قبول سے قبول  
آج ساتی کے سواد ہی مجھے قبول سے قبول  
کیون جنازہ نہو ہے جرمی مقبول سے قبول  
جین سوا آنکھوں میں این مشعل غول سے قبول  
کسی گلشن میں نہیں غالب زہ قبول سے قبول  
سو نے چاندی کو کھنکھنے لگیں تھ قبول سے قبول

باتیں کھٹ کی کہیں سب کو قبول سے قبول  
کی ہے جب غم سے بھنے چمن علم کی سیر  
داغ بیٹے میں نہیں ہیں ۷ ملے ہیں ہنکو  
کون کیا چمن میں کہ غمالت سے ہوئے  
باغ امراض کا گھر جنگیا جاتے ہی بیمار  
کہیں کوتاہی ہو جا صفت عمر بیمار  
آگ ہے گرد و دھواں دل بلبل کی نہیں  
وہ کیا بات صبا دیدہ آئینہ میں کی  
مہربان کچھ تو ہوا روز کی ہٹ کام آئی  
اپنے سر پر تھکس کا لیا ناکس نے  
کیا ترے عاشق ترخدا کو بیکامین گئے  
غرم کی جا ہے بشر کہ جو بشر سے مانگے  
دو خوش قبول لگتا ہے میں سیکر دانے

واہر سے فیض کہ باہر میں جو فالے اُسے  
قیمتی ہو گئے سونے کے گرن پہل سے پہل

گردِ عصیان سے بری دامنِ نبل ہے میر

رسیاں ایسی تو ناحق نہ نہیں دُمول سے بول

کھائے نہ چوٹ یاس کی اُسیدِ دل و دل  
پایا خزان سے میں نے یہ بلخ و بہارِ دل  
کیا شوخ رنگِ چولن کا پیٹھ ہے ہر دل  
اے ترکِ سدا سے نہو گا شکارِ دل  
کس کا چڑا ہوا ہے سہرہ بگزارِ دل  
میرا شکارِ تم ہو تباہِ شکارِ دل  
رویا بخت کے ترے بے اختیارِ دل  
پتھر جو خونِ کارِ ایتھرا رِ دل  
پہلو میں اپنے دیکھتے ہیں ہم ہونہرِ دل  
عاشق کے سینے میں ہے اسیکا شکارِ دل  
لائے میں پیشکش کے لیے جانِ شادِ دل  
پہنچا رُپ کے دُور مرا بیتدارِ دل  
جب ہو غم اڑ گئے تو ہوا ہوشیارِ دل  
کس بات کا تھرا ہی کرے اعتبارِ دل  
ہو دل کا قدر دان تو ستر ہزارِ دل  
بیتابِ ادھر ہے جان اُدھر نیتدارِ دل  
یہ خاک ہو گیا ہے کوئی بیتدارِ دل  
ہے تو زو سے مردہ کا گو یا حرارِ دل

جہاں تو اُسکے کو چے میں ہے بار بارِ دل  
دکھلا رہا ہے سیرِ مرا داغدارِ دل  
اُس گلبدن کے عشق میں ہے داغدارِ دل  
ترجیحی نظرِ نشت نے پر بڑتی نہیں کبھی  
گرمِ خرامِ ناز ہو تم یہ تو دیکھو  
بزمِ دصال ہے کہ کوئی سبِ گاہ ہے  
جسمِ محلِ مہلا مرے پہلو کو تو زگر  
نشد ہی ہیں اُسکے آگے حسینوں کی گریبان  
کام آئے گا ضرور کسی دینِ حضور کے  
بجلی جو کو و طور پر چمکی غمی ایک دن  
گھر سے نکل کے دیکھ تو میں اک نظرِ حضور  
موسیٰ کو برقِ طور کا جلوہ دکھا دیا  
دیکھی وہ چشمِ مست تو آنکھیں سی محلِ گنیں  
ایفا کے عہدِ مہل نہ ایفا کے عہدِ مقل  
عشاق کی کی نہیں معشوق چاہیئے  
تسکین دے تصورِ جانِ کسے کسے  
آیا خیال کشہِ سیلاب دیکھ کر  
اُسے میں فاختے کے لیے روزِ دردِ دُغم

خاک آرزو سے دھل کر خون اب تک لے لیا  
یہ بھی خبر نہیں کسے کرتا ہے پیار دل

گنتا ہے ترے چہر کی ایک ایک گھڑی دل  
کتبہ میں اسے شکر الفت میں جوں کی  
جھپکے گی تیغ نگہ کیا پاس پاس کی  
زہرواتی ہے بچشم کو بچشم کی رقت  
برساتا ہے اس غیرت گلشن کے رسائی  
سے عاشق تیباب کے سینے میں گھڑی دل  
نازک ہے بہت اسیلہ آتا ہے کڑی دل  
بہت تری آنکھوں میں سو ہی دکتا ہو پڑی دل  
پانی ہو نہ کیوں دیکھ کے ساون کی بھڑی دل  
خاموش سے بنا اس لیے پھولان کی بھڑی دل

کیا دیکھ کر سو داسا ایسا آج ہے اسکو  
آیا ہے کہیں دیکھ کے سستی کی دھڑی دل

روایت میسم

کرین بھولوں کی کیوں کر آرزو ہم  
کہان مشہور نمایاں ہو جو غور شنید  
رجوم آرزو نے مار ڈالا  
عاجب وہ کھلا تب یہ سمجھا  
کسی سے کوئی کچھ کرنا ہو بائین  
جوں کی بندگی ہے فرض زاہد  
مرے منہ پر یہ کہتے ہیں مرزا شک  
وہ میکش ہیں کہ مرزا میکے سے  
انہیں پاتے کسی میں تیری بلوہم  
شہر کہتے ہیں اُسکے رو برو ہم  
کہان بائین دل سے آرزو ہم  
کیا کرتے تھے اپنی جستجو ہم  
سنا کرتے ہیں تیری گفتگو ہم  
یہ کہہ بیگے خدا کے رو برو ہم  
مناویں گے تہہ رسی آہو ہم  
جلین گے دوش پرشل سہو ہم

امیسا اس بے نشان کو دل میں پالا  
جسے دھونڈا کیے تھے پیار سو ہم

یہ روئے دھل میں منہ رکھ کے رو کو مارا چہم  
کہ بیگے سبقت ابرو نوہار چہم

چمن میں دھوم ہے اب اپنی نعمت سخی کی  
جوانکی زلف میں افشان تو اپنے سینے میں داف  
جنون میں پاس یہ پامالی نصیحت کا ہے  
دو دست گوہن کو سطلی نہیں جو جان کا خوف  
نہیں جہان میں گمن گشتی سے بد کوئی کام  
یہ آرزو ہے کہ اُنکے شبیب کھلائیں  
یکس کے گھنگرودن کی کان میں صدائی

کہ دوہی نالوں میں غالب رہے ہزار چہم  
آدھ ہزار چہم دوہین ادھر ہزار چہم  
کہ چہم چہم چہم چہم چہم چہم چہم  
کہیں گے کلمہ حق ستر سے چہم چہم  
لگا میں شگ شاخیاں یہ وار چہم  
دو زندہ دل ہیں کہ مرے ہیں اعتبار چہم  
کہ وجہ کہنے لگے خور آبشار چہم

ہوئی ہے رات جو تکیے میں فرش کیا دیکار  
ایسے ریت زمین گئے کسی مزار چہم

ہوں سارے شہر میں ہیں اگر حاجب کریم  
لیتے ہیں ایک جس سے دلا دیتے ہیں یہ دس  
بے مانگے تھے رہے ہوزانے کو گایان  
دور درسا کمون چہم دوڑو یہ زمین مشیان  
نیو گیان ہیں کیا چمن روزگار کی  
لے پر سیر و شس کوئی مہم غم کی خیر  
ہے شوق مشہد مذکر حرم ماہو کس طرح  
دوبو سے خواب ہی میں کسی روز ہسکود

حاجت نہیں فقیر کو کچھ ہے خدا کریم  
بیشک میں اغنیاء سے زیادہ گدا کریم  
تسا کبان جہان میں کوئی دوسرا کریم  
چند نامی طرف بھی کوئی دیکھا کریم  
خوشبو توئل نے دی ہے نبی ہے صبا کریم  
ما تم ہے تو کبان کوئی تجھ سے سوا کریم  
یکساں ہے یا کریم کچھ کوئی یا کریم  
تب جانیں ہم کہ تم بھی ہوتا ہم خدا کریم

بحر جہان میں دیکھو دریا فشان ایسے  
دست گدا صدف ہے تو ابرو عطا کریم

سند کا اندر کا لکھا روز ہے پامال خیریم  
خادہ پامال جو کجی ن نارغ سو پائیں انکی خیریم

مہر غم سے دفر دل کو سادی دق میں ہنم دہم  
چہم کے پہلو سائے رکھتے ہیں زندہ کو انکی اپنا جگریم

ساری جوانی ریچ میں گری ہو گئی راحت نئی جویری  
 بھر میں میں ہم کو کھڑا ہوں لیکن جو بڑا دل پنا  
 چنے نہایت بخت پر ہاتھوں کوئی نہیں اُسید کی صورت  
 باغ حیاں میں سیر کرتے ساتھ ہو لیکن قسمت بدی  
 گھر سے نکالا ریچ میں ہمارا غم کیا غواں فلک نے  
 دہرین تو وہ حارِ قیدی کیہ جسی نگرا و قد جی  
 دل کی صفائے اور بجا کام نہ اپنا کوئی سنا را  
 وقت کمرے شور سے چست مسافر کا غلہ دہی  
 غیرے حالت مضطرب داری پر ہی گردِ شاہِ مہدی  
 شوقِ شہادتِ لہو پر غائب ہوا دُری میں کوئی کمال  
 حال نہ پرچہ عشق کمر میں گلی گلو باکل ہر گئے لائے

خام کرتے جا نہ بنگان باغ میں پہنچو وقتِ سحر  
 درد کو بے کیا کام داسے داغ کو بک نہ پیش مرہم  
 ہاتھ اٹھائیں خاک دعا کر بندہ جیائیں باغِ شرم  
 ہاتھ کو کٹا خلع ہی آؤ پئی پائیں گے کیونکر کوئی شرم  
 چین سے کیسے بحرِ جہان میں گوشہ نشین خوش گھر  
 کھولتی ہی پھار کو شہ پہر نیست ہو و مانند شہر ہم  
 آئندہ سان میں نیم حیاں میں ہر کو مسکو دستِ گہر  
 دلداری غفلتِ فکر نہیں کچھ بیٹھو میں بانک لکھ کر ہم  
 درمیں غل سوزن ساعتِ پھر آئیں میں لکھیں آئندہ ہم  
 آؤ دیکھیں اُسکو جو آتے ہو دیکھیں پاؤں پہ سر ہم  
 سبکی نظر سے ہرچیز غائب جھگٹے گویا تارِ نظر ہم

شکر کی جا ہے شکر کی جا ہے یا امیرِ آبا میرِ باہین  
 کبھی کی جانب کوئی تباہ سے چو کرین ہفت کمر ہم

### رو لیفِ نون

ہم لوٹتے ہیں وہ سور ہے ہین — کیا ناز و نوب از ہو رہے ہین  
 کیا رنگِ جہان میں ہو رہے ہین دو ہشتہر میں چادرور ہے ہین  
 دنیا سے الگ جو ہو رہے ہین کیوں میں منے سے ہو رہے ہین  
 پہنچی ہے ہماری اب یہ حالت جو چلتے تھے دو بھی رو رہے ہین  
 تنہا ہے خاک بھی نہیں ہم حسرت کے ساتھ سو رہے ہین  
 سو فتنہ میں کھد میں سونے والے جو جا گئے ہین دور دور ہے ہین  
 اربابِ کمال میں جیسے سب ستو میں کہیں ایک ڈر رہے ہین



چلکون کی جھپک دکھا کے یہ بُت  
 مجھ داغ نصیب کی محسوس  
 پسیری میں بھی ہم ہزارا فوس  
 دامن سے ہم اپنے داغ ہستی  
 میں جاگ رہا ہوں اُس غیبِ غم  
 روئین گے ہمیں اُلانے والے  
 اُسے حشر دینے میں نہ کر شور  
 آئینے پہ بھی کر دی لکھا حسین  
 بھاری ہے جو سوتون کا کالا  
 دل جھین کے ہو گئے ہیں غافل  
 ہے غیر کے گھر جان کی دھوت  
 صد فکر خیال ہے اُسی کا  
 ہو جائیں نہ خاک داغ کی پھول  
 پوچھے کوئی دیدار سے ترسے  
 آئیگی دھیر کے ہر رفتہ  
 کیا اگر تُو بے اثر سے حاصل  
 نہ یاد کرنا خدا سے کشتی  
 کیوں کرتے ہیں غلہ رنجیت  
 محض بغاوت ہے پتنگے  
 ہے کوچ کا وقت اسان پر  
 انکی بھی نوا ہے کوئی دم

دل میں نشتر چھوڑ ہے ہین  
 لالے کا دوزخ پور ہے ہین  
 بچپن کی نیند سو رہے ہین  
 آبِ نغیر سے دھو رہے ہین  
 پر مے نصیب سو رہے ہین  
 ڈوبنے کے دو جو ڈوب رہے ہین  
 چپ چپ سسکا سو رہے ہین  
 کبیرہ عتاب پور ہے ہین  
 آنکھ آنکھ آنسو رو رہے ہین  
 نھنے دا بھگا کے سو رہے ہین  
 اہم جان سے باخدا سو رہے ہین  
 اہم جس سے پٹ کے سو رہے ہین  
 آنسو انکو بھگ سو رہے ہین  
 کیوں نام و خا ڈوب رہے ہین  
 اہم منت میں جان کو رہے ہین  
 اس رونے پہ ہتھوڑ رہے ہین  
 کشتی کو مری ڈوب رہے ہین  
 آنسو مے تڑکود دھو رہے ہین  
 جھٹ شمنوں سے ہو رہے ہین  
 ہمارے کہیں نام کو رہے ہین  
 وہ بھی نہ رہیں کے جو رہے ہین

دنیہ کا پر رنگ اور ہر سکو  
شہر سو دم ترع دو گھڑی اور  
پہول ان کو چٹا چٹا کے اعتبار

کچھ ہوش نہیں ہے سو رہے ہیں  
دو چار نفس ہی تو رہے ہیں  
کائنات سے حق میں ہو رہے ہیں

ناظر ہا یہ سر سکر کے  
پہرہ ن گزرے کدور سے ہیں

ہا کی حسرت جسے دل سے مٹا بھی نہ سکون  
کون مانع ہے کہ در پر ترے آ بھی نہ سکون  
آنے لے غیر کو آتا ہے اگر غلوست میں  
آنکے غصے کے مناسک میں سوہرہ برہن  
چکلیان لینے سے دل میں وہ کرین تو اکھلا  
دل مراد ہو چنا مجھ سے چھپا کر ہوا  
میں اگر گھر سے نکلنا ہوں تو گھر کوین بڑا داس  
وصل میں چھوڑ دیتا اسے اسے شوق وصل  
ڈاکر خاک مرے خون پر قاتل نے کہا  
ناز کرنے سے تجھے منع نہیں کرتا میں  
ضبط کجنت نے اور اسے محلا گونٹا ہے  
کوئی پوچھے تو محبت سے یہ کیا ہوا انصاف  
میں کسی سے نہ کہہ گا وہ کرین وعدہ وصل  
اسے کیا سحر ہے چٹن کہ انگین جو مسین  
محکومے تو شوق سے کروصل میں لیکن بدل  
نقل ہستی میں ابھی محو کیے دیتا ہوں

ڈھونڈ لے اسکو چلا ہوں جسے پا بھی نہ سکون  
کیا قدم نقش قدم میں کٹا تھا بھی نہ سکون  
کچھ تری شرم نہیں ہے کہ اٹھا بھی نہ سکون  
لاٹھ کی آگ نہیں ہے کہ بچھا بھی نہ سکون  
داغ کچھ وہ نہیں ہیں کہ دکھا بھی نہ سکون  
کیا یہ جوین ہے کسی کا کہ چڑا بھی نہ سکون  
کیا وہ باز پسین ہوں کہ پھرا بھی نہ سکون  
کہ وہ دھٹے تو کسی طرح مٹا بھی نہ سکون  
کچھ یہ سہندی نہیں میری کہ چھپا بھی نہ سکون  
پر دانتے کہ اٹھاؤں تو اٹھا بھی نہ سکون  
کہ اسے حال سناؤں تو سنا بھی نہ سکون  
وہ بکھے دل سے جلاؤں میں بھلا بھی نہ سکون  
راہِ اُفت یہ نہیں ہے کہ چھپا بھی نہ سکون  
دل بچا بھی نہ سکون جان چڑا بھی نہ سکون  
بات کچھ ایسی نہ گزرتے کہ بنا بھی نہ سکون  
خطِ تقدیر نہیں ہے کہ مٹا بھی نہ سکون

ایک نالے میں جہان کو تہ و بالا کر دوں - کچھ ترادل یہ نہیں ہے کہ کچھ بھی نہ سکون  
 رعب کو ساتھ لگا لئے ہیں اپنے شبہ و دل - کہ جو انہیں تو خوشامد سے بٹھا بھی نہ سکون  
 سنہ پہ قاضی کے میں کہ دوں گاہ کہ وہی چن پڑے - عشق کچھ کھر نہیں ہے کہ کچھ بھی نہ سکون  
 انکے پہلو میں جو بیجا کے سلا دوں دل کو - نیند ایسی اسے آئے کہ جگا بھی نہ سکون

اسے امیر اپنی غزل ہے کوئی آیت یہ نہیں  
 کہ گستا بھی نہ سکون اور بڑا بھی نہ سکون

اے وہ دن گزرا جاتی تھی شب باتوں میں - اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں  
 طعنت کیا آئے تھکے کی بات باتوں میں - کچھ کھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں  
 اگلی غمیر کی صحبت کا اثر باتوں میں - اور کچھ ہو گئے تم بیٹہ کے بد ذاتوں میں  
 کمر کیا جب سے کھنچاوت نے ملاقاتوں میں - بیٹھکا تیسری رکاوٹ کا ہوا باتوں میں  
 جب کہا نالہ و زاری مری دیکھو بولے - بھلیاں جتنے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں  
 چارہی دن میں وہ بخت دیکھیے کیا پل بھلا - کیسی صبیحی سی زبان چلنے لگی باتوں میں  
 مسجدوں میں میں یہ تو جی کے کہاں بھگای - رنگ توحید پھٹنا ہے حسد باتوں میں  
 تارانا آج تھکا ہوا شہر شہر خوشی - لگیبا دل کو آڑ کر کوئی ان ساتوں میں  
 دل دیا میں نے تو بولے کوئی بوجھوٹی ہے - دل ہی دل روز چلتے تھے ہیں سفاکوں میں  
 عمر و نعت کو عبث سفیج مسدود ہوتا ہے - ڈھونڈ لے آ کے جو ان کو خراباتوں میں  
 یہ سمجھ کر کبھی تاح کی بھی سن لیتا ہوں - اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں  
 استیلاؤں نے ہوئے دل کی دہان ہے مقبول - درد کی ساری ہے تاثیر سنا جاتوں میں  
 انہیں ہو کر ہمیں سب میں ہی کے سرست - ایک ساتی ہے ہزار دن ہی خراباتوں میں  
 اب کھا اشارے ہو گئے میں نے تو بھٹکا کے کہا - تم ہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاٹوں میں  
 مہر ان مصل میں قصے یہ نکالے کیسے - آج کی رات بھی کیا ماسیے گا باتوں میں

سے کھینچی یا کوئی خمشیر خرابا توں میں  
 کچھ نہ اٹھنے لگا ہے انہیں صلواتوں میں  
 یہ اندھیرا دن تھا جس کی بھی راتوں میں  
 کو زبان کشتی جو نشان کی انہیں باتوں میں  
 دیکھو دن پھر ہے میں جو دیکھو انہیں باتوں میں

چارادھر دوٹپتے ہیں چارادھر اسے ساقی  
 واعظ اب چیمڑ کے زندوں سے سنا کرتے ہیں  
 ہوس میں زلف سپرے جو کیا ہے اندھیر  
 بوسہ لگا دکھا پیر کے منہ ظالم نے  
 دل مارا جیتے ہیں دو گھول کے زلفو کی لٹپٹ

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم کو امیر  
 اپنے اٹھ سے باتیں ہیں سنا جا توں میں

تو سراپا مارے میں تازہ برداروں میں ہوں  
 واہ رخصت کا سپر بھی گنگناہوں میں ہوں  
 پاکدامن تو ہے میں کیونکر گنگناہوں میں ہوں  
 کہہ سکوں کیونکر تیرے ازبہاروں میں ہوں  
 مگر کا مگر چاکس کے چستاروں میں ہوں  
 کون ہے مطلب میں کس طرح گنگناہوں میں ہوں  
 چیخ اٹھا ہر رنگہ میں بھی گنگناہوں میں ہوں  
 دل مرے ماتم میں میں گنگناہوں میں ہوں  
 میں تمہاری سینہ چاکوں میں گنگناہوں میں ہوں  
 میں کبھی اسکے کبھی اسکے عزا داروں میں ہوں  
 دیکھتے ہیں باجوں میں عجبائی ہوئی باتوں میں ہوں  
 تم دغا داروں میں ہوا میں غاواروں میں ہوں  
 اسکو شوق مغفرت ہو میں گنگناہوں میں ہوں  
 اسے ایران نفس میں تو گنگناہوں میں ہوں

یہ تو میں کیونکر ہوں تیرے خرداؤں میں ہوں  
 وصل کیا تیرے ناویدہ خرداؤں میں ہوں  
 حشر میں اتنا کہو لگا اس سے میں محروم وصل  
 اتنا قافی سے ہے طاق نماز اٹھانے کی کہاں  
 جان پر صدہ جگر میں درد دل کا حال زار  
 با سے روی غفلت نہیں ہر آج تک اتنی خبر  
 وہ کرشمے شان رحمت نے دکھائے روز حشر  
 وہ مجھے دتا ہے میں دغا ہوں اسکی جان کو  
 صبح سے طلب گل سے کام کیا جانوں انہیں  
 دل جگر دونوں کی لاشیں جھرمیں میں سامنے  
 میں کسی غالب میں ہوں غالی ادا میں سو نہیں  
 چیمڑ دیکھو میری میت پر جو آئے یہ کہا  
 غاواروں میں ہے اتنی بات بخشش کے لیے  
 کس طرح فریاد کرتے ہیں تباہ و قاعدہ

کیون ہی منہ پر یہ کہتے تھیں کہ ولہارہ نہیں ہوں  
 مغفرت بولی اور حراس گنگا زار نہیں ہوں  
 میں بھی اس سر کا بے کوفی کاغذ نہیں ہوں  
 کون پوچھے گا تجھے کون گنگا گارہ نہیں ہوں  
 اب وہ آزادی کہاں میں بھی گرفتار نہیں ہوں  
 کہتے ہیں عیسیٰ کریم بھی اُنکے پیار و نہیں ہوں  
 دُڑتے دُڑتے تھے سے کلام میں گنگا زار نہیں ہوں  
 میں کسی کے تو سوزوں کو گرفتار نہیں ہوں  
 دروختِ عالم بول اُٹھیں اس کا نثار نہیں ہوں  
 کچھ نہ پوچھو بتلا میں کہتے آزار نہیں ہوں  
 ایک جنس بے حقیقت دو خدایہ نہیں ہوں

مالِ دل و پناہ کا کردل نے اُس سے یوں کہا  
 بیگنا ہوں میں جلا زار جو اسکو ڈھونڈنے  
 خال کہتا ہے دھک کر دیا کاشنِ ملیح  
 اُوچے اُوچے مجھ یوں کی ہوگی پریش ہشتر میں  
 وقت تو بیش بہا ملکِ بولادہ حسین  
 چاند سازی کی کس سے جا میں اب مریض دردِ عظم  
 بیگنا ہی کا تو دعویٰ اُنکے آگے کیا مجال  
 پوچھتا ہوں وہ آزادی تو کہتا ہے یہ سرور  
 اچھا تھا رحم اسکو کُن کے میری بیگسی  
 سوزِ فرقت دردِ دل زخمِ جگرِ ناسور چشم  
 شرم و شوخی دونوں کا بک میں الہی کیا کروں

پھول میں چولون میں ہوں کاٹا ہوں گنگا نہیں گیر

یارِ مین یاروں میں ہوں عیار عیاروں میں نہیں

چوٹ لگ جائیگی کہیں نہ کہیں  
 پیسج پر جا بیٹے زمین نہ کہیں  
 آج بجلی گری کہیں نہ کہیں  
 دیکھ پائے وہاں زمین نہ کہیں  
 دیکھ سن لے دل حزن نہ کہیں  
 ہاے کچھ وقت واپس نہ کہیں  
 پوچھ لے گا کوئی کہیں نہ کہیں  
 سہم جا سے وہاں زمین نہ کہیں

ضبط کرنا دلِ حزن نہ کہیں  
 جب تڑپا ہے دل میں فدا ہوں  
 سکرا کر وہ شوق کہتا ہے  
 حوریں بیٹی ہیں نرمان میں مجھ سے  
 وصل کی شب نہیں نہیں کیسی  
 دل میں بائیں بھری تھیں کیا کیا کچھ  
 دل ہی شے لے کے اب تو نکلے میں  
 یہ سب اس قدر دلِ بیتاب

انگہ وقت واپسین نہ کہیں  
آسمان ہوتہ زمین نہ کہیں

میرے عیسیٰ کے دل میں نہیں جا کے  
میرے مردوں کو قبر میں بھی نہیں

آگ ہو جائے گا وہ خوش آسیر  
کیونچا آہ آتشین نہ کہیں

مشل دکھائی برقی عجب لی نے راہ میں  
شوخی کو قید کیجئے نیچی بنگاہ میں  
غزوہ چھری لیے ہوئے بیٹھا ہے راہ میں  
پیشا لیا گئے سے ترے اشتباہ میں  
پہنچی ہے ہم سے ٹوٹ کے اب خفا میں  
میں خاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں  
بیمشی ہے چپ کے پردہ روز سیاہ میں  
تو بہ بڑی ہوئی ہے ہمارے گناہ میں  
دوست گرا ہے لیکے زمین کو چاہ میں  
نظر کر بھی کھائی ہے تو محبت کی راہ میں  
دو ظالموں کی لی ہے خبر ایک آہ میں  
سندھی لگائی جاتی ہے پائے نگاہ میں  
گردون نہیں گروہ ہے یہ سارے نگاہ میں  
کعبت گم ہوں میں ترے روز سیاہ میں  
بچے جاسے دھبہ رز نہ کہیں خاندان میں  
جسکے یہ نقشے ہیں وہ ہے اپنی نگاہ میں  
میں عمل کی بھی ہو جھلک کچھ گناہ میں

ایس شان سے جڑے تری جلوہ گاہ میں  
اندھیر کر رہی ہے چشم سیاہ میں  
کہا و منسل جا کے کوئی نہیں جلوہ گاہ میں  
خبر کچھ اس اداسے کھنچا تھا گاہ میں  
تو اب بھی کچھ جبر و سے کے قابل ہے ناہد  
ہو دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو دشمن  
گھر سے مرے بلائے غب علم گئی کہاں  
ہم ست کئے بھی پتے ہیں تو گناہ سے ہوئے  
کابل میں دل ہے دل میں ہو وہ دردان ل  
افتادگی میں بھی مجھے سراج ہے نصیب  
پہنکا اور مرد و کو اور مردمان کو  
وہ دیکھتے ہیں خون تنہا جاکے آنکھ  
اہل نظر کو دست امکان بیت ہو تنگ  
جب میں پکارتا ہوں تو کہتا ہے آفتاب  
اوتا ہوں جذبہ شمع کائنات کے غلط  
آنکھ اپنی تختہ اسے قیامت چکیا بڑی  
دل میں صدمہ ہو زبان پر منہ منہ

بیٹا بیان جو مانگین تو دین نہ تو ہمیں  
اکتا نہیں ہے اب تو قدم مجھ غریب کا  
قدرت خدا کی ہے کلین خاک میں تو ہم

لے صبر کب ہم آئے ہیں تیری پناہ میں  
منزل سے کہو دوڑ کے لے بکھراہ میں  
اور نہ مگر کرے تری چشم سیاہ میں

شاعر کو مست کرتی ہے تقریب شغرا میر

سو بولوں کا نشہ ہے اس واہ واہ میں

اشد ری لاغری کر تری جلوہ گاہ میں  
ہے اس غضب کی جگہ دل داو خواہ میں  
دل ہے تباہ قافلہ اشک واہ میں  
آفت کی شوخیان میں تباری نگاہ میں  
بھاگا خیال یار یہ کہ کرب و فراق  
محشر خرام کم جو نہیں ہو تو کون ہے  
ترے جمال میں بھی مزہ ہے حال کا  
یہ عکس کھلے چاند سے چہرے کا چرنگ  
انادگی میں ال برابر نہیں ہے فری  
تیسری کیلی پکون سے اشد کی پناہ  
قال کو بھی قیام نہیں روح کی طرح  
مانند شمع تاج ہی سے ہے بقائے شاہ  
ہم میں سیاہ کار تو رحمت ہے پردہ پوش  
صہب سے پاک طبع کو آسودگی کہاں  
غزے کا بانگین صفت مرغان ہیں کیجیے  
اشد سے رشک جمع نہیں ہو تو دوحسین

میں پس گیا ہوں دب کے میں گرا گاہ میں  
اُن کو کے بھاگے آئے جو تشر آہ میں  
انگھیرا ہے آدمی پانی نے بیکس کو راہ میں  
محشر کے فتنے کھیلے ہیں جلوہ گاہ میں  
دشمن سے خریک ہوں حال تباہ میں  
فتون کے پہرے کئے بھائے ہیں لہجہ میں  
چشم کرم چھپی ہے غضب کی نگاہ میں  
پانی کو ناز ہے کہ میں یوسف ہوں چاہ میں  
ہے ایک رنگ سایہ درویش و شاہ میں  
کیا دل میں پیر جاتی ہیں چوکر گاہ میں  
منزل جلی ہے ساتھ سافز کے راہ میں  
ہے اس کا پوش کی جان اس کلاہ میں  
مے پیتے ہیں تو سایہ ابر سیاہ میں  
آکے تری نہ دیدہ ترے نگاہ میں  
کس کوک کا جان ہے یہ اس سیاہ میں  
دو زائل سے پخت ہے طرہ سفیدہ میں

پاؤں موموں کی ہے پائے نگاہ میں  
 لیٹا نہیں کوئی بگھے اپنی پناہ میں  
 ماتم کی صفت بھی مرے روز سیاہ میں  
 مارا پڑا غریب ہمارے گناہ میں  
 یوسف مرا بھڑکے گا گر کے چاہ میں

آتش ہمارے دیکھ کے خوش ہوتے ہیں وہ  
 لے تین ہزار ہاتھ جو تو نے اٹھالیا  
 چشم سیاہ کے عشق میں یاد مرثہ جو کی  
 قاصد کو اس نے قتل کیا نامہ دیکھ کر  
 آئینہ جب سے دیکھ لیا تو ہی رہا

ستودا دھیر دو تون گھے کان مگر امیر  
 ہے فرق واہ واہ میں اور آہ آدمین

خفا کا دل ہے تو دہی تھاری جان کا نہیں  
 خرابی مرہ ہے کجی بھی تیرے بیقرار نہیں  
 تماشا آدمی آدمی بدلیاں میں بہو نادر نہیں  
 بہت جب بندھا فی سوس ہے جا کر مراد نہیں  
 وہ دشمن جان کی میں تو جو آگے جان کا نہیں  
 زمین نہایت قدم ٹھہرے تھارے بیقرار نہیں  
 کھالوتن کے سنے جسد رخصت بول دار نہیں  
 کہیں چپ چپ کے زابل نجا میں وہ خود نہیں  
 پری ہے سیکھون میں خود ہو پر ہیزگار نہیں  
 کلیم خدا آگے بڑھ گئے آسید وار نہیں  
 بنایہ خوان ناحی جلد چلو کھلے زار نہیں  
 بظاہر تے بنے جیسے میں ہم ہر چند یاد نہیں  
 مرے کشتے کی تربت کونسی جیلان مزار نہیں  
 اگر نوٹے جاتے ہیں ابو جیسی کی پھر لے نہیں

وہ کیسے چون نہیں ہے کوئی میرنگہ سادہ نہیں  
 تو کے کی بند جلی بھی نہیں ان جھٹکا بار نہیں  
 کھنڈا ہر پیچے سے ناک تو ہر سات کا دیکھے  
 حقیقت عاشقوں کو مرگ کی ہم سے کوئی پوچھو  
 کھلاو یاد کیا بلی جہان بہلا ہوا بلی  
 اکو پانا جلا اسپند وہ کر گئی تجسلی  
 شب و صلت تھاری غم سے کس کس غم آئی  
 عشقوں سے کہو اپنی قیامت میں خبر رکھیں  
 جلد ہے وقت دکا نام ہر محبت میں ای ساقی  
 بہت تھے جلوہ گاہ واد میں دیدار کے طالب  
 ہوئے ہر قتل جب جلد نظر آما سینوں کا  
 خدا جانے کہاں دل جان کس جلو میں ہوئی  
 سرگور غریبان آئیں وہ یہ پوچھتے یارب  
 ترا ابھرا ہوا جو میں یہ اُن کو گدگد آہ ہے



قبائے بند کھول پر وہ آئو کچھ منسو بولو  
اوسر می اک نگار ناز پسے حسن کا صدقہ

جو آئے ہو تو پیشو بے خلعت ہو کر یاروں میں  
کر دو حشر میری آنکھ بھی ہونے یاروں میں

امیران کو شہر بستی دخت رنہ کھسوں میں پی جا  
جوانی کا گر شاہ نہیں پر سب نگاروں میں

چلے ساتی پہننے بولے اگر آئی ہے یاروں میں  
بہار آئی لاشہ آئی خرم کے خرم ہم بادہ خواہوں میں  
ہے ہم غمخیزوں کی قبر میں یارب کوئی دوزخ  
بہار آئی گلستا چھائی کھلے بوتل پہلے ساغر  
اشب فرقت صحت کر میرے مگر میں ابھی شاید  
آئسے بڑے میرے دیکھ خوش چشموں ڈیون لکر  
وہاری کشتی سے جا گلی جنت میں کو غر پر  
بگر دقا ہے دل کو دل جگر کو طرف اقم ہے  
کیس نگر کے ٹم میں مر رہا ہوں میں کہ پہلو سے  
نہ نگھار دوسے دل کچھ تو دل کو تسکین ہو  
بہار آئے ہی کھولا منچوں نے کیا ہر صحت  
ادھر دل بوتا ہے اس طرف بجلی تر پتی ہے  
ہی کا نام گلزار اس کا نام ہے غارہ  
نظر ہے آئسے پرانگنتے ہیں مگس سے دوسر  
عجبت است سے مرقہ میں ہیں تیرے آواز گنگنتے  
وہ زینت ہے دوسراں انگوٹھ لگانی سے  
کھلا کے گل بیانی ناموں کی مدیا ہی نے

دھن فکرت مجھے دختر رنہ بادہ خواہوں میں  
کہو تو بے چند سے جاوے پر سب نگاروں میں  
میرے مگر بھی انھیں چاندنی آسے خواہوں میں  
نغم پر سب نگاروں میں ہم پر سب نگاروں میں  
سیاہی جسد رقی گہر تر سا کے خواہوں میں  
تیرک جیسے ہو ستارہ قاصدی بادہ خواہوں میں  
ہوے بادہ خواہی لے آدمی پر سب نگاروں میں  
یہ آئسے سگواروں میں وہ آئسے سگواروں میں  
مرے چھوٹوں کو چھوڑ دو میں گلزاروں میں  
یہی سن لوں کہ میرا نام ہے اسید واروں میں  
قوج کشتہ میں سیلاب رہا ہوا لالہ زاروں میں  
الہی خیر جو بحث آپری دو بیقراروں میں  
ہمارا حق تاقی رنگ لاکھ گلزاروں میں  
وہ خواہے وہ دولت چہ میں امید واروں میں  
کہ جو میں دیکھو بریاں شب کو آئی ہیں غلاموں میں  
کسی کی روح نکل تو پہنچو لوں کے بادوں میں  
انہیں کو داسا تو پہنچو جو میں لالہ زاروں میں

خنگوڑ کوئی چٹو لے گا یہ صحبت رنگ لائیگی  
امیر اچھا نہیں ہے نشان گھنڈوں میں

<p>دو پھول ہوں جسکی کے گلے کا بار نہیں کسی لحد چہ سراغان ہیں لالہ زار نہیں سفرارہ ہے مجھے یاقت آبادار نہیں زمین شور سزاوار لالہ زار نہیں خدا کا شکر ہے گویا لب مرار نہیں ہر ان سوال ملا کہ نہیں فساد نہیں</p>	<p>آنکھ بڑوں کی دامن سے میں دو خار نہیں کسی شہید کا بھدنگ خون بہار نہیں منصب دولت دنیا جو ہو نوادر جہلوت نہ و در قیام کو تم داغ اپنی گفت کا ہماری خاک بھی کرتی شکایت اس بت کی زمین خرمین ہم وطن ہوں تو بہتر ہے</p>
---	--

ایسر وصل میں اس شوخ نے ملوثی  
بزار بار کھی بان سزاوار بار نہیں

<p>صناعت کتا ہے ترپنے کی اجازت ہی نہیں اتنی اس ننگوڑ دہر میں نصرت ہی نہیں پیشتر نعتی جو عنایت وہ عنایت ہی نہیں سیکھو آنکھ میں ساقی کی مرادت ہی نہیں کون رو کے گانھیں گرین مرچیت ہی نہیں اُن سے گفت پرچھین جن میں محبت ہی نہیں</p>	<p>دل جو کہتا ہے مجھے ضبط کی طاقت ہی نہیں غم سے چھوٹوں تو میں کچھ عیش کا سامان کران اب گل مید پر ہسم یار کا در بار کرین طلسہ جام حبش کرتے ہو شہر بھڑ کے تم دعویٰ کو اس کو ناحق ہے تحلف آئین باتہ میں خانہ ہے آئینہ سے زانو پر دام</p>
---	---

دین کی فکر کروں اسے میں کس وقت ایسر  
کبھی دنیا کے بھیروں سے فراغت ہی نہیں

<p>اس طرح گھر میں چون گھر میں نہیں غیر عکس آئینے کے گھر میں نہیں کوئی ساخی مراد مفسر میں نہیں</p>	<p>بشل ہمارے نظر میں نہیں حبسہ خالق کا کس بشر میں نہیں ہوش تک راہ بخودی میں ہیں گم</p>
---	--

درق گل کو لے آؤسی ہے نسیم  
 دیکھنی آج آنکھ اُس گل کی  
 عجز بندن کا کیوں پسند نہو  
 کسے سزا دے یہ باز مسر  
 دیکھنے تو اسی میں ہے سب کچھ  
 اس قدر بھر گیا ہے دھڑن سے  
 دیکھ کر اُن کو سب یہ کہتے ہیں  
 سارے عالم کے داغ بھر لیتا  
 قربو منعم میں بچ دتاب کہاں  
 کون بچاے نامہ قاتل تک  
 رعد و باد عشق ہوں جزو رو  
 ہو سکے خاک سپہا پی خشم  
 یہ کبھی تر زبان نشتر کو  
 مانگتا ہو جو مانگ لے اُس سے  
 رشتہ اکبکشان میں بجلی ہے

خط مہر دست نامہ بر میں نہیں  
 اب تو گرس بھی کچھ نفس میں نہیں  
 کو ہی تو خدا کے نگہ میں نہیں  
 ما سذن کوئی رہگذر میں نہیں  
 کون کہتا ہے کچھ بشر میں نہیں  
 کہ جب گدرد کی جگر میں نہیں  
 کیا پری میں ہے جو بشر میں نہیں  
 کیا گردن میں جگہ جگہ میں نہیں  
 کہ گروہ رشتہ نگہ میں نہیں  
 خوف سے جان نامہ بر میں نہیں  
 کوئی تو شہر مری کمر میں نہیں  
 ایک قطرہ لب و جگر میں نہیں  
 خون اتنا بھی اب جگر میں نہیں  
 کونسی فتنے خدا کے گھر میں نہیں  
 تیغ اس ترک کی کمر میں نہیں

عیش کا نام ہی سُنا ہے میر  
 دھونڈ مارا جہان جبر میں نہیں

غضب کی آنکھ سے یہ کبکلاہ دیکھتے ہیں  
 بت اس نظر سے خدا کی پناہ دیکھتے ہیں  
 کھر سے ہیں ہاتھ میں ساغر لیے چمن میں جو گل  
 چلو بھی گور غریبان میں ہو چکے غم سے

کہ عاشق آنکھ سے پہلے نگاہ دیکھتے ہیں  
 کہ لوٹ جاتے ہیں جو وہ نگاہ دیکھتے ہیں  
 یہ کیسی زنگی آنکھوں کی راہ دیکھتے ہیں  
 شبیر ناز قیامت کی راہ دیکھتے ہیں

وہ دیر سے مری منتقل میں راہ دیکھتے ہیں  
کبھی جو راہ میں مردم گیاہ دیکھتے ہیں  
ہم ایک عمر سے اپنی ہی راہ دیکھتے ہیں  
کہ جیسے سوئے گرا بادشاہ دیکھتے ہیں

اب آپ میں مجھے آنے سے بھونڈی شدہ  
سفر میں اہل وطن یاد آنے ہیں ہر کو  
وہ انتظار کسی کا کرے جو آپ میں ہو  
وہ اس نگاہ سے کر کے ہیں پیری مست نظر

دوست جانب بچا نہ جب نہیں آتا  
اسیہ کشتی کے کو تباہ دیکھتے ہیں

ہاے بجلی کی چمک بھی شب بھرا نہیں  
پھر ہوا گیا جو تری زلف پر شاخیں نہیں  
کہہ دے عبرت ہی کوئی گور غریبا نہیں  
آپ خنجر کا مزہ چشما جیوا نہیں  
مسکرا لیٹنے کی فرصت بھی گلستا نہیں  
شونہی جنبش خرگان تو رگ جانیں نہیں  
کاشٹے اُن پھولوں سے چھو جگر باغیں نہیں  
رنگ پھولوں میں نہیں چھل گلستا نہیں

خسفی نام کو ہی ست نہ وراق میں نہیں  
ہر پہ پہلو میں نہ دل ہے نہ تری شمشیں  
بیکسی در سے چلائی ہے دو کون جواب  
ہے حیات ادبی دو لون میں لیکن ای حضور  
خسفی کہتے ہیں کہ کیا جلد گزرتی ہے بہار  
ترکے بجلی سے ٹپ میں بھی پر کیا حاصل  
اپنے رونق پہ ہر اک چیز بجلی لگتی ہے  
یہ کیا تنہا قاتل ہے ہی خزان کے ایسا

خسفی و مختب و شیخ سب کے ہیں امیر  
ایک تو یہ ہے کہ وہ صحبت زندان میں نہیں

ایک اونچا ٹیکڑا ہے میکہ سے کی راہ میں  
سارے عالم کو مسخر کر لیا اک آہ میں  
جد فاصل ہے تو یہ ہے بندہ دانشدہ میں  
کھینچ دسند ہے باہم گدا و شاہ میں  
پاسال اپنے جوئے ہم رفتہ رفتہ راہ میں

دھوم ہے چیخ برین کی کس قدر فواہ میں  
چرخ و شست نے دکھایا اس پر حضور کا ہنر  
بے نیازی اس طرف ہوس طرف بالکل نیاز  
ہر کو رب سے جب ملا اسباب راحت خلق کو  
خسفی کی مانند طے کی راہ پرستی سطرچ

سور کے پرنے جگہ بانی سلام اللہ میں  
آنکھیں جیب عاشق بھیا دیتی ہیں لگی راہ میں

تیرے زخمی کے جو کام آیا یہ پایا مرعب  
کہتے ہیں وہ کیا چلیں ہم خارِ گمان چھینے جائیں

جب چلے ہم منزلِ الفت میں مثلِ شکامیر  
ہر قدم پر نغمہ بخش پائے گزایا راہ میں

کوئین

سندھی لگی ہے دستِ عروس بہار میں  
مشک و نمک بھرن گے دلِ دافدار میں  
گنبد کسی شہید کا ہے لالہ زار میں  
منہ دیکھتا ہوں آنکھ روئے بہار میں  
پہنچی کنگ حلب سے براہِ مٹا رہیں  
بیٹھے ہیں کب سے لوگ مرے ہتھار میں  
رحمہ کو سو جیتی نہیں سنل بہار میں  
سوئی ہیں اشک دامنِ سفید مزار میں  
کیا کیا بھرے ہیں گالِ گلن کے بہار میں  
بکلی کنارِ کھینچ کے آئی مہزار میں  
لکھا ہے خط بھی آنکھ سے تو خطِ بہار میں  
ہر جا لیان نقابِ عروس بہار میں  
چو لے نہیں ساتے ہیں مٹھے مزار میں  
جب تک کروں میں چاکِ کریمان بہار میں  
روزِ حساب آئیں گے ہم کس شمار میں

کلیان یہ سُرخ سُرخ نہیں لالہ زار میں  
کوئین گے اب کے سالِ فرسے ہم بہار میں  
جو آبلہ ہے اپنے دلِ دافدار میں  
سوا سٹے کر ایک ہی ہو میری انکی شکل  
آئینہ دیکھ دیکھ کے اُس نے بتائی زلف  
جھٹے سے آپ میں بگھے اکرم تو مجھ دی  
گر دنگاہِ یار سے دل سے مراتب  
آئے گا کون ادھر کہ تصدق کیواسٹے  
بولی ہے رت چمن کا ہے جو بن اُجدار پر  
جو خوش طبع ہیں وہ جھپکتے نہیں کہسین  
کس پردے میں کہ درتِ دل کا اشارہ ہے  
جالی کے پردے میں رینگ لگنوں نہیں ترا  
کس گل کا سوسے گورِ غریبان گز رہا  
کیا بے ثبات بارِ شعلِ جو گئے جہا  
دنیا ہی میں جرات نہیں جو چست کوئی

جی ٹوٹ ہے تڑپے پر اب تک گم امیر  
اب جان ہی نہیں ہے دلِ بیقرار میں

<p>اچھا کہا ہے جسکو اُسے کب بڑا کہوں  اُس شخص کی ادا کہ میں اپنی تصف کہوں  کہنے کی ہونہ بات تو میں اُسکو کب کہوں  تھوڑی سی شب واد فسانہ ہے کیا کہوں  دل سے جو توئے تو کچھ اسے دلا کہوں  جو آشنا کہے کہے آنا مشنا کہوں  آج اُن سے کچھ بھی کہہ نہ سکا ہے کیا کہوں  بجایا بھی وہ کہیں تو میں اُسکو بجا کہوں  اپنا کہوں محاط کہ اُسکی حب کہوں  بجلی چمک کے اُسے تو اُسکو گھٹا کہوں</p>	<p>شہر مآتی ہے کہ بار کہ میں برفا کہوں  مسبار اسکی تنج کے کھینچنے کو کیا کہوں  کیونکر بیان کروں جو مزہ خامشی میں ہے  مکمل نہیں ہے عمر دور و زامین وصفِ زلف  میں قصہ گو نہیں کہ کہے جاؤں داستان  مجد سے تو ایک نے بھی بنا ہی نہ دوستی  یہ کہہ کے وہ چلے گئے ہم کل ہجرت میں گئے  وہ خوش رہیں مجھے حق و باطل سے کام کیا  وہ دنوں طرف تھا ایک سا عالم وصال کا  ایسا ہوئی عشقِ عارض دگیو میں بیجا اس</p>
--	---

وہ خوب جانا رہے جو ہے میری آرزو  
مُنہ سے امیر کچھ نہیں وقت دعا کہوں

<p>ہمارا جمبول دی ہے خوشی سے جمبول میں  انہیں کی خاک شریک آج ہے بگولوں میں  کوئی گنگوڑہ چھوڑے ہمارے بھولوں میں  اگمان ہوا کہ حسین جہولے ہیں جہولوں میں</p>	<p>لہجہ ہے شاخون میں خیش ہمارے بھولوں میں  وہ گھنڈار کہ تلے تھے روز بھولوں میں  دقیب ساتھ ہے اُن کے یہ خوف ہے ہسکو  نظر جاسے ترے بال بال میں سوتی</p>
--	---

مجھ کو عربی سا کہاں ہے کوئی آئینہ  
خدا کے فضل سے سرتاج ہیں رسولوں میں

<p>کراستہ بلبین دیکھی کسی اللہ دے میں  کھٹک ہر روز سی دیکھی میری دیکھے چھلے میں  جولائے خود بھی بھر کرے کوثر پیالے میں</p>	<p>کیا عارف مجھے پہر زبان نہ کیا پیالے میں  نئی شاہ نچھوئی ہے اسے گوجا پیالے میں  رگازوں نہ ہجریار میں واعظ کے سراردن</p>
--	---

مرنے جتنے تھے باغ و بہار میں سب چن لکڑیوں نے  
 خدا اس عافیت کا جبکہ چپ گیا ہر مری نظر و نگ  
 یہی ہے شرم تو وہ آپٹکھا غرض میں میرے  
 ہزاروں خار و ریاست وادی الفت میں میں یارب  
 اودھ بھی کہ نکلا و لطف غم کی غیر لے ساقی  
 ترپتے عمر گری یار آئے یا اہل آئے  
 یہ من سے خدا نصیب ایک زندہ نہ پہنچوں گا

نہاں اذخم ہے گل میں نہ ایسا داغ لائے میں  
 نگہ میں آنکھ میں جھپتی ہے کاشا جیسے چلے میں  
 جھکا لیتے ہیں آنکھیں پاؤں ہوتا ہے چلے میں  
 پاؤں کیسے کیسے کو بند بھریا ہے چھالے میں  
 زمین میں ایک جڑے کسی ڈٹے پہلے میں  
 خداوند کوئی تاثیر تو پیدا جو نالے میں  
 کہ دم آنکھ ہے زنگ میں تو جان لگی چلے میں

امیر اس ناز میں پر ہے گلاب ہلا چینی ہلک  
 پہننا ہے پردہ کر محول جو ہی کے وہ بالی میں

پستی بخت سے یہ خاک براہ میں ہوں  
 تریشہ گوش حسینا ہوں وہ گوہر میں ہوں  
 کوئی کہتا ہے برا کوئی بھلا کہتا ہے  
 کر کے تہے سے بھی نظروں کو کیسی نگرون  
 سب ہیں حیرت میں نہیں کوئی خفا سا میرا  
 لوگ ہر شہر سے آتے ہیں زیارت کے لیے  
 رنج ہوتا جو کوئی میرے برابر ہوتا  
 سایہ پروردہ توحید ہے عزت میری  
 نہیں وحدت کے سوا رنگ دوئی جھکو پسند  
 جو کے صدا دل جو ماہو سے بیسے نین دویم  
 جو سے لینے کا نہ مجرم نہ گنہگار وصال  
 زخودی میں بھی مری رنگ ہے نیرنگی کا

سایہ بستر زمین سایہ کا بھی بستر میں ہوں  
 جامہ زبون ہی کا زور ہوں اگر د میں ہوں  
 بخت منعم ہوں کہ مفسد کا مقدر میں ہوں  
 غل سلطان ہوں اگر خاک براہ میں ہوں  
 مقتل دہر میں گویا قن سے سر میں ہوں  
 ناتوانی سے مگر سو ہے مہینہ سر میں ہوں  
 شکر کرنا ہوں کہ ہر ایک سے کمتر میں ہوں  
 پردہ اٹھ جائے اگر کہنے سے باہر میں ہوں  
 بیت کو نین میں مصراع گھر میں ہوں  
 کوئی گناہ قلم قدر سے زاد میں ہوں  
 پھر سزا واپس خدا سے مقدر میں ہوں  
 کبھی صہبا کبھی مینا کبھی ساغر میں ہوں

میں کہاں رہی نگل ولا کہانِ مغل نسیم  
دیکھ کر جائے نہ قتل میں کسی غیرِ ہاتھ  
آہو شک کی مانند جو پاؤں بھی تو کیسا

اور گلزارِ چیان میں کوئی دم بھر میں ہوں  
اس غایت کا مزا دار سنگ مر مر میں ہوں  
کان بکاس کے نہ پہنچو گھاؤ گہر میں ہوں

جملہ حسن یہ اس شخص کا کہتا ہے اکیر  
ہرم میں شمع ہوں گلشن میں گل تو میں ہوں

دلِ جدا دلِ جدا جانِ جدا لیتے ہیں  
سیان سے لیتے ہیں جب قتل کو میرے تلوار  
دہم ہے یہ زمانے کے بدلے کا سب  
مجلسِ وعظ میں جب بیٹھتے ہیں ہم پیش  
دردِ آگین جو کوئی دلِ نظر آتا ہے کہیں  
سج سے پردہ اگر آتو تو حقیقت کھلا ہے  
جی اکیلے شبِ فرت میں جو گھبراتا ہے  
دھیان میں لاکے ترا سلسلہ زلفِ دراز  
خانہ گور کی محبت بیٹھے کہ دیوار گرے  
تخنِ قاتل رہے آباد کہ کشتے اُس کے  
ہم ہی رہتا ہے کسی بُج کا نظارہ تا شام  
تم تو انسان ہو آگے نہ کیوں قابو میں  
عبیدِ قربان کی حقیقت میں نہیں کو جو غشی  
جاچکا قاتلِ ملکِ عدم دور تو کیسا  
حسنِ انداز نے بننا ہے جو ن کو ایسا  
ایک برس کے عوض لگتے ہیں دل کیا تو

لپٹے سب کام گھڑ کر وہ بنا لیتے ہیں  
اپنی چالیں کسے پہلے وہ کھالیتے ہیں  
گردنِ کشتہ شمشیر ادا لیتے ہیں  
دخترِ مذکور بھی پہلو میں بٹھا لیتے ہیں  
تو ذکرِ ہم سے چھاتی سے لگا لیتے ہیں  
دون کی شمس و قمر صبح و مسالیتے ہیں  
قندِ مشرق کو نالوں سے جگا لیتے ہیں  
ہم غیبِ جبر کو کچھ اور بڑھا لیتے ہیں  
جو کڑی بڑتی ہے تر دہن پٹھا لیتے ہیں  
دہنِ زخم سے ہوسن کا مزا لیتے ہیں  
صحیح کو نامہ کے جہم نامِ خدا لیتے ہیں  
ہم تو دو ہاتھوں میں پر بونگو لگا لیتے ہیں  
صحیح قاتل کو گگے سے جو لگا لیتے ہیں  
ہم بھی دم بھر میں خدا جاسے توجہ دیتے ہیں  
دیر میں شمع کو کبھی سے بکا لیتے ہیں  
جی میں سوچیں تو کیا دیتی میں کیا لیتے ہیں



چوتھے میں مصحفِ خدا کو کب بے تعظیم  
 اپنی محفل سے اٹھائے ہیں جیٹا ہو حضور  
 بیت بھی کیا چیز میں اللہ سلامت رکھے ✓  
 ان کبھی تہم کے انگٹوں کو لگاتے ہیں  
 چپکے بیٹھے ہیں آگ بھڑکایا بیٹے میں  
 کالیان دیکے غریبوں کو دھاتیے ہیں

شاخِ مر جان میں جہر نظر آتے ہیں ایسے  
 کبھی انگلی جو وہ دانتوں میں دھاتیے ہیں

فراقِ یار میں شبِ ہر کہ دن تمام نہیں —  
 لی ہے دخترِ زلفِ جگر کے قاصی سے —  
 وہ گالی دیتے ہیں شکوہ کرو تو کہتے ہیں —  
 یہاں کمال تواضع وہاں کمال غرور —  
 گرہ سے کھولین جاتا ہے پی پی لے ناہ —  
 تغیر گشتِ نشین میں خدا کے وہابی —  
 زمانے بھر میں بڑی ہے پکار حاتم کی —  
 کہا جو میں نے کون ہے رخِ ہاتھ پر لے چیخ —  
 یہ داغ کیوں ہے رخِ ہاتھ پر لے چیخ —  
 کریم جان کے تجھ کو خطائیں کین یارب —  
 جو اسکی صبح نہیں ہے تو اسکی شام نہیں —  
 جیاد کر کے جو عورت لے حرام نہیں —  
 کسی کا ذکر نہیں ہے کسی کا نام نہیں —  
 راد حریفین سجدے پہ پھوٹے آدھ سلام نہیں —  
 سٹے جو صفت تو قاصی کو بھی حرام نہیں —  
 کشتی امیر کا مجرا حسین سلام نہیں —  
 وہاں ہے جسے کو حاتم کو اس کا نام نہیں —  
 تو جھکے رہے کو مستور مستل عام نہیں —  
 جو میرے یار کا بھانجا ہوا غلام نہیں —  
 مرے گناہ سزاوار آتھام نہیں

جو میگشتی سے ہر فرصت تودہ گزری کہ چلو  
 ایسے مسجدِ جامع میں آج امام نہیں

ڈنگنی دل کو مرے زلف کی کالی ناگن  
 اس کے جوش سے ذرا چپکے ٹھنڈے دل  
 دستِ گستاخِ بڑے زلف کی جانب تو کہا  
 یاد کیوں میں مرے دہرے بدن نیلے زین  
 واہ کیا حسنِ فسونگر نے نکالی ناگن  
 گندنی ارے ہو بے نیچی جو یہ کالی ناگن  
 دیکھنا دک ہے بہت ناز کی پانی ناگن  
 کیا باسو گنگنی بیرون کی ڈالی ناگن

انگوٹوں میں ہے یہ دُنب بھی زانی ناگن  
جب نظر اٹھتی ہے خوف اُٹھالی ناگن

اپنے دیوانوں سے پرین کی طرح اُڑتی ہے  
اُگیا پایہ ریزی زلف کے دھوکے میں مجھے

عشق گیسو کے اثر سے دم تحریر میسر  
جو کھنکھیں مسرودہ کا غد پہ ہو کالی ناگن

جلوہ اُسی کے نور کا ہے مسر چراغ میں  
روغن کی جا ہے خون کبوتر چراغ میں  
گویا ہے برشیں دیم خنجر چراغ میں  
جلوہ تھارے چہرے کا ہے ہر چراغ میں  
پردائے جلتے پھرتے ہیں گم گم چراغ میں  
پردہ نہ سان جلتے نہ مست در چراغ میں  
روغن نہ تو نور ہو کیون کر چراغ میں  
ہر بھول میں وہ تو ہے ضیا ہر چراغ میں  
کیا ہے بھری ہے صورت سلف چراغ میں  
پروانے جل رہے ہیں ہمایہ چراغ میں  
روغن کے بدلے عطر جلتے ہر چراغ میں  
ہو ہر فتنہ رشتہ گو ہر چراغ میں

پردائے کیون نہ خاک ہوں بلکہ چراغ میں  
قائد کا سر ہے مغل جان میں میسر شمش  
بے یار نقل کرتی ہے ہلو ضیا سے بزم  
لالے میں تم ہو گل میں ہو تم ہر دم میں تم  
عاشق ہیں گوشہ گیر نہیں کو چہ گرد ہسم  
کامل جو عشق میں ہے اُسے سوز سے ہے سمان  
آئیں شباب ہو تو کہان حسن میں رنگ  
ہے جلوہ گاہ یار چمن ہو کہ بزم ہو  
پردائے ایسے نشہ آفتاب میں جو مست  
دل عاشقوں کے کیون نہوں تو راں دو یار  
لے دل وہ میز رانش آتا ہے بزم میں  
منہ میں اُسکے دانتوں کا پروا اگر پڑے

آئی تہوا کس سبب طین کی اسے امیر  
ہرین مغل شب چراغ کے جو ہر چراغ میں

ہاں دل دُکے کسی کا نہ نہ نظر نہیں  
نچو لا ہوا دخت ہے لیکن خمر نہیں  
میری ظہر کہان اُنہیں اپنی خیر نہیں

کہتا ہے گن آدمین اپنی اثر نہیں  
آؤ خمر فشان میں ہماری اثر نہیں  
ایسے چہا سہ بادہ حسن و جمال سے

ہم بقیہ دار لو شتہ میں کب سے خاک پر محفل میں شمعِ باغ میں شبنمِ فلک پر ابتر - بوسہ جو سنگِ در کو دیا بول اٹھا وہ خویش ✓ گھر جلنے کا ابھی سے ارادہ نہ کیجئے شیخِ حرم حرم میں برہمن ہے وزیر میں ضرورتی وہی ہے ہماری پس منہ	اسود گمان خاکِ تخمین کچھ نمبر نہیں کسکی ہے آنکھ جو مرے ماتم میں تر نہیں بندے کا ہے مکانِ خدا کا یہ مگر نہیں یہ میرے دردِ دل کی چمک جو سحر نہیں ہم کس جگہ ہیں کچھ ہمیں ابھی نمبر نہیں سنگِ مزار میں بھی ہمارے مشہد نہیں
---	---

دنیا ہے طوفانِ میکہ جو دی امیر  
سب مست ہیں کسی کو کسی کی خبر نہیں

دیکھی بخون کی شبیہ آج جو تصویر دن میں باغبانِ طبل و طوطی کی زبانِ ذاتی کب آج ہوں کیوں نہ غازی جو پڑھیں آپ نماز لے مصور ترے دامن کے آڑے ٹپکے پرزے	ہڈیاں سو گئی سی دو چار تخمین درخیزوں میں ہم تو دونوں کو اٹھا دیتے ہیں تھوڑا دن میں کہ پھری بن کے زبانِ جنت ہے تکبیر دن میں کھنکھنے اٹھ جو دیوانوں کے تصویر دن میں
---	--

شیخِ پر بارہ جو رکھوا کی ہے قائل نے امیر  
عیدِ قربان کی خوشی پھیلی ہے پتھر دن میں

بڑ گئی کیا لوٹ یارب گلشنِ ایجاد میں خوشیوں نے تیری چھپر پر دکھا سید آدمین بالِ پر اپنے کہاں اس گلشنِ ایجاد میں جو گئی کچھ اور آکر نشانِ صبا دین دیکھ کر تصویرِ شیرین نے یہ حسرت سو کہا دیر میں غافل نہیں اس سے صغیر ہی ایک دم پر مرے نوٹے ہوئے آرجا میں سب کو چین	دستِ گلچین میں ہے گلِ ملیں کب صبا دین بیلیاں بھردی ہیں ہر سے نالہ و غریب دین رہ گئے کچھ آدم میں کچھ نشانِ صبا دین یہ مزہ آگے دتھا بیل قریٰ مندر باد میں ہے کیا دار فغانی ہے صورتِ فدا دین راہِ دہشت چلے ہیں سب خدا کی یاد میں ایسی آندھی آئے یارب نشانِ صبا دین
---	---

سن کے حال مل بہا کیا کیا کیکادول وکے  
چو کھنا بنوانے کی مطلق نہیں ہے احتیاج  
بلبلو خوشیاں کر دہائی ہے گھر بیٹھے مراد  
جہم کیا نکلا انا حق گربہ منصور سے  
واسے قسمت کنگی تمہیں قفس میں اپنی عمر  
فصل سے پہلے ہی تھا سعد دم اپنا جہنم زد  
بیستہ داری اس قدر تڑپا نہ مج کو نہ یہ ترس  
اپنے اپنے میں نصیب اسے بھٹیراں تہیں  
بلبلیں بھی اکینگی جلنے کو پر دانوں کو ساتھ  
ایک دن برباد ہو گا شہ باد مرگ سے

جگلیا ہے سوزش دل سے اثر فریاد میں  
آپ کی تصویر کا گھر ہے دل بہزاد میں  
پھول دانوں کا سے میلا کوچہ صیاد میں  
حق اُسے از خود فراموشی خدا کی یاد میں  
نکھے عجبی گریں گئے پریشانہ صیاد میں  
خون کیا لکھتے فرشتے تار جلاؤ میں  
دیکھو ظالم دل نہ اُپچھلے سینہ جلاؤ میں  
پھنس گئے تم نام میں ہم گیسو صیاد میں  
رد عن گل ہے چسپاں غارتہ صیاد میں  
جلتی ہیں اس غم سے خمیں خانہ آباد میں

فی الحقیقت دل سے دکھ رہا ہوتا ہے امیر  
بسم میں ان کی یاد میں دم میں جاری یاد میں

جو توبے گل چین میں ڈھونڈتے ہیں  
جو گم کرتے ہیں نار و نیستی بسم  
میں نار ایسا بڑے ناخاق ہیں فساد  
دہ پایا ہے میں کہ ہم گھبرا کے پانی  
پتا پاتے ہیں بوسف کا دہی لوگ  
دہ لاغر ہوں مرے دامن کو قائل  
ہمیں اسے باغبان بخون سے کیا کام

سافر کو وطن میں ڈھونڈتے ہیں  
کھنچ یاد میں میں ڈھونڈتے ہیں  
ہو میرے بدن میں ڈھونڈتے ہیں  
تو سے پاؤ ذوق میں ڈھونڈتے ہیں  
جواپنے پیار میں میں ڈھونڈتے ہیں  
فرشتے آکے دن میں ڈھونڈتے ہیں  
ہم اپنا دل چین میں ڈھونڈتے ہیں

ایسے حال مسکب ہیں ہنرمیں  
محبوب اکثر سخن میں ڈھونڈتے ہیں

فرق بیوہ و برگ کچھ دیکھی جلیں میں کیوں نہیں  
 سوچ کہ اکام آغوش بدن میں کیوں نہیں  
 ہم گریہ جبین تو کس پہی میں جس بج کو کہا  
 مار گئیں وہ صین غبارت گھاؤ آفت گہمان  
 تو اگر وہ عا بنائی ہے انہیں اسے تیج نماز  
 ہوں وہ جنوں دیکھ کر جو اکو آتا ہے خیال  
 پوچھتی ہے قیصر و خاقان سے جہت گورین  
 صورتیں ظاہر میں صورت آفرین پوشیدہ ہے  
 سوگ ہے کسے دل پر داغ کا کو گلیہ دن  
 ہاتھ میں ترے تو دیتے کو ہزاروں لمے کریم  
 جان زبیر وہ تلاش بے تدون کیا ہوئی  
 وحدت و کثرت تو دونوں میں ماسی کی جلوہ گاہ  
 سیکڑوں جاتے ہیں سہتی سے عدم کو راندن  
 لوطی ہے ساری دنیا بزم جانان کے مرے

چین یارب سائید پر گفتن میں کیوں نہیں  
 یا خدا اعلیٰ اس دل و لہذا میں کیوں نہیں  
 آج وہ گل کی سی مدق نہیں میں کیوں نہیں  
 آشیائے ان غریب تکس میں کیوں نہیں  
 بدھیاں زخموں کی کشتوں کو چھین کیوں نہیں  
 ہاتھ بھی چاک میرے چہرے میں کیوں نہیں  
 کیوں پڑے ہو کچھ دیکھ کر میں کیوں نہیں  
 آنکھیں اکا کا جلوہ آنکھیں میں کیوں نہیں  
 وہ بہا افشان کی زلف چٹک میں کیوں نہیں  
 سیکڑوں دامن چاند چہرے میں کیوں نہیں  
 برہمن میں تھی ہر جگہ و جگہ میں کیوں نہیں  
 چہرہ غارت میں مڑے آنکھیں میں کیوں نہیں  
 سیری غربت کی خراب تک ملن میں کیوں نہیں  
 بڑا حصہ اس بھلا جو ہے جس میں کیوں نہیں

اس زمیں میں بھی بہت سے شعر مکن میں امیر  
 ہوا گرفت تو گناہ مثل سخن میں کیوں نہیں

گو مشق خاک نشینوں کی یاد گار بدن میں  
 غریب چاہئے مالوں میں تیری بار ہوں میں  
 ترے کرم میں کی کچھ نہیں کریم سے تو  
 بڑا ہے دست اہل مجھے لاکھ بار مگر  
 کچھ آج میں نے نئی جلی ہے حضرت و اعلا

شاہو اسان شان سر ہزاروں میں  
 داغ عرض چہ ظاہر میں خاک دہوں میں  
 مرا قصہ ہے جو نا امید دہوں میں  
 محل گیا ہوں تپ کر وہ بیتہ دہوں میں  
 ازل کا ست پانا خراب غار ہوں میں

لگاؤ گرم سے بھگڑو دیکھ اسے دوزخ  
 زمین قصر سلاطین سے آ رہی ہے صدا  
 پھر اسکی شان کر بھی کے حوصلے دیکھے  
 جو ست ہوش میں آنے کا قصد کرنا ہے  
 دو کشتہ ہوں کہ مری داخل جہنم گری  
 حضور وصل کی حسرت ازل سے ہے بھگڑو  
 خبر نہیں اسے دوتا ہوں حال پر جس کے  
 شب فراق مری جان دل سے کہتی ہے  
 بلا میں مبتلی ہے پھر پھر کے گرد نو سیدی  
 وہ بیقرار ہوں دیکھے اگر تڑپ میری  
 پکاں ہے یہ وہاں اسکی چوٹی کا

خبر نہیں تجھے کس کا گستاخگار ہوں میں  
 کہ آج منزل عشرت ہوں کل نزار ہوں میں  
 گنا بگڑا یہ کہدے گستاخگار ہوں میں  
 پکارتا ہے یسائی کہ ہوشیار ہوں میں  
 زمین پکارا اٹھی قابل مزار ہوں میں  
 خیال کیجئے گب سے امید وار ہوں میں  
 اُداس صورت غمیں سہرا مزار ہوں میں  
 تڑپ چکا ہوا گرد و بیت سدا ہوں میں  
 یہ کس کے در پر الہی امیدوار ہوں میں  
 قوا بھی یہ پکارے کہ ہمیشہ وار ہوں میں  
 کہ سبے پیچھے ہوں پر چوٹی کا شکار ہوں میں

بڑے نہر سے گزرتی ہے غودی میں امیر

دو دن خزانہ دکھائے کہ ہوشیار ہوں میں

اکسی کی روح پھوٹا ہوا خشکبار ہوں میں  
 گھڑی بے تڑپ کی کہتی ہے جان پر غم سے  
 کسی کا دل نہیں دکھنا مرے ترے پر  
 ہمارے تفرق کیا اضطراب سے پس مرگ  
 سنگینی میں بھی میری فسر دگی ہے حیاں  
 یہ محنت کا بھگتہ ہونے یسائی کا  
 ترشتے کے چمے تے بھگتے جینم کو  
 وہ ہر ہون کہ جوانوں کا رنگ دکھتا ہوں

کسی کے دل میں اٹھے دو بیقرار ہوں میں  
 کہ وقت آخر آیا م روزگار ہوں میں  
 سمجھتے ہیں مجھے بجلی دو بیقرار ہوں میں  
 سہرا مزار مراد دل تو مزار ہوں میں  
 مشہور سنگ مد ہوں اگر شرار ہوں میں  
 گدا سے میکہ و غلس شرابخوار ہوں میں  
 تڑپ کے غلام ہیں پہنچا دو بیقرار ہوں میں  
 عزیز کیوں نہیں بے نقص کی سہرا ہوں میں

کفن کا پاس نہ جھکو ڈار کا ہے کسا  
کسی سے نکوت نہیں میری دل میں دوست کیا  
شکستگی سے سوزنا ہے اور کام مرا  
شراب غیب سے میرے لیے اترتی ہے

بڑا پیش کا ہو دو دن سے شرمسار ہوں میں  
عدو بھی یاد بنا ہے مجھے تو یار ہوں میں  
شریک قسمت گیسوے تابدار ہوں میں  
خدا کے گھر میں ہی رحمت وہ باوجود ہوں میں

امیر تھی میں بے مانگے نہیں کیا کیا  
برا کریم ہے جسکا انسید وار ہوں میں

باکلی ادا ہے وہ نگہ خشکین نہیں  
خلوت میں بخود ہی سے پتا ہی کہیں نہیں  
ہانگی جگر لھو کو تو بولا وہ مشا و حسن  
کیا خوش ہو دل نھاک پہ تار و کدو کی لھکر  
سدا کا رہے کریم کی ساتی کی بارگاہ  
حسرت سے دیکھیے تو یہ کہتی ہے وہ نگاہ  
کہتے ہیں فوج کرنے میں جھکو جھپک ہو کیوں  
عصمت یہ دستِ شوق سے کہتی ہے روزِ وصل  
خفشت نے میری جھکو بنا یا ہے دھوپ چاند  
رو تا ہے درِ عشق میں اس دن و نواز کے  
بسل سے اپنے کہتی ہے قتل میں تیغِ ناز  
پیکانِ تبرید سے کہتی ہیں حسرتیں  
نزدیک جا کے انکو جو دیکھا تو بول اے مجھے  
دشوار ہے بہت دلی مستحق تک گزر  
ہوں مستحق وہ تو کہوں ان سے میرے کر

غزوہ چھری سے ہے وہ چین چین نہیں  
کیا میرے وہاں کہیں ہیں چین نہیں  
تھکے بنے فقیر کا یہ سہرا زمین نہیں  
افشانِ جینی ہوئی یہ کسی کی چین نہیں  
جو آئے چھک کے جلے کسی کو نہیں نہیں  
دشمن مری کوئی نگہ واپس نہیں نہیں  
میں نازین ہوں دل تو مرا نازین نہیں  
چھو جائے جھکو ہاتھ یہ وہ آستین نہیں  
کھل کا خواب ہوں کہ جہاں ہوں وہیں نہیں  
کچھ قد و جسم تجھے دل اندوگین نہیں  
اس وقت بھی زبان پہ تری آفرین نہیں  
تو دنواز تو ہے مگر دل نشین نہیں  
ہل دور ہو نگاہ تری دور میں نہیں  
اسے آہ ہو شیرازہ عشق بریں نہیں  
کیوں میری جان اب نہیں کہتو نہیں نہیں

شہو کا چول دیکھ کے بولہ وہ جامہ زیب  
جس بے نشان کو ڈھونڈتے تھے مین ہم جہاں میں  
ہوئے جو نہ ضعف ہے ان کو طلب کیا

واہ ایک آستین تو ہے ایک آستین نہیں  
کہتا ہے دل کہ تجھ میں نہیں تو کہیں نہیں  
کیا آپ ناتوان ہیں تو میں نازنین نہیں

پچھلا کلام بھی ہے جو میں شریک امیر  
دیوان میں اب کا رنگ کہیں جو کہیں نہیں

مشتاق وصل کون ترا نازنین نہیں  
شکوہ جفا کا تم سے کچھ لے نازنین نہیں  
عالم سے اُن کی انجمن ناز ہے الگ  
گرا ہوا زمانہ چھوڑتا نہیں کسی  
پوسٹ کے لئے ہی لیا ہے بزم میں  
انفیش سہو سے بدو لدا ہے چہرے میں  
دیکھتے تھے زمانہ مجھ دیکھتا ہے کیا  
مقتل میں اتھا اٹھانے وہ شرابی جاتے ہیں  
غش میں بے ہیں جلو گر ناز میں کھٹم  
کہتے ہیں جو فانی کا رونما رویاں  
جو پار ہے اٹھکے مرے دل کو در عشق  
گھبرا تے کیوں ہر دم مری آگہوں میں جوابی  
اشدے نازو یہ کھٹکے کہتے ہیں آئینہ  
کہتے ہیں ننگ در پر مرے سجدے تا کجا  
اب آؤ کھینچنے کا ارادہ ہے ہوشیار  
نسبت ہو ملک عاشق و مشرق سے اسے

گر تکی چھنی کر پٹی ہوئی آستین نہیں  
ایسے ہی تم میں جو تم میں ملک تعمیر نہیں  
چھت جسکی آسمان ہے وہ زمین نہیں  
وہ کوں سا ہے دم جو دم داپسین نہیں  
ہاں ہاں سخی کسی کی نہاں کی نہیں نہیں  
اک چول اسی چمن کا جو دارنا جبین نہیں  
اے جان ناتوان ہوں میں نازنین نہیں  
نکلی ہوئی تو دیکھو کہیں آستین نہیں  
تکسین نہیں پاس نہیں آفرین نہیں  
سارے جہاں میں جو بھی کچھ ہیں نہیں  
تجھ سے ظاہر او مرا ہنشین نہیں  
پیر و شاگھ یہ نگہ داپسین نہیں  
ہم نازنین نہیں تو کوئی نازنین نہیں  
کچھ زیر عشق ہے پئے خطا جبین نہیں  
خیر آج تیری ملے فلک ہشتین نہیں  
ناز آفرین ہے کیا وہ نیاز آفرین نہیں



شادی کی انجمن میں بھی روٹا ہوں مثل شمع

بھسا جہان میں کوئی اندھ لگین نہیں

چو کٹ سے تیری سر نہ ہے گا اسیر کا  
سجھ سے سے گر گئے تھے یہی جبین نہیں

عالم میں کوئی دست پر زرد سامیں نہیں  
وہ شوخ لاکھ پردہ ان میں پردہ نشین نہیں  
یا ہم ہی ہم تھے کوئی نہ تھا ان کی بزم میں  
اُن چو تون کو دیکھ تو صبح تر پ ہی صبا  
ایسا ہی جوش گریہ ہے تو تجسہ یار میں  
پردے ہی پردے میں میں تب ہم کی شوخیان  
تو کابلِ سجود ہے اے میرے بے نیاز  
فراتے ہیں کہ آئین تو زائد ہار ہے پاس  
شوخی کا ہاتھ اُنکے پکڑے شبِ سال  
اے جان بھی نہیں مری حسرت کا خاتمہ  
تلوار میں ایک چھوڑ کے دو دو کر میں میں  
دو دو جو میں وصال میں بولے بٹاکے ہاتھ  
رہا ہوا تو حشر میں اتنا کہو بٹکا میں  
اسنو سے آشنا نہیں شمع مزار بھی  
دل نازا تھا نہ انوں کے کیا دیکھ کر نہیں

شیشے میں اک پری ہے ہے آئین نہیں  
اور پھر جو دیکھیے تو کہاں ہے کبیں نہیں  
یا اک جہان آج وہاں ہے ہیں نہیں  
بید و تیرے دل پر چہر این جلیں نہیں  
یا ہم نہیں زمین پہ یا یہ زمین نہیں  
یہ جلیان ابھی کسی دل پر گرین نہیں  
پرستِ سجود کسی کی جبیں نہیں  
ہم اُن کی توبہ توڑنے کو نا زمین نہیں  
راتھی بھی کام کی جگہ شہ لگین نہیں  
پہلی نظر ہے یہ نگہ واپسین نہیں  
اس جو جہاں اٹھانے کے لیے تم نا زمین نہیں  
آنسو کسی کے بوجھے یہ وہ استین نہیں  
بدون میں تیرے کیا میں جہان آفرین نہیں  
اب کوئی میرے حال پر اندھ لگین نہیں  
ہر انجمن میں ناز ہے ناز تیر میں نہیں

واعظا کو تم تو دیکھتے ہی ہنس پڑے امیر  
باتیں تو دن بزرگ کی تم نے سنیں نہیں

بشکین طاہرہ روح کی شہبیر پلکین

یادِ نال میں بہتے جو بونہ تر پلکین

ناتوان پاکے چڑا لاتی میں لشکر چلکین  
 مردک آنکھ میں ہے آنکھ کے برابر چلکین  
 آج تک دل میں نکلتی ہیں برابر چلکین  
 کھینچتے ہیں مجھے کانٹوں میں دکھا کر چلکین  
 یہ گیا آنکھ سے دریا نہ ہوئیں تر چلکین  
 مردم چشم سے کہتی ہیں یہ جھک کر چلکین  
 طاقی آبرو کی طرف ہاتھ اٹھا کر چلکین  
 صاف بڑبکڑ میں گیسو کے برابر چلکین  
 ہیں ادیت کش خرابازہ برابر چلکین  
 لاکھ اڑے گرد نکلے ہوں نہ مکہ چلکین  
 آنکھیں بدھیں جو کھنچیں بال برابر چلکین  
 گردن میں چشم سے کھاتی نہیں چسکر چلکین

کھینچتی ہیں دل بیاں چھبہ چلکین  
 سو بوس سے ہے انسان کی عزت ثابت  
 گور میں بھی خلش غلو محبت ہے وہی  
 بزرگی آنکھیں دکھاتے نہیں یہ لال غدار  
 افسوس محبت نے دکھایا عجب تر  
 دل بے نیل کو بہت میر جان خوب نہیں  
 قبل عشاق سے باز نیکی کھاتی ہیں قسم  
 چشم بدور ہے کیا ظلم کی کسی بھی دراز  
 چشم غمور سے ٹوٹے کہیں دکھا بھی خار  
 عیب اپنوں کا نہیں ہے سبب کشتی لیل  
 کیا ہی ہمارے کو ہمارے کی ایثار و بال  
 ناتوانوں کو ترے دیکھا خاک کیا گردش

آج آنکھوں کو جوانی میں یہ زیور ہیں امیر  
 گر کے ہو جائیں گی کل غس کے برابر چلکین

صبح بیدار ہوں جو گر میں ہاں برید ہوں  
 گویا قصیدے میں میں گر گر قصیدہ ہوں  
 بزم جان میں حرف مکر شہنیدہ ہوں  
 شہنہ عشق دہلی آئینہ دیدہ ہوں  
 کیا بتلاے درد لکھوے بریدہ ہوں  
 سر پہ صدائے گلوے بریدہ ہوں  
 دیوان آؤری کا میں معنوں چیدہ ہوں

عالم شکستہ ہو جو میں آفت رسیدہ ہوں  
 مطلب کی ستر رخ ہے ملامت رسیدہ ہوں  
 رات ہی رات ہے کوئی دل نہ کوئی گوش  
 میرے صفا و دل نے جو کھوے ہیں میرے عیب  
 ابھی کی طرح ہے مجھے مریم عابد تیغ  
 سنبھو خزان سکھائوں میں اور نہ کو ہوں جو خاک  
 چہرے پر ان کے مینا ہر دہکاسے یہ قول

خلم جہان نہ دور ملک کا مجھے خیال  
اے اہل بزم بلکہ افسانہ بزم سے  
میں اور جم میں پیرستان و دتر سے مرید  
بحر مریخ سخن حسن ہوا کب خیر نہیں  
مارا سے الہ کبر نے پردے میں عجز کے  
اب تک کسی پرمیری حقیقت نہیں کھلی  
پیدا کیے کی شہر م اپنی مسرور ہے  
صحر کو کپڑے چاڑھ کے چلتا ہوں دکھن  
جہن جہن میں پر نہیں سراو کی مجال  
بیتا ہے باورخ میں تو کتا ہے طفل شک  
مطلب خزان سے کچھ زخرف ہے بہار سے  
دیکھو کسی کے عیب تو کیا خاک کہ سکون  
کہتا ہے مرغ دوح اجل سے ڈرا ہوا  
بلبل ہوں میں نگاہوں گلستان دہر میں

دیا کے جوش میں تیرا آئینہ ہوں  
طبع سحر ہوں عسیر پادان رسیدہ ہوں  
لیکن وہ بدعتیدہ ہے میں خوش عقیدہ ہوں  
روست کی جلوہ گاہ میں دست بریدہ ہوں  
میں خیر زکشتہ نیچے خمیدہ ہوں  
حرف نگفتہ ہوں سخن نامشیدہ ہوں  
قوانین گارہے میں آئینہ سریدہ ہوں  
پائے شکستہ ہوں زمین دست بریدہ ہوں  
بیش دانتوں میں میں زبان بریدہ ہوں  
روست کے خاندان کا میں کوردیدہ ہوں  
دوڑن سے غل سر دین زمین کشیدہ ہوں  
بان غم سے آئنے کی طرح آبدیدہ ہوں  
صیا و میرے پیچھے میں صید رسیدہ ہوں  
بان اک پر شکستہ و رنگ بریدہ ہوں

شبنم کے اے امیر ملے ہیں مجھے نصیب

گل ہنس پڑیں میں میں جو میں آبدیدہ ہوں

کے چکے چاند سے زہار قیصر باغ میں  
سبز فواہیدہ کیسا آگیا جو خضہ غبت  
فی الحقیقت یہ بھی کم گلزار و جنت سے نہیں  
برداشت پر چل رہی ہے ایسی صحت کی ہوا  
پاؤں کا این ذکر کیسا صاف ہے ایسی زمین

چاندنی ہے سایہ و پناہ قیصر باغ میں  
اکے طالع ہو گئے بیدار قیصر باغ میں  
حورین پھرتی میں سر بازار قیصر باغ میں  
چتر رنگیں تک نہیں بیدار قیصر باغ میں  
دل پھلتے میں دم رفتار قیصر باغ میں

بند جب ٹوٹیں محسوس توہ کی آئے صدا  
 ڈھنچا پھرتا ہے یہ مارے خوشی کے مسج و شام  
 یہ اشارہ نہیں کرتی ہے ہر انگشت سوج  
 چار ٹون میں ہوسعدی کی گلستان کا جواب  
 زیر شاخ گل اگر سبز و کبھی سونے لگا  
 اتنے پتے بھی غروب کے گلشن فردوس میں  
 تشنگان شوق میں شیریں لب کے یہاں  
 قطرے شبنم کے گل گل پر دکھاتے ہیں بہار  
 کہہ رہی ہے یہ صنوبر کا متون سے فاختہ  
 اتنے آتے لب تک بخاے بکناؤ کا  
 غل گل ہے ہر تاشائی زبے فیض بہار  
 سوج سے کی نصیم صبح میں تاشیر ہے  
 ایدل ایوس بے برگی سے افسردہ ہنو  
 دور ہوگی کھفتیں مٹ جائیں گی سبکدوشین

لیں اگر انگڑائیاں سینہ قیصر باغ میں  
 وجہ میں ہے سایہ دیدار قیصر باغ میں  
 سب کا ہو جائیگا پیرا قیصر باغ میں  
 بلبلین کھولیں اگر شکار قیصر باغ میں  
 شوہر بلبل نے کیا پیدا قیصر باغ میں  
 جس تہہ چھلون کے ہیں انبار قیصر باغ میں  
 مٹ رہا ہے غربت دیدار قیصر باغ میں  
 گدڑ بے زین موتوں کے ہا قیصر باغ میں  
 آؤ بھی پیر علمبردار قیصر باغ میں  
 کھینچے گراؤ تشدد قیصر باغ میں  
 چول جھڑتے ہیں دم تھکا قیصر باغ میں  
 بے صبوحی سے ہیں ہشیار قیصر باغ میں  
 دئے گا کل تنہا بار قیصر باغ میں  
 لالہ ہے بیدار گل چنار قیصر باغ میں

سایہ بال ہا کیا ڈھونڈتا ہے اے امیر  
 بیشوہر سایہ دیدار قیصر باغ میں

داغ لے بہار جیسے جاوے دن میں ہر  
 تار نور کرے تو سمجھو جو جھکر کرے —  
 شیخ حرم سے بلکے ہوا سخت انفصال  
 سینوں میں عاشقوں کے کہان عاشقوں کے دل  
 اک ٹر سیٹے سیٹے روگر کو ہو گئی  
 اس رنگ و بو کو چھل بھی تھکے ہیں میں میں  
 میں سے کوئی کہے کہ ہم بھی چمن میں ہیں  
 کتنے ذلیل رسم نگہ بر میں میں میں  
 کھنڈ لہ میں میں کچھ تر ہو چاہو تو میں میں  
 کیا جلنے کتنے چاک مرے پر میں میں میں

یاد آئیں کیوں قفس میں نگہ کش کے ہر صفیہ  
تھوڑا سا مٹھ اور بھی اسے چھڑا جنوں  
آئے ہیں مہر مٹ کے تری صید گاہ میں  
جون آبدیدہ درد کی باتیں سننے کے آپ

غربت میں ہم ہیں بار بار سے وطن میں ہیں  
دو چار تار اور ابھی سپر ہیں زمین  
اب کوہ پر ہیں کباب نہ آہو نشن میں ہیں  
پیلو ہزار طرح کے اپنے مسکن میں ہیں

پیاسی ہیں آبِ خضر قافل کی دیر سے

جستی رنگین ایسے ہمارے بدن میں ہیں

عزیز اجاب باقی دم کے ہیں پر چھوٹ جاتی ہیں  
کڑی منزل ہے پری دانت بھی سٹٹ جاتی ہیں  
اٹھی کیا علاقہ جو وہ جب دیتا ہے انگڑائی  
ادادل انگشتی ہے جان غمزہ اسے غیہ خوبی  
عجب کٹاں سے ساقی محنت جب کھلتا ہے  
زمانے ہر میں ہے شہور حال خواب پست کا

جہان یہ تار ٹوٹا ہمارے رشتہ کوٹ جاتے ہیں  
قدیمی ساتھ لہروں کی سین تو چھوٹ جاتے ہیں  
مرے سینے میں سب خون کو مانگو ٹوٹ جاتے ہیں  
ترسے کشور میں ہوا زہر دونا کوٹ جاتے ہیں  
توب جام و سب چھانو کی صورت چوٹ جاتے ہیں  
ملنے دنیا کی وہ ہے جس سے ہوا زہر ٹوٹ جاتے ہیں

امیر زندگی تربت کو چھت سمجھے ہیں کیا گھر کی

یہ اقم دار اگر جہاں تیان کیوں کوٹ جاتے ہیں

سنگا کر آئے مجھ شہ زلب کو یاد کرتے ہیں  
شہید عشق ہی جاتے ہیں جی سے کیا گوارے ہیں  
سقاہم شرم ہے ہم ہجر میں جی سے گزرتے ہیں  
سپان آنکھوں میں ہم چاہ کوئی ساعت میں کی  
زمانہ ذرا و خور شہید سے آئینہ صاف ہے  
ہمارے زخم ہزار اور اسے جہاں کیا جانیں  
وہ بیدار دل جو عمر ہر مردہ نہ حساب انگوں

وہ ساحل کو بھی دیکر ساتھ دیا میں اُٹھتے ہیں  
خدا یہ سوت سے سب کو ہم اس منے پر مرتے ہیں  
پتنگے ہی تو حضرت شمع سے ہو ہو کے مرتے ہیں  
قتنا کہتی ہو جلدی کیا ہو آئینے سمندر تے ہیں  
مگر اسپر بھی جب دیکھا وہ پردہ میں سونے تے ہیں  
اگر بھولے ہیں تو دم خضر قافل کا بھرتے ہیں  
برادرات دن جاگے شہاب آسمان کرتے ہیں

دل پتار نہ کہتا ہے چکر خضر سے پوچھو  
 ہر مکان سے بس کا بھی دیکھا نہیں جانا  
 خزان غافل نہیں ہے اکی جوان میں تم سے  
 کسے ہے ہر فصل گل میں خستہ نوئلے کا  
 نہیں ملتی ہے قصیدی پتھر پتھر پتھر پتھر  
 تھاوت اس قدر ہے نامور میں اور زندان میں  
 دہائی چاہ کر آب و دم شمشیر تاحل کی  
 نئے گل چولے میں اپنی آہ سرد سے ہر دم  
 بیان خطا کے ہو دھن بھی احباب کر آئے  
 شمعیں گل میں ہم بھی تم اگر باد و بہار سی ہو  
 خضر کو ڈھونڈنا پھر تار ہے کیا مجنون جلال میں  
 غضب ہوسا ناسخے میں آن خود آتے لکھوں کا  
 کہان انگو خیر اسی کہان یہ سیکش بندہ

سفینے ظہر امید کے کس گھاٹ اترتے ہیں  
 پتھر دیو میں جسکو پہلے سکی نہ کرتے ہیں  
 نہیں اترتے ہیں پتھر پتھر پتھر پتھر  
 دن سے شعل گل پتھر بیان کپڑا اترتے ہیں  
 پتھر نہیں صبا و برگ گل کرتے ہیں  
 کہ وہ کچھ دل میں لڑتے ہیں یہ کب کرتے ہیں  
 اگر پانی ہے دو گھوٹ اسکو نکل سکا اترتے ہیں  
 جگر کے داغ کی جوت میں جگر ابھرتے ہیں  
 وہاں حمام سے فرصت نہیں اب تک گھرتے ہیں  
 جدھر چلتے ہو چلتے ہیں جہاں شہر و شہر تے ہیں  
 ادھر آئے کہ ہم لے یہ طریقے خوب برتے ہیں  
 خاک و غیر کرتے ہیں جو یہ آہو بھرتے ہیں  
 پہنچ رہتے ہیں وہاں جو قسمت میں اترتے ہیں

برنگ طائر تصویر میں  
 ہم اپنے آشیانے سے جہن میں کب اترتے ہیں

چکر کر مرغ بس کی طرح عاشق جوہر میں  
 نکلتا ہے میں وہ جس راہ سے چھین کرتے ہیں  
 ہونہار کے پیرار میں دم ضبط سے بولا  
 لیا کہ میں نے ہر غیرت ان کا قتل میں  
 میں اس خوبی چاند کے جہن کہ بھسویہ میں پوچھا  
 تسلی خاک ہو معدون سے آگے چتر میں ظالم

یہ قتل میں عروس تنج کے صا اترتے ہیں  
 ہزاروں چنگیان میں ہیں میں گزرتے ہیں  
 سلامت بقدری ہم کہیں عفت گنگوہے میں  
 اہل شرارت گئی کبھی کہ مجھ کو پار کرتے ہیں  
 یہ ب تو فاش میں مجھ پر تپ کبھی کہہ کرے ہیں  
 اشاروں سے کہتی ہیں کہ کیا بھارتے ہیں

ہماری جان تم ہو وہ ہماری جان کا دشمن  
میں کہتا ہوں تمہیں نے دل لیا میرا تو کہتے ہیں  
حسینوں کی تسلی ہے سبب محبوب ہونے کا  
بڑے دشمن ہیں تیرے چشم داہد و یکھنے والے  
بتوں کے چاہنے والوں میں بھی جو شان مجھونی  
نہ رحم جائے قاتل کہ نہ رگ جائے کہیں خنجر  
خنجر ہم سخت جانوں کی وہ شکر طعنے سے بے  
سلیبان ہو گیا چشم و گیسو نے بنایا ہے  
ہمیں بیتا جان خطا یار کو کہتے نہیں دشمن  
غلاب اُن کا غضب ہی ماتم پڑتا ہے جو سینے پر  
خشب صلت بھی یہ عالم ہے میری بیقراری کا  
کبھی وہ نظر گر عاشقوں کا قتل ہو تو کو  
برنگ ہنص چلنے سے میں لہو دست و پا چلتے  
نہی ہیں پاک بالان محبت رشک سے دیکھو

تمہارے دوست ہیں ہم اگلے دشمن سوڑتے ہیں  
کہاں ہاں لے لیا چھ کیا ہم کب بکرتے ہیں  
جو پڑ جاتے ہیں نظروں پر ہی دشمن اُتتے ہیں  
خنجر سے جھپکے ہیں وہ قاتل سے ڈرتے ہیں  
قتل ساری سے تھن پر جو اوپر آن کی مرتے ہیں  
نکاح و حسرت انگین ہم اثر سے تیرے ڈرتے ہیں  
کوئی مرنے کی حد بھی نہیں مکتے ہیں مرتے ہیں  
ہمارے گھر میں شب بخت پر ہیں گے اُتتے ہیں  
بگڑے جب اُتتے ہیں تو دلیر مانتے دھرتے ہیں  
کھلیا تارے منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہیں  
تریا جاتے ہیں وہ دلیر جو سرے ہاتھ دگتے ہیں  
ہمیں بھی یاد رکھنا ہم بھی نکو پیار کرتے ہیں  
شہر جاتے سارا قاعد جب ہم شہر تے ہیں  
جو نکو پیار کرتے ہیں ہم نکو پیار کرتے ہیں

امیر اس جان کے دشمن سے نگوڑ نہیں گنا  
دھرتے سے تم کے منہ چکتے ہو کہہ کر نہیں

ہماری قبر کے گتے بھی اب ہم سو رہتے ہیں  
جہاں یہ نکلے گھر سے جا کا منزل پر اُتتے ہیں  
مرے زبان ہونے پر دہان صد اُترتے ہیں  
وہی پرست میں ساری عمر کا گڑھ سنو تے ہیں  
ہوئے پیار تو ہم اور پرستے آپ کر سکر ہیں

دیا پایا مجھے ہو تو یہ بھی غم کرتے ہیں  
عدم کے جانے والے دستے میں کب شہر تو ہیں  
پھر وہ میں گرد وہ ڈر کے کچھ خیرات کرتے ہیں  
محب پر وہ ہے پردہ شہر م حصان کا ہم آخر  
مراہٹ عشق سے پہلو تہی طرف تماشا ہے

خیال بادلوں میں جو باد چسب ساقی ہے  
 لڑی میں انکی آنکھیں آنے میں خط عارض سے  
 مرا خط چھینک کر قاصد کے منہ پر طر سے ہوئے  
 چہ سے بن ابرو دن پر دل کیوں نہ نظر کیا ہے  
 تسلی دل کو ہم دیتے ہیں کیف چشم ساقی سے  
 مدد لے آج نذر دم کران تشنہ کا سون پر  
 نہ ہوا س گل کا ہر سر ہے شاہ اس کے برابر ہے  
 پھلے نبی جاتے ہیں پیک نفس اک عمر گزری ہے  
 میں کسی دیک کا طالب ہوں کس کو ہل کا خواہان  
 تار کا کتب کا ذوق ہے ہو نہ قاضی کا  
 اضمین کا ال تھا اچھا کیا دل سے لیا میرا  
 ہوا ہے مسرتوں سے دل کہاں انگوٹھی گھامیش  
 منہ کی میٹھانے میں جا بجا جو نہ سرب کی  
 ابھی اسے جان تو نے منہ خواہوں کو نہیں دیکھا  
 یہ اپنے داغ میں دن رات جن کا ایک ٹالم ہے  
 دوسرے پاؤں تک تصویر میں بیباختہ ہیں کی  
 دیم آتش آئندہ جو دیکھا ناز سے ہوئے  
 قیامت دور تباہی کا عالم روح پر صدمہ  
 جہر کھدیجی ہے مشائخ آئندہ تنگ آ کے مشاہد  
 خیال آ آتی میری میں جوانی خواب تھی گویا  
 کیا ہو نام کیا آئندہ کار و دشمن خدا رکھے

حرم میں بیٹھے بیٹھے سیکرے کی سیکرتے ہیں  
 غزلان حرم فردوس کے ہنریں میں چہرے ہیں  
 خطا صدمہ ہے اس طوکار کا یہ ہے کمر تے ہیں  
 یہ دوسرے دوسرے نخر آپ کبہر تیز کرتے ہیں  
 خراب جن کی کھشتی کے ساغر میں ہر تے ہیں  
 خاک کی پیاس مرقی ہو نہ پیاسی ہی مرتے ہیں  
 میں دونوں ایک ہی ہو کچھ زنا چڑھتی ہوتے ہیں  
 نہ منزل ہے کہیں انکی نہ تے میں ٹھہرتے ہیں  
 یہ کسی حسرت میں آپ جن کا خون کرتے ہیں  
 کہیں تو یہ بیٹھانے میں آؤ اس سے ڈرتے ہیں  
 کوئی چھینے نہیں لیتا ہوا کسی کو نہ کرتے ہیں  
 یہ سب دوان میں جو داغ ہیں جگر ابھرتے ہیں  
 شکست تو یہ کی آواز چہ ہم وجد کرتے ہیں  
 جیسے ہم تو کھا دیں گے اگر دیکھا سطر تے ہیں  
 ستارے ڈوبتے ہیں دنگو را تو نکو ابھرتے ہیں  
 سنورنے سے بگڑتے ہیں گزنی سنور تے ہیں  
 آہ میرے کون میری لاگ چہ بیٹھے سنور تے ہیں  
 ہمارے دن لمحہ میں دیکھیے کیونکر گزرتے ہیں  
 ادائیں بول تھی جن کو دیکھو دیں سنو تے ہیں  
 ایک چھپے جھپکتی ہے یہ دن پہلو گزرتے ہیں  
 امیر شاہزادوں پر ہم نے فخر کرتے ہیں



حباب ساجو عشق سے جو باداڑے تے بن  
 لگائے تے بن جو سر تائے کو دہر دہر تے بن  
 تصور میں آکر رنگ بچ نیرنگ کرتے بن  
 بتوال حرم حجب نہیں تم کو برا کہتے  
 نہیں ہے دیر سے غور شید کی وہ گرم بازاری  
 پسند آیا نہیں بلکہ سب کا شکر کیا کم ہے  
 سرے سینے پہ مقناطیس تیرا تھہرے عورت  
 خب غم میں ہے جیسے برا ہو سخت عافی کا  
 حباب اصفہا میں دیتی ہیں کیوں اوصاف پر ہی میں  
 بچن کی سیری چھوٹی تو پھر جیسے کیا حاصل  
 چل سے بار بار دی ایک ذرا آہستہ آہستہ  
 لپاسو جانفرا خط کا یہ رنگ اس قہر کی آنکھیں  
 تصور میں مٹی منہ چوموں تو آؤ جانہ ہے رنگ نکلا  
 قیام اس بحر طوفان خیز دنیا میں کہاں ہوم  
 چمچاک جاتے ہیں وہ ساکسے اپنے خود دشمن بن  
 دکھایا انقلاب تازہ عالم کے حوادث نے  
 بہت سنبل عین میں آج بیج قباب کھاتا ہے

گزر جاتے ہیں پچھلے سرے چھو بادوں دھرتی میں  
 ستم دیکھو وہ اپنی چوٹوں کی آپ دہکتے ہیں  
 کہ تصویر خیالی میں تری ہم رنگ بھر تے ہیں  
 برہمن ہی کا گھر بھرتے جو جیتے تے آتے ہیں  
 ہوا ہے دھوپ کا سنہلہ شاید وہ گھر تے ہیں  
 کوٹھکوں لیکے پھونکے آپل لیکے پھونکے تے ہیں  
 کہ جیسے دل میں بیکان میں میں ملے تے ہیں  
 لذائی موت اس غیرت کو اسے ہم تو مرتے ہیں  
 جوانی کی توہمان سے نہیں درخواست کرتے ہیں  
 گھوڑا کاٹن مرا سیادہ ناحق کرتے ہیں  
 کہ وہ مجھ سے الجھتی ہیں جہاں اُنکے گھر تے ہیں  
 سرج و خضر و عریل تینوں تم پر مرتے ہیں  
 باد میں خواب میں بھی لون تو الٹے لکھ تے ہیں  
 حباب سا شہر تے ہیں تو کوئی دم ٹھہر تے ہیں  
 اندھیری رات میں رلغون کو لہانے سوڑ تے ہیں  
 جو مرتے ہیں وہ جیسے ہیں جو تیرے ہیں وہ مرتے ہیں  
 کسی محبوب کے شاید کہیں گیسو سورا تے ہیں

امیر ادل پر شکر دہ ہے تیرا فست کا  
 شکرا انداز پہلے مرغ کے شہر پر کرتے ہیں

کرتا ہوں میں شب بھر درو دیوار سے باتیں  
 بیارے کین ماز کی بیار سے باتیں

بنتا ایسے کہاں میں جو کروں بار سے باتیں  
 کیا بکھین ہم اس آئینہ کا ایسا سو رنگیں

اقبال سکندر سے مرے لڑ گئے طالع  
ٹھیک انکے مذہبی ہین ٹھیک انکی وراثت  
ڈرنا ہے یہ خوشی ابھی آواز سے تیری

جس دن ہونیں اُس سہ خسار سے باتیں  
دو چار سے گھماتیں ہیں تو دو چار سے باتیں  
صدا نہ کر مرغ گرفتار سے باتیں

کیا دھیان امیر آیا کہ وہ ہٹ گئے چھپے  
جھک جھک کے جو ہم کرنے لگے پیار ہی ہیں

شوشی تھی قیامت تری ستانہ ادا میں  
چھوڑا ہے ٹھکڑیہ زیب نامزد ادا میں  
سندھانی ہوئی چوڑوں پر اسکی نہ جانا  
برادر محبت نے کبھی سُٹ نہ لگایا  
اس ڈر سے وہ پامال نہیں کرتے ہین جھکو  
کہتی ہے شبِ دُشہ چتون کی شرارت  
جو ہر جو تغافل کے ازل میں ہوئے تقسیم  
دل ایک خریدار میں دو خیرہ ہو یاد ب  
کہتا ہے جوانی میں یہ اُس شوخ کا جو ہن  
مشکل ہے سچا کو بھی اب جان بچانا  
کس طرح نہو ناز مجھے جھنڈ پر اپنے  
آنے کا کیرن کو رستہ نہیں ملتا  
اجاب کے نام میں کئی عسجد مار ہی  
تکس آئے ہیں اُن سے یہ کہتا ہے کاسخ شوخ  
خراشے ہیں جب اصل میں وہ مجھ سے تو شوشی  
انکی جو دعائیں نے نہ عرضش سے آئی

نقشہ نے قدم چوم لیے مغوش ہا ہین  
اک شاخ تغافل کی گلا دی ہے جہا میں  
شوشی ہی چھپی جھپی ہے پہلو سے حیا میں  
ہاشیر کھلی جاتی ہے ہس غم سے دعا میں  
لمبا ہے نہ دل میں کے کین تنگ حیا میں  
آج آگ لگا دی گی میں داماں حیا میں  
کچھ میری تضامین لگے کچھ تیری ادا میں  
میں جاے کبیں آج نہ شوشی و حیا میں  
پسے نہ رہا جاے گلا اس تنگ حیا میں  
کھلی ہے تضام چھپ کے حسنین کی ادا میں  
وہ چیز ہے جو نہیں دے گا خدا میں  
کیا حردن کے جبرٹ ہیں نیر شہدا میں  
ہم ساتھیوں کے روئے کو انوکھے سرا میں  
پہرا ترا شاگرد ہوں میں جو رو جفا میں  
لے لیتی ہے چکی دہین پہلوئے حیا میں  
ہاشیرین گنہیں سب ترے دشمن کی دعا میں

کیونکہ نامیرا اس سے تروتازہ ہوں روحیں  
پہلوں کی ہستیاں مٹی گھٹین کی ہوا میں

<p>کابل عزمین آلودہ عصیان ہوں پھر دہی میں ہوں وہی جامہ دہی جھٹھل پھر کے پتلی نے دم نزع کہا قاتل سے آنے لگی مجھے پھر کایکو جھٹ بہوشہر ابھی بھل نہ گلستان سے چھٹا کر صبا مرجم زخم جلائی وہ زبان شہیرین نہکان کر کے مجھے چھوڑے دم بھر قاتل</p>	<p>لے اہل مہر کراکتا کہ پشیمان ہوں پیلے دھنڈے سے فرادست اگر بیان ہوں مڑتے مڑتے تیرے ماتھوں پر میں قربان ہوں ہر صفت احباب سواے شوقیہاں ہوں ہر صغیر دن میں ذرہ کو خوش آسمان ہوں لب خدا نے کہا میں نک افشان ہوں خاک میں خون میں مٹی کھل کر لفظان ہوں</p>
---	---

قدر راحت کی پس رنج ہے دنیا میں امیر  
تب چلوں باغ کو جب قیدی زندان ہوں

<p>باغ ترب کا شوخ شکر سے کیا کہیں اُس بہت کے جو خالق اکبر سے کیا کہیں غم نے ترے پر زیا سر سے پاؤں تک شرم آتی ہے گناہوں سے اور پوش خلق خالق ہی جب نہ دے تو گلہ آسمان سے کیا واقف دلوں کے بید سے ہے آفریدگار بگڑا ہوا وہ آپ ہے اس کا قصہ کیا سارے جن میں اتو ہو بوند بوند جنین شہر سے روزِ محشر چہ درخشاں یار کا دل ہیچ داب میں ہے تو کسک پیچ سے</p>	<p>دل تو ہی کچھ تار سے کہ دلبر سے کیا کہیں آپس کی چیز داؤدِ محشر سے کیا کہیں دگ دگ بکارتی ہے کہ نشتر سے کیا کہیں محشر میں جا کے خانے محشر سے کیا کہیں ساقی نہ نہ لگائے تو ساغر سے کیا کہیں آئینے اپنا حال سکندر سے کیا کہیں اگر میں بھی ہم اگر تو مقدر سے کیا کہیں سو کئی زبان دکھائے تو خضر سے کیا کہیں خدا محشر تک دل مضطر سے کیا کہیں وہ بے خطا ہے زلفِ معجز سے کیا کہیں</p>
--	---

منا نہیں مکان سے تا مکان پستا  
 بکنے کی بات ہو تو کسی سے کہے کوئی  
 کہہ نہیں سنے تو کہیں اُس سے درو دل  
 قسمت سے سنا نہ کہیں ہوتا بھی ہے اگر

ہم کیا ہوئے نخل کے ترو گھر سے کیا کہیں  
 دل تم نے یلیا ہے یہ دلبر سے کیا کہیں  
 کہے میں بیش چونے سے پھر سے کیا کہیں  
 پہر وہی ہی سچے میں کہ دلبر سے کیا کہیں

پیارے شراب وصل کے جن ہتھ لے لکیر  
 شرم آتی ہے کہ ساقی کو تر سے کیا کہیں

محبت کے جود غ ڈالے تھے ہیں  
 یہ بٹ سب مرے دیکھے بجا لگے ہیں  
 خوشامد جو کی میں نے جو بن کی بولا  
 نہ کر بے نیازی سے تو خون امان  
 کبھی خون سودا خون کا گرا تھا  
 ہر بن کب میں غصے میں آنکھیں تھلائی  
 پلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا  
 زمانہ قصدا کے حوالے ہے اور ہم  
 تیرن کا تصور جو دکھو نہیں ہے  
 گلاتے ہیں کیا بھیلان بھر کو سبکی  
 یہ ہیں تو ڈیو اے کے اٹھ ٹوٹیں  
 پیسے میں چوٹی میں ہماراں پری نے  
 جو آتا ہے تو نزع میں مبتلاؤ  
 نہ مٹی کو چر گردی نہ مسرا اندوی  
 پیارے کبان وصل کے سیکڑے میں

بھر کر وہی دل میں چھالی جوئے ہیں  
 تصور کے ساچھو میں ڈالو ہوئے ہیں  
 ارے یار ہم بھی نکالے ہوئے ہیں  
 اگر سب میرے ناز و نکو ڈالو ہوئے ہیں  
 پھل کر وہی قطرے ڈالو ہوئے ہیں  
 یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں  
 غم دو جہان دو نوالے ہوئے ہیں  
 تمہاری ادا کے حوالے ہوئے ہیں  
 تو تبت کیوں پناہ والی ہوئے ہیں  
 تڑپ کر وہ تڑپنے والی ہوئے ہیں  
 سیت دل شکستہ پیالی ہوئے ہیں  
 ہر کالے خواب کو ڈالو ہوئے ہیں  
 سب نکالے بھی کہہ نہیںا لڑوئے ہیں  
 یہ رستے ہمارے نکالو ہوئے ہیں  
 کعبہ دست ساقی پیالو ہوئے ہیں

یہ لپٹے میں گیسو کا اسے بت کہنیا  
پہلی ہے وہیں بننے کیا تفتاں

کر میں تری ہاتھ ڈالے ہوئے ہیں  
عروں میں اس کے یہ چالے ہوئے ہیں

امیر ایسے دوست ہیں ہم سیکے سے میں  
ہو سے بالاب پیا لے ہوئے ہیں

ستارے سرے دیکھے بجال جگے ہیں  
یہ سوے شروہی میں جادو کے پٹیلے  
مرا ضبط کتا ہے جو سے کہ کب در  
یہ تو آریں کس کے گلے پر طہین گی  
دوہر صفت دھر ضبط ترپہن میں کیونکر  
دوہر ہا سے ہم ادھر آسمان پر  
زہے ضبط سینے میں دم گشت رہا ہے  
ہرن چٹ کر تہ میں شیردن چہ دیکھو  
عجب بخودی صحبت وصل میں ہے  
چمن میں یہ بھولوں نے کیا گل کھلایا  
ابھی یہ کس کے ہو کے میں پیا سے  
کوئی کچھ کلی میں ہے ناگن کی یارب  
سنا ہے جو بے آب و دستہ جنوں کو  
جگر دل کو دل روکا ہے جگر کو  
پہن شجہ جی بیدارک ان میں ہانی  
ہتھ میں عجب من ہے گیسو دن کا

یہ ب گینٹ نکلا چھالو ہوئے ہیں  
کہ جب میں آؤں میں بجالے ہوئے ہیں  
اٹھے دروہم دل سنبھالو ہوئے ہیں  
کہ دل تیر یون پر دو ڈالے ہوئے ہیں  
یہ خضر دودھون سنبھالے ہوئے ہیں  
اٹھے ہم کغوش نالے ہوئے ہیں  
گردل ہوا تک سنبھالے ہوئے ہیں  
میں میرا نگین نکالے ہوئے ہیں  
دوہم کو ہم ان کو سنبھالو ہوئے ہیں  
کہ طہین کو جیسے کے لالے ہوئے ہیں  
کہ خضر زبا میں نکالے ہوئے ہیں  
دوچکے کا سو بان ڈالے ہوئے ہیں  
تو جھانک لے ساتھ چھالے ہوئے ہیں  
یہ سہل کو سہل سنبھالے ہوئے ہیں  
یہ سب جام سے سے کھٹکا ہوئے ہیں  
پری آڑ کے پردہ ار کا لے ہوئے ہیں

امیر ان سے کیا کیا لپٹے ہیں شب بھر

### رقابت میں کیا دوشائے ہو سے ہیں

نہرا چلن تکا ئیں گھر میں وہ کیا بنکے بیٹھے ہیں  
 انھیں وہ بھی انداز میں کیا بنکے بیٹھے ہیں  
 عجیب بات ہو کیا کیا نے گھر بنکے بیٹھے ہیں  
 لگا کر خاک میں بھی اپنے شرم ان کی نہیں جاتی  
 ہمارے دوست کے پہلو میں جب بیٹھا ہو وہ بگر  
 نہ دھن ڈوئی ہو گئی ہے خود غنائی سے  
 بگاڑ گئے ہزاروں گربادوں کی داون سے  
 وہ یہ مال لیکر کیا مرے دشمن کو دے دیں گے  
 کیسے کو نے تاکو چوٹ آئی میرے ہی دل پر  
 آٹا بیاتے ہیں عاشق کے دلوں سے زہری سے  
 لگاؤ و شوق بھی پروہ درد ہے کچھ نہیں ٹھکرتا  
 تری دھن میں جو آیا آفتاب حشر بھی سر پہ  
 علاقہ میرے دشمن سے نہیں جانا نہیں جانا  
 یہ کہتے آئے غانے سے اُٹھ بھاگے وہ گھبرا کر  
 چھوہن مل میں کیا کیا نیاز دہاڑ کے جھگڑے  
 دکھاتے ہیں دم کی راہ ان کے مرد دم دیدہ  
 بگڑ کر جب وہاں تھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کو  
 بڑے ہی قدر وہ ان کاٹھے ہیں محراب و محبت کے  
 ترے درد تو ہے پر غم نہیں غبار و بازو نکلا  
 جھڑنا جان کا فخل ہے کائنات کو علائق کے

ہزاروں سرکشت شاق اک چوٹ کے بیٹھے ہیں  
 وہاں دشمن ہی سب اُٹھتی ہو جی بنکے بیٹھے ہیں  
 کہیں جہادوں کو فریادی کہیں سلوں کو بیٹھے ہیں  
 لگا رہی کیلئے وہ سامنے دھن کے بیٹھے ہیں  
 تو خیر کی طرح پہلو میں ہم دشمن کے بیٹھے ہیں  
 ابھرا ہے جو بن اور جب وہ تنکے بیٹھے ہیں  
 بنالیں گے بہت کچھ تاج پہر بنکے بیٹھے ہیں  
 مراد لیکے کیوں پہلو میں دشمن کی بیٹھے ہیں  
 نشانے ہی چاہا کہ تری چوٹ کی بیٹھے ہیں  
 غصے کے وہ اپنے ہمیں میں جو بنکے بیٹھے ہیں  
 کہ چلن کے ارادہ رکھنا اور چلن کو بیٹھے ہیں  
 تو ہم سمجھ کر سامن تری دھن کو بیٹھے ہیں  
 نہیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کی بیٹھے ہیں  
 یہاں سب ٹوٹنے والے مرد جو بنکے بیٹھے ہیں  
 کبھی ہم دھن کو کراٹھے کبھی دھن کو بیٹھے ہیں  
 حقیقت میں میں بہر ہمیں میں ہر کو بیٹھے ہیں  
 ہزاروں خیرات تھے ہیں جہان وہ بنکے بیٹھے ہیں  
 کہیں گاہک گریبان کو کہیں دھن کو بیٹھے ہیں  
 یہ چلن میں چل چنے کو تری گلشن کے بیٹھے ہیں  
 یہاں سب کھینچنے والے مرد دھن کے بیٹھے ہیں

کہیں ابھرے جسے سن جہنم پر مٹی چھینتی

کہ دروالی یہ دو غنچے لیے سوس کے بیٹھے ہیں

امیر آتی ہے بلکہ غم اس محفل میں کچھ نہ ہوتے  
اگر میں ناقص ہوں کمال بیان ہر فن کی بیٹھے ہیں

درد کی تاک میں جیسے شوقی کو بن شمع کو بیٹھو میں  
اُدھر ہو نکس اُدھر وہ دونوں ہائے غم بیٹھے ہیں  
یہ آہ چشم جیسے کمر لکھن میں بن کے بیٹھے ہیں  
وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر  
صداوت ہم سے کیجاتی ہے پرے میں جیسے  
اذیت سے نہیں خالی کوئی فصل اپنا وقت میں  
یہ کیا بیہودہ فرمایش ہے اس سوا دل ناوان  
اشارہ کر کے آئینے کی جانب کہتے ہیں مجھ سے  
جو میرا دل دکھانا ہے مرے پہلو میں بیٹھیں  
وہ کہتے ہیں اُدھر عاشق اُدھر عاشق کر چھاؤں  
پڑی ہے آنکھ تری بھی تو رونا جگوا یا ہے  
وہی انصاف سے کہہ دیں کہ بے کسی جگہ اچھی  
بھلا ہے پردہ کوئی جلوہ اس کا دیکھ سکتا ہے  
وہ آئینے میں پیاری شکل اپنی دیکھ کر بولے  
دل آغا زہ شہباز عمر کے بھولے مرنے کیونکر  
وہ رخ غامد گر جان رہے تو خطا سبز پھر کیسا  
لگے جیسا تا وہ انھیں کا دل دہتا ہے  
نحال ابکو جو غیرت ہو کا سے قاتل سے ارما

تو سوز غم سے دلہن ترس جوں کو بیٹھ میں  
غضب جوں پروردہ گردنوں کے بیٹھے ہیں  
وہ سب ہی ہوتے عالم غری جوں کے بیٹھے ہیں  
اُدھر وہ جگے بیٹھے ہیں اُدھر ہم تنگ بیٹھے ہیں  
اتھا کر بلکہ خود وہ ماسخ دشمن کے بیٹھے ہیں  
اسٹھے ہیں اُدھر بلکہ نقش صرحت بلکہ بیٹھے ہیں  
بھلا پردہ نقیض باہر کہیں حلیم کے بیٹھے ہیں  
وہ دیکھو دیکھنے والے مرے جوں کی بیٹھے ہیں  
اگ پر خچر کو کیوں پہلو میں دشمن کے بیٹھے ہیں  
وہ طرف کھینچنے والے سرحد امن کی بیٹھے ہیں  
تری محفل میں ہم تصویر صرحت جگے بیٹھے ہیں  
بغل میں لگی ہم پہلو میں وہ دشمن کو بیٹھے ہیں  
یہ کیا کم ہے کہ ہم نزدیک اس طین کی بیٹھے ہیں  
کہ یہ میں کون میرے گھر میں جوں کو بیٹھے ہیں  
جوانی کے وہ کئے نقش پچھن کے بیٹھے ہیں  
تراشا ہے کہ خضر افروش میں نہر نگر بیٹھے ہیں  
وہ رکھ کر ہاتھ پھر پرے دفن کے بیٹھے ہیں  
ترو کھٹے کی تربت پر بجا در بن کے بیٹھے ہیں

ہنہیں اسے اور دش یا آسمان پر جا بجا کرے — ہنگلے کچھ زری شمع رخ و رخس کے بیٹھے ہیں  
 یہ کیا بے وقت کی اسے حضرت دل کو پرستو جی  
 کر ملی منزل ہے ہر ہر بن کی جوت آؤ تو تیرے ہو  
 اٹھتے ہیں روئے کرک باپ جی ہنگلے بیٹھے ہیں  
 ہنگلے گندے ساز سنتر ہرنگے بیٹھے ہیں

امیر تاجی غزل ہے قانع کی بجائے مصرع ہے  
 ہجرت تخی میں منجر ہاتھ میں ہے تنگے بیٹھے ہیں

عفت وہ کس کی جان لیتے ہیں  
 آزا بزش میں حبان لیتے ہیں  
 ناتواقی سے ہم سینوں میں  
 فقرے فقرے میں دل چہرین چہرین  
 وصل میں کچھ نہیں نہیں ہی نہیں  
 پر ہوتے ہیں جو شباب کے بعد  
 طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر  
 سوز دل اس پر ہی سے کہنے کو  
 دختہ روز کی جرات آتی ہے  
 کس سے یکے ہیں ظلم پر چھو تو  
 سادہ مستون کے عفت میں نامی  
 لب لیگون و خط ہنر کے مست  
 ہر قدم پر برنگہ نقش قدم  
 وصل میں بھی جھجک نہیں جاتی  
 کیوں سدا بانہ جان ہوں شوق  
 میکشون کو عس و چستی میں

دے کے گنہ میں زبان لیتے ہیں  
 خوب آپا متحبان لیتے ہیں  
 چھات کر دھان پان لیتے ہیں  
 باتون باتون میں جان لیتے ہیں  
 مانتے ہیں تو ان لیتے ہیں  
 تیرے گرکسان لیتے ہیں  
 چنگیان مہربان لیتے ہیں  
 شمع سے ہم زبان لیتے ہیں  
 بیچے خوب چہان لیتے ہیں  
 کس کا نام آسمان لیتے ہیں  
 دختہ روز کو سان لیتے ہیں  
 اے میں ہنری بھی چہان لیتے ہیں  
 دم ترے ناتوان لیتے ہیں  
 پسہ کر گنہ وہ بان لیتے ہیں  
 سارے عالم کی جان لیتے ہیں  
 ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں



ہم سہ کے لئے منت میں آئیں  
فصحا کی زبان لیتے ہیں

وصل میں یوں وہ جان لیتے ہیں	منبط کا اتھان لیتے ہیں
دل تو لیتے ہیں جان بوجھ کے پھر	جنگے انجان مبان لیتے ہیں
دل بچے کس طرح مہینوں سے	ملکے سب چھین چھان لیتے ہیں
نہیں ساقی یہ قلعہ بنا	بچکیان مہمبان لیتے ہیں
میری ہر بات پر میں سوسو عند	غیر کی خوب مان لیتے ہیں
ہو کے برباد تیرے خانہ خراب	لا مکان میں مکان لیتے ہیں
ہائے کیا دلبری کی میں گھماتیں	دم دلا سے میں جان لیتے ہیں
یہ ملاوچ خاک اری سے	کرو دم آسمان لیتے ہیں
نقد دل دیکے مہر عشق سے ہم	کیا انگبلا جوان لیتے ہیں
چوڑے ہیں وہ سینے میں بیکان	دل ہی کر کے مبان لیتے ہیں
ہر گھوڑی پر چمڑے شہید وصل	ہسم یہ دھت کا پان لیتے ہیں
دہن زخم جو سستے ہیں دور تیغ	کیا اڑے بے زبان لیتے ہیں
پیر دین دل نہیں جوان کو پسند	کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں
جو کم کر خط درخ کو اس گل سے	آنے ہم بھول پان لیتے ہیں
مردم دیر پہلے گرد نظر	سات پردوں میں چھان لیتے ہیں
تب خرو ویکہ ببال کا تیری	دور سے میری جان لیتے ہیں

ہمک کر دل مرا کب کہ آئیں

ہم تو ایسا جوان لیتے ہیں

جاسے جاسے ہم آپ میں آئے بھی نہیں

خوش میں گر تلخ زلف نگھاتے بھی نہیں

بُت بنے بیٹھے ہیں کچھ بات بتاتے بھی نہیں — اور یہ غصہ کہ میں روٹھا تو مانتے بھی نہیں  
 کچھ وفا کچھ ہے حیا جان ہے کس شکل میں — دل جو جاتے بھی نہیں آنکھوں میں آنی بھی نہیں  
 بیجان کر کے مجھے سر پہ کڑے ہیں چپکے — ہاتھ اٹھاتے بھی نہیں ہاتھ لگاتے بھی نہیں  
 روٹھا روز کا شہر ہے تو یہ سُن رکھیے — روز کے روٹھنے والے کو مانتے بھی نہیں  
 آگے آئینے کے بیٹھے ہیں بھٹکائے آنکھیں — چوٹ کھاتے تھکی چوٹ لگاتے بھی نہیں  
 اپنے پہلو میں بٹھائے ہیں عاشق کو گر — بیٹھ جائے تو مردت ہو اٹھاتے بھی نہیں  
 اُن نگاہوں سے جوانی میں حیا کہتی ہے — جاؤ اب پردے میں ہم نکو بٹھاتے بھی نہیں  
 نگلے ہی پڑتے ہیں محرم سے اچھلے دیکھو — شرم کی بات جو تم ان کو رہاتے بھی نہیں  
 جی دھڑکتا ہے کجوری نہ ہو دل کی ثابت — سنے سے انکار بھی ہے آنکھ بٹھاتے بھی نہیں  
 ہر سبب حشر میں چوٹے تو دوجہ سے ہلے — تم کڑے دیکھتے ہو اور بتاتے بھی نہیں  
 بیچ میں جو درباری سیلی دشیرین کیسی — ایسے دیوانگو تو وہ دھیان میں لاتے بھی نہیں  
 جس ہی دین دیکھو کے رونا نہ کریں ہمدردی — بھکورو نہ تو یہی ہے کہ رلاتے بھی نہیں  
 آگے تبت پامری کہتے ہیں لوانٹہ بیٹھو — ابودت ہوئی ہم حکو ستاتے بھی نہیں  
 پیر دول جو نہیں دیتے ہو پوسہ یہ کب — بال پر لوت بھی ہو دم لگاتے بھی نہیں  
 آواز کہتا ہے کہ جان اسکی جو تم جی نہ اُٹھے — مارے اس ڈر کے خباثت ہو دلتے بھی نہیں  
 زانوہ حق تو یہ ہے تم جو بڑے بے توفیق — اپنے مہان کو دو گھوٹ پلا تے بھی نہیں  
 جب سے عاشق کے ہوتے چول ہٹا کیسا — کپڑے دھو اس سے جو لوٹیں بٹھاتے بھی نہیں

لعل مرنے کا دکھائیں گے فرق بین اکیر  
 نہیں آتے وہ قوم جاں سے جلتے بھی نہیں

لے خوشا غم ہوئی انجمن جو سرمد دل میں — بڑھتے بڑھتے دی آخر ہوئی گیر دل میں  
 آنکھیں تیری میں نظر دل میں مری تو دل میں — سیر ہے آنکھوں میں پرایں میں پریر دل میں

دانا ب ڈالے گا خیال تیرا برو دل میں  
 خفٹا یسا ہے کہ آیا مجھے غش جب آیا  
 گرمیاں کر کے ڈلاتے ہو مجھے یاد رہے  
 جوڑ پورا دل صد چاک کا ہوا چھاپے  
 بہرین ہوش نہیں مسرت نہیں تاب نہیں  
 کرتی ہے آنکھ تری دایہ محبت پیدا  
 طرہ سانچا ہے علم و دہو محبت جس سے  
 ہو گئے مست سب انٹھی چڑیوں سے نقاب  
 ہے نگہ تیرا داتیسیر جاتیسیر قضا  
 تا کو ناظر ہے آواز تری چھا گل کی  
 کرتے ہیں اپنے تصور کے مکان کی زینت  
 دل سے جلتی ہوئی آنکھوں نے جو اٹھکا پانی  
 کھینچ کر سرے کا و نالہ دکھائی مجھے آنکھ  
 نازا ناز آواز غمزدہ کہ شہرہ شونہ  
 کہتے ہیں تیرا مکان و دوزخ میں میری مگر پاس  
 اب خدا حافظ دنا سر سے ارا لانا کا  
 پرگئی جان جہا یا تری انسان کا خیال  
 تا کو نا زواوا کا ترے اندر سے ادب  
 کوئی چیز ہے سوغی کو عاشق سے عزیز

جہاں لائے ہیں بچانے کو وہ گیسو دل میں  
 کوئی پہلو کے بدلے کا بھی پہلو دل میں  
 چھاپے ڈالینگے یہ جلتے ہوئے آنسو دل میں  
 ساتھ شائے کو بھی لے آئیں وہ گیسو دل میں  
 اٹھ بھی اوروں کو لے آئیں ہے پڑا تو دل میں  
 گل نکھاتی ہے تری رنگس جاو دل میں  
 ڈھلتے ہیں آٹھ پیر موتی سے آنسو دل میں  
 رنگس پہل کا آنکھوں میں گیا دل میں  
 دل ہے پہلو میں مرے تیرے پہلو دل میں  
 لے پر ہی جگئے پکان ترو گنگر دل میں  
 دو دو تینے لیے آئے ہیں ڈانڈ دل میں  
 ضبط انفت نے کہا قید ہیں آنسو دل میں  
 پر گئی کو کب و دار کی جھاڑو دل میں  
 لیکے آیا ہے پر بچانہ پر برو دل میں  
 جھوٹی باتیں میں شکرگان ہونہ ابرو دل میں  
 بچا نیان لیتے ہوئے آؤ ہیں گیسو دل میں  
 سارے آہوں کو شہر جگئے جگنو دل میں  
 حشر حق جتنی ہیں جتنی ہیں دوزخ دل میں  
 مرزہ دل میں ہے گل دل میں جہا دل میں

آنکھ اس آنکھ سے دیکھو نہ مقابل ہو اسیر  
 ہسی کمر کی سے اتر آئے ہے جاو دل میں

حرف آتا ہے پہنچے کا یہ پہلو دل میں  
 جھوٹے موتی جو جھکتا ہے انہیں تو دل میں  
 غمزہ اس شوخ سے کہتا ہے انا سے اسکی  
 کچھ مضبوط محبت کا کہ ہر روز نہ فاسخ  
 شوخی اس شوخ کی آنکھوں کے تصور میں بھی ہے  
 دیوڑھی سے شاہ نشین تک جو ہر یک چو لوہی  
 سلسلہ دیکھنے اشکوں کا یہ سان آبرو  
 خالی مشوق سے عشاق کہیں رہتے ہیں  
 سر دگڑا دے فروس سے طوبی اکھرے  
 عقل اشکاتہ کے دم دوزخ تو سخالے انکو

ہو چکا حسرت و ادا کا تو خون اسے نکال  
 گل لے پاس کر ہے دل میں ادا کا جھوم

تیرا ساتھ میں چری بن کے وہ ہر دو دل میں  
 اور اس غم سے گلے ہلتے ہیں آنسو دل میں  
 چکیاں لون میں کھینچے میں تو دل میں  
 آنکھوں میں پٹ جاتی ہیں آنسو دل میں  
 جاتے ہیں بکریاں آکے یہ آنسو دل میں  
 آنکھوں میں دو گل رخساروں کو خوبرو دل میں  
 خوب آتی ہے نظر سیر لب جو دل میں  
 دھیان تیرا ہے جیسے یار نہیں تو دل میں  
 ہر جا ہی ہے وہ تواسف و مجرور دل میں  
 اب تو اناسی نہیں صنعت کو قابو دل میں

کپڑا بکھینچے میں چرایا ہے ابرو دل میں  
 اب جگہ خالی نہیں ہے کہ رہے تو دل میں

ایک ایک ان میں خرابہ تھا جہنم کا کایہ  
 آج لگ جاتی جو رہ جاتے یہ آنسو دل میں

بلے راتیں ہی قیاس ہیں فقط دل ہی نہیں  
 پونے چلنے کی اٹن بھی نہیں بن ہی نہیں  
 مجرم عشق ہوں میرا کوئی ضامن ہی نہیں  
 تم تو کہتے تھے کہ آنا مرا ممکن ہی نہیں  
 سہل ساگر میں تباہوں تجھ تو گن ہی نہیں  
 سر سے سستی سے سوہنے لکے بکریاں ہی نہیں  
 بات وہ کیسے ہو ممکن ہو یہ ممکن ہی نہیں

لوہ رستہ زلف نہ تر پائین یہ ممکن ہی نہیں  
 رنگ پیری میں جوانی کے ہر گن ہی نہیں  
 دیکھیے ٹکڑے من سے کیونکر ہو خجاست  
 جذبہ دل ان سے یہ کہتا ہے کہ اب کیوں آئے  
 دن تو سچے گناہ لکھا ہوا بوسوں کا حساب  
 ساوگی میں مرے محبوب کی سے وہ کہنا  
 آج سے مطلب کی کہی بات تو ہنس کر بولے

دہانہائی میں چٹا اُس کا میں کس سے چھوٹوں  
 میرے آغوش میں آنی کو جو وہاں آئے ہیں  
 ہا کر کش دیکھ نہ دیکھا تو وہ کانسر بولا  
 جب کہا میں نے کوئی ہم ہے واجب ہو لے  
 اُسے صدمہ ہوس میں کیا قید کہ ٹھہرے کس دن  
 وہ جفا کو ابھی جا نہیں نہ دلف کو سمجھیں  
 تجھے نائل ہے کچھ بھی مجھ سے اہل مذمتی ہے  
 غیر کے پاس سے اٹھ کر جو میں اُن سے لپٹا  
 اُن سے ہے دل کی درخواست جو چاہیں کہیں  
 صنعت کا تہ قدرت میں رخ و خط دو زبان

سب میں پر دہی جان کا کوئی ساکن ہی نہیں  
 ناز کی کہتی ہے بیٹھو بھی نہ ممکن ہی نہیں  
 اچھی سمجھ ہے جان کوئی مؤذن ہی نہیں  
 آپ واجب کہیں با فرض نہ ممکن ہی نہیں  
 سب دن اندھ کے ہیں کوئی براہ نہ ہی نہیں  
 بارہویں سال کا آغاز ہے کچھ سن ہی نہیں  
 کس کا احسان تھا اُن کوئی محسن ہی نہیں  
 بوسے برائیں ہی بنی انگ کی میں ہی نہیں  
 غمزدہ کیوں چچ میں بول تھا جو سخن ہی نہیں  
 دہی اس میں کا خراج ہی ہے بات ہی نہیں

بے جگر خام ہوئی ہے جنگل میں امیر  
 بے کیا بیچوں گے منتر پہ کہ پند بنی میں

### روایت واو

گفت میں برا برسے دغا ہو کہ جفا ہو  
 ہم تم ہوں شبید و صل اکیلے تو مزا ہو  
 آئے جو مری لاش پہ وہ طرز سے بولے  
 جو اُن سے ادا ہوتی ہے کتاب ہے مراد لے  
 بہانہ میں آج ہے سیرا گل نازک  
 گمراہ کے وہ بولے جو شہرِ قیامت  
 آئے جو دم نزع کہا نیلے سد آمد  
 کیا شوق خامر تہ سے قیامت میں میں پہنچا

ہر بات میں لڑ ہے اگر دل میں مزا ہو  
 ہم سے ہوا وہ دور حیات سے جدا ہو  
 اب میں ہوں خاتم سے کہ تم مجھ سے خواہو  
 اس پر دے میں اندھ کرے سیری قضا ہو  
 کہدو کہ دہے پاؤں روان باد صبا ہو  
 دیکھو مے عاشق کا بسنا زہ نہ تھا ہو  
 پر یون کو تو چاہا بیت اب حمد نکو چاہو  
 کہتا ہوا اب وعدہ دیدار دہا ہو

بھجلا کے سزا دیں وہ مجھے ہاتھ سے اپنے  
ہر رنگ میں ہے پاریا رنگ تیار  
دشت کو مری ساتھ مرے دفن نہ کرنا  
تو صورت دریا ہے جاباب لہ زبان میں  
بہنس پیشے چھری پیر گھرے پیرے تامل  
نیزنگی میں اُن کی یکہتی ہے شب وصل  
میں اس دل پر داغ پڑے الفت مرگان  
اس دہم سے گندھوا نے میں چوٹی کو وہ جھپکے  
اُڑ جاتے ہیں بھل سے جوہر جاتی ہو گل شمع  
کیا ربط ہے سینے سے کچھ تیر تو پیکان  
لایا سرفہ بدر کا آئینہ منسل میں

ایسی کوئی لے دل جو خطا ہو تو مزا ہو  
یہ پردہ جو شوخی ہو تو در پردہ حیا ہو  
گھر خانہ خرابی کا مرے گھر سے جدا ہو  
تیرا ہے قری راہ میں سرخس کا مندا ہو  
آخر کی ٹپ ہے یہ کچھ اس میں تو مزا ہو  
چون میں شرارت ہو تو آنکھوں میں حیا ہو  
کانٹوں میں نہ کیجھ آنسو جو چوہوں میں تلا ہو  
مشاطہ کلاہر وہ نہ عاشق نے بھرا ہو  
ڈرتے ہیں کہ مجھ سے نہ ملی با و صب ہو  
ناوک سے جہا ہو مرے دل سے جہا ہو  
اتنا بھی نہ اپنا کوئی مشتاق تھا ہو

کیا باختر میں درکار امیر اکوڑی مندی

چوہوں میں گئی عارض تو وہی رنگ خاہو

بولے وہ آئے جو ناصح مرے سمجھانے کو  
گھر سے ہم نکلے تھے مسجد کی طرف جانیکو  
تو نے مجھت کبھی پلی ہی نہیں کیا مجھے قدر  
نہ لیں اتنی نہ بڑا ہے دوست زاد و محبت  
یہ زبان جیتی ہے ناصح کہ چھری چلنی ہے  
بٹ گئی عارض دشمن سے تباری جو نقاب  
خیم دولت ہے جہاں آپ ہی آتی ہیں لوگ  
چشم ساقی کی ادا نے مجھ سے نوش کیا

کون ہو تم نہ ستاؤ مرے دیوانے کو  
زندہ بیکہ کے جہنم بیگئے بیخانے کو  
محبوب دیکھ مری آنکھ سے پیا نے کو  
بیر زبان چاہیے ہلکی حرے دیوانے کو  
تو مجھ کو نے مجھے آیا ہے کہ بھانے کو  
رات بھر شمع سے نظرت ادھی پر دانے کو  
چرم میں کون طلب کرتا ہے پردانے کو  
دھت رزاکے لگا لیگئی بیخانے کو

مے کہاں فرقت ساقی میں میسر جم کو  
گور میں آئے نکیر بن تو میں یہ سمجھ  
شور ہوئی ہے بیان بڑھ کو دان سے زاہر  
آج کچھ اور بھی پی لون کہ سنا ہے میں نے  
باغبان ہاتھ لگاتا نہیں بچوں کو ترے  
وہ کہاں دن کر دکھاتا دور سا خسر  
رات دن خال و خط و زلف کا رہا تو خیال

رکھ کے ہم سینے پر سو رہتے ہیں جانے کو  
ناصح؟ پینے بیان بھی مرا سر کھالے کو  
اپنی مسجد سے دوائے مرے مینا نے کو  
آئے ہیں حضرت داغ مرے جھانے کو  
انکل ہوں کبھی دل کے میں بہلا نے کو  
آنکھ میرا آتی ہے اب دیکھ کے پانے کو  
گھر سے ہستی میں بلا میں ترے دیوانے کو

جا بجا گل نہیں چھلے کے دن پر یہ امیر  
کیا رہاں بچوں کی میں جی مرا بہلانے کو

بولے وہ میں نے کہا جی کے جو بہلانے کو  
ساقیا دختر کا تو بڑا رخصت ہے  
سو سے مہر گان یہ نہیں گرد تری آنکھوں کے  
چمیز ہر بات میں اچھی نہیں یہ اسے ناصح  
دل میں ترا جو تصور ہے تو اسے رشک ہے سی  
بے ادب جا کے جو پشیا تو منرا بھی پائی  
سے بلانے کو جو ہوتی ہے قہر کی طلب  
آگے ترے میں تم راہ سفر کی کھوٹی  
جنوب واروں کو کراے ساقی دو مان سید جا  
نواں آفت میں وہ ہے کون سی نیت خیرین  
سیری آتش قدی سے نہیں واقف خداو  
بیلیان جان پر توہ کی گرانے کے لیے

لے لگائے نہیں دشمن مرے دیوانے کو  
بے دمنو میں کبھی جھوٹا نہیں بیانے کو  
غزل پیوں کے میں ٹھیرے ہوئی بھانے کو  
چکیان لیے کہ ایک ہے کہ سمجھانے کو  
دیکھنے آئی میں پران ترے دیوانے کو  
آگ میں بونک دیا خیم نے پر دانے کو  
ازر تر مٹا دیا غایت ہو مجھے کھالے کو  
رکھ رہے تم گئے تیار تھے ہم جانے کو  
کہا کروں بیکے میں آئے ہوئے پانے کو  
خوب دل پہنے کو ہے لخت جگر کھالے کو  
نہوں ڈالے گی یہ زنجیر کے ہر دانے کو  
بدایاں گھر سے ہوئے ہیں مری مینا نے کو

اب خدا چاہے تو مقتل میں انھیں خوب مرے  
 برقِ اُمید نہ ہوئی ہے مرے تڑپانے کو  
 دامنِ قہر جسے گھجے ہو سہا ب رحمت  
 لے لڑی ہے یہ صبا و شبنم میخانے کو

یار کو محفلِ خوابان سے اڑا لے امیر  
 پہلے ٹوٹ کے ہم آج پریمخانے کو

مردے میں مریخِ دل کو ہارے رہا کرو  
 عصمت یہ اُن سے کہتی ہے لبِ تم چسپا کرو  
 چلتے ہو ساتھ میرے جہاز کے کہ ہے یہ خون  
 شوقی یہ ہے کہ دیکھ دو عاشق کو گالیاں  
 و ہم تو آگے جانے میں صحرے عشق میں  
 بسببِ پوچھا ہوں میں کوئی تیرا وصل کی  
 پر دے میں تم ہو اُس پر عالم سے حسن کا  
 ہم مانگتے ہیں ہوس تو جھنجھلا کے ہر زبان  
 کیلہ دھتے ہو عکس سے آئینہ دیکھ کر  
 جب پوچھا ہوں اُن سے وہا درو عشق کی  
 خُشک ہے کس سے حضرتِ دل ہیں تو کرمِ دلا  
 کہتے ہیں جرم میں تو تہا را یہ رنگ ہے

تم بادشاہِ مہسن ہو اسکو ہمارا کرو  
 نامِ خدا جو ان ہو سے ہو حیا کرو  
 جیسا ہونکہ یہ قیامتِ بسبب کرو  
 کہتے ہیں شاہِ جہی مرے حق میں دعا کرو  
 یادِ قہر اپنے پائوں سے کانٹے چٹا کرو  
 کہتے ہیں مجھ کو اپنے خدا سے دعا کرو  
 پردے سے باہر آؤ تو کیا جانے کیا کرو  
 جہاں ہے اپنے منہ سے جو چاہو بکا کرو  
 اپنی طرف خیال تم اسے ملتے کرو  
 کہتے ہیں پہلے ہوش کی اپنے دوا کرو  
 پہلے تم اپنے درد سے دل آسٹا کرو  
 تنہا جو جھکو پاؤ تو کیا جانے کیا کرو

کیا قدر ہے فسادِ اُفت کی دانِ کیر  
 کہتے ہیں ہم سنیں دستِ نین تم کب کرو

اسے تیغِ یار کے گلے سے جدا کرو  
 کہ کیا غلامِ نانہ ہے جو قفسِ را نہ  
 حسن و وفا کا ساتھ تو اسے دل ہوا نہ  
 اب نہ تھے کا وقتِ شبنم سے خفا نہ  
 وہ فتنہ کیا ہے جس سے قیامتِ پانا نہ  
 معشوق نامِ اسکا ہے جس میں وفا نہ



میری لنگہ و یاں کی اک چٹ کھا تو لے — بیدر ہر مین و مکیون کہ درد آستانہ  
 چٹکا چمن میں غنچہ تو بولا بھچک بکے یار — تو نا کہیں مرا یہ بندہ قبا نہ  
 سوئی بڑے ہن غش میں تر پتی ہے برقی طور — پردہ تھارے رخ سے کہیں سٹ گیا نہ  
 رشتے میں او پچے غم تو خوش ہو کے تو بھی ہنس — یہ تو ہنسی کی بات سے غلام خف نہ  
 اے صفت اس قدر تو غملا میرے جسم کو — آئینے میں بھی خلل مری مر و نہ نہ  
 ہر دار میں تنگ کی بھی چٹکی چلی ہی جائے — کس کام کی تر پ ہے وہ جس میں مزا نہ

صفت سے دیکھتا ہوں جوان کی طرت امیر  
 کہتے ہیں دیکھو دیکھو کوئی دیکھتا نہ

حکم و زبان کا ہے عشاق سے سر کو سر کو — با سے جائیں یہ کہاں چوڑے تیرے درد کو  
 بھگونی دم رخت نہ کرو گرم نہ — تھنڈے تھنڈے مری جان چاہے عار و گم کو  
 بندین آکے ہٹائے مصائب ان کا — مراد سے وہ مین جا کر کوئی اسکند کو  
 تھا وہ پیدسا جو گیا غلام دل نے چو چھا — پہلے حسینم کو پی حب آؤں کہ مین کو غم کو  
 مسکت تھروں مین بن بنکے جو بت بھیجے مین — کیا بلا ویر بنایا ہے خدا کے گھر کو  
 کون میزا ہے ذی رتبہ جان مین بھسا — تاک دیتا ہے کینہی مین بھگے خسر کو  
 تا خدا ہے جو خدا پار ہے بیسٹا تیرا — پھینکے سے تو نہ کے کشتی سے اک لنگر کو  
 محتب نے تو کیا دونوں کا خون لے ساقی — رو مین میزار حے شیشے کو یا ساغر کو  
 ملے مینا مین شب وصل کو جھبھلا کے کہا — دم گھٹا جاتا ہے گری سے ذرا تو سر کو  
 پھیر کر گردن بس چہ چوڑک جاتے ہیں — فوج کرنے کا شکلاتے مین چن خنجر کو  
 میری اڑا کا ہے کب داندی دشت خوانان — پاؤں سے کہتی ہیں کا نون کی زبانیں سر کو  
 میرا ہنک کا اچھا نہیں مجھ سے قاتل — پھیرے اس سے تو گدھن چہ سری خنجر کو

اس قدر ہے لوب پیر معان مجھ کو امیر

بے دشمنانہ لگاتا نہیں میں ساغر کو

لگ گئی آگ دھندلے میں ہمارے گھر کو  
 پھونکے پھونکے سے اوی برقی ہمارے گھر کو  
 راہ جاتی ہے ادھر ہو کے ہمارے گھر کو  
 پوچھتا تم سے ہے رستے میں تہا سے گھر کو  
 لے ثواب اٹھکے جو بیخاڑے ہمارے گھر کو  
 خوش ہوں میں آگ لگا دو کوئی سانسے گھر کو  
 بگھرا کر کے تو میں آپ سدا رہے گھر کو  
 چھوڑ کر خانہ خرابی کے سہارے گھر کو  
 رو دیے دیکھ کے دیر کے کنارے گھر کو  
 چھوڑ غربت کو پٹ چل رہے پیاسے گھر کو  
 ہم سے پوچھا کرے کوئی ہمارے گھر کو  
 بادِ مضر مضر لیے جہتی ہے ہمارے گھر کو  
 کیا ہوئی ہم سے محبت تھی جو سدا رہے گھر کو  
 تھک رکھا ہے بلاؤں نے ہمارے گھر کو  
 ہم تو گھرا پنا سمجھتے تھے تہا رہے گھر کو

آج وہ چھاؤں میں تاروں کی سدا رہے گھر کو  
 ہائے برسات کی رت میں وہ سدا رہے گھر کو  
 کو سے قاتل کو چلیں ہم تو عدم کو پہنچیں  
 دیکھو کیا ڈھیٹ ہوا ہے یہ دل خانہ خراب  
 راہ میخانے کی ہسم بھول گئے ہیں زاہد  
 دل جو پھٹک جائے تو ٹھنڈا ہو کلیجا میرا  
 دیکھو اب خانہ خرابی مجھے یہ بجائے کہاں  
 گھر سے ہم واہی دھشت کی طرف چل نکلتے  
 ڈوبنا دل کا جو غلوں میں ہمیں یاد آیا  
 کہتی ہے یاد وطن مجھ سے نہ وہ ثواب من جا  
 میں نے پوچھا جو پتا گھر کا گزرتا ہو  
 خانہ بردوش میں ایسے کہ گہرے کی طرح  
 دم نکلتے ہی ہوئی لاش جو ایسی وہ جس  
 جب اتاری ہیں خاک سے توہین آتی زمین  
 کیا خبر تھی کہ گراں ہو گا ہمارا آنا

خیر دل کی نہیں افشان کے تصور میں امیر

ایک دن چھونک ہی دینگے پشوارے گھر کو

زاہد دیکھ سے میں چل میٹھو  
 میری باری ہے اب سبھل میٹھو  
 فصل گل ہے جن میں چل میٹھو

سجدوں میں نہ بے محل میٹھو  
 یاد پرستیا ہوں میں غنڈل میٹھو  
 گھر میں مستونہ آج کل میٹھو

دیکھو نکلی مشہید ناز کی لاش	تم بھی گھر سے ذرا نکل بیٹھو
کبر رہی ہے یہ سوزن ساعف	چلنے والوں کا ایک بل بیٹھو
جب میں اٹھا ہوں کہے قاتل سے	روک کر کہتی ہے اجمل بیٹھو
شوق دیدار کا تقاضا ہے	حشر میں سب سے پہلے چل بیٹھو
درد کہتا ہے مجھ سے رو رو کر	دیکھو اٹھا ہوں میں سنبھل بیٹھو
دو جو اٹھتے ہیں فتنے کھڑے	بے تحاشی سے چہ چل بیٹھو
بزم نام کسی کی سنی ہے	دوست دم پر تو گھر سے چل بیٹھو
دیکھو دیکھو وہ آئندہ آیا	چوتہ رز جائے گی سنبھل بیٹھو
یاد اجابہ رفتہ کہتی ہے	کسی ٹکے میں اب تو چل بیٹھو
دو زبان باتوں سے تمام لود لگو	آؤ کرتا ہوں میں سنبھل بیٹھو
بیٹھو راون کی دیکھنا ہو جو شیر	کبھی چلنے سے تم نکل بیٹھو
کشتہ ناز کے میں بھول کر جان	جی میں آئے تو تم بھی چل بیٹھو

ہو جو مسجد میں دل گرفتہ امیر  
کسی بھٹی پر کیوں نہ چل بیٹھو

راز تو مسجد کا جو غلام ہو	ایک منظور اور ناظر ہو
کوہ رحلت سے آتی ہے آواز	کو خیر داراے مسافر ہو
شب فرقہ دراز ہے دیکھیں	عمر آخر ہو یا یہ آخر ہو
سخت منزل ہے استخان کی جگہ	شہر سے ایو پت سا جو صابر ہو
کیا مزہ ہو جو رنج سے پہلے	پاسے قاتل پر لوٹا سر ہو
بہنی دابستکی جان سے ہے کیا	شہر بچکانہ تم سانس نہ ہو

اول عشق میں چال امیر

تم تو آغوش از ہی میں آغوش ہو

خداؤ تم تو سزا جہنم بکمال ہو  
 ہے ایک عمر سے بہان اسے لال ہو  
 نکل چلی ہے بہت تلخ ناز و کھارے لیر  
 یہ غیرت ہے بہت کر میں جو ہون جلیہ  
 جو اوچھے غم میں جھٹکتے ہیں میں یہ نہ ہوں  
 یہ چاہتا ہے تھک کر وہ دونوں ہوں تصویر  
 حرم خرام یہ کیسی ہے پاؤں کی جھاگل  
 خوشی کی دل میں تھما بھی کر نہیں سکتا  
 گرد بناؤ سنو اور تم اپنے گیسو کو  
 عروس مرگ سے بھی میں پٹ نہیں سکتا  
 جتنی جوتل یہ چہرے کی مدھنی پھیلی  
 ترسے رہیں محبت کو کوئی کیا جانے  
 یہ کہو رہتا ہے نہا رہو جی میں بھی خوش  
 بہت ہے کہیں ناؤ میں لوگ شادی کرگے

شیر نسل جو گل کا چہرہ لال ہو  
 شبنم فراق میں ذکر شبہ صال ہو  
 کوئی غریب کہیں بے چہری حال ہو  
 وہ دیکھنے کو نہ آئین جو غیر حال ہو  
 ہنسی منی میں کسیکو کہیں حال ہو  
 اور حجاب ہو کچھ اور صر سوال ہو  
 وہ سرفراز نہیں ہے جو پائیال ہو  
 خیال ہے تیرے غم کو کہیں لال ہو  
 پر اس قدر کہ پریشان کی حال ہو  
 خیال ہے کہ انہیں اور کچھ خیال ہو  
 میں دہگیا کہیں صبح شبہ صال ہو  
 وہی بتائے گا یہ حال میں حال ہو  
 کہ وہ سنوں کو تبار کہیں حال ہو  
 شبہ صال ہے چاکا کہیں صال ہو

انور خط رخ یار سے ہے غوث امیر

کہ غنیمت کو بھی کہیں دے دگی وہ مال ہو

دہی ڈالتے ہیں گیسوؤں واسے دل کو  
 کیسے گفت میں پڑے جان کے لاؤ دل کو  
 ہوں میں بیکس کوئی ہوسم ہے نہ منظور مرا  
 تاک کر رہی سینے پہ لگائے ظالم

پہنچ پہنچ ہیں اللہ بچائے دل کو  
 اس نصیحت سے اب اور نکالے دل کو  
 وہی آنکھ بٹھائے تو سب بٹھائے دل کو  
 یوں ہی بٹھکے مری مسرت کر نکالے دل کو

اُس سے کہتی ہے خبیہ وصل بچہ صرت میری  
 ناوک ناز پر ایسا ہے جس سر پہ تنک  
 تم تو وہ ہو کہ تم بھی پسند گیسو بھی نہ دو  
 ٹٹ کر آجے ناسور جو سے جاتے ہیں  
 اُنکے گیسو تو ہلا ہو کے پڑے ہیں پیچھے  
 کوئی پامال ہی کرنے کو نہیں دیتا ہے  
 تیری غفلت کی آواز سے چچ اٹھتا ہے  
 دل کیا تدر جو میں نے تو کب ٹھکرا کر  
 سنبھلے دختر زرت سے ہین لگا وٹ میں سو  
 تم جو پوچھو تو کرے کون تنہا سے اہل  
 ہو گیا سر و تڑپ کر تو وہ بولے جے جے  
 اسکو ذخیرہ میں جکر مے گی گلے کی زنجیر  
 اپنے مطلب کا اٹھو یا آپرین کیا گیا تین  
 چکر چکا خوب محبت کے مزے دل سے کر  
 سخت نادان ہے کہ تنہا ہے وہ پاؤں کو تلے  
 دو دم رقص جو صرید لگا میں شوکر

تھ سے نہ تنہا ہے مری جان تنہا لے دل کو  
 منت بھی لے تو کر دن اُنکے حوالے دل کو  
 کس توقع پر کوئی چچ میں ڈالے دل کو  
 ہاے چھلنی کئے دیتے ہیں یہ چلے دل کو  
 بے فو سے آج نہ چھوڑ گئے کیا لے دل کو  
 تنک وہ بھر ہے کہ دن کس کے جا لے دل کو  
 تیرے گنکر وہی تو سکھاتا ہیں تالے دل کو  
 جان اپنی جسے وہ بھر جو وہ پا لے دل کو  
 تنکے رہتے ہیں یہ سیکے ہا لے دل کو  
 جان بھی دین نہ تھا کو جو ادا لے دل کو  
 کیا ہوا آج مرے چاہنے والے دل کو  
 طرہ بہنا میں وہ کان کو ہا لے دل کو  
 تاز سے اُنکے ہیں ناز و تنکے پا لے دل کو  
 لاؤ ہاؤں میں کرو میرے حوالے دل کو  
 کچھ بھی سمجھے تو کلیجے سے لگا لے دل کو  
 پھر کہاں تک کوئی سیٹھیں سمجھا لے دل کو

کہتے ہیں مشوق سے آئین مری غفلت میں میر  
 ساتھ لائین نہ کر روٹنے والے دل کو

کیا وہ مشوق جس میں خان ہو  
 یہ زمیں اور یہ آسمان ہو  
 کہیں وہ شوخ بہ گمان ہو

میں کس کام کا جو آن ہو  
 اے جنوں بھل اب دان کہ جان ہو  
 اسکی تصویر دیکھ سوتا ہوں

<p>نام باقی رہے نشان نہو          غم نہیں ہے جو چہاں نہو          تو ہمارا خدا کی نشان نہو          جس میں جوہن جوآن بان نہو          اُسے سوڈرے جسمین جان نہو          میسر دشی کی یہ دکاں نہو          کہتے ہیں دیکھو زمین جان نہو          یاؤں کے نیچا آسمان نہو</p>	<p>یوں مثا الفتر غذا میں خودی          ہم زمین تم رہو وصال رہے          ہو زمین ہم تو اسے غم ترے          وہ بھی معشوق ہے کوئی معشوق          زلف مجھ تار کو دکھائی واہ          مست عالم کو کرتی ہے وہ آنکھ          وہ اٹھاتے نہیں مرام کو وہ          مستیوں کا عروج کیا جب تک</p>
--	---

میں جو آیا گیا یہ اس نے اسی  
 دیکھا یہ وہی جو ان نہو

<p>تو جلا لیا جس رسیدن کو          کیا خوشی ہے ترے شہیدوں کو          حشر میں کیوں یہ مرے شہیدوں کو          بہت بناوے خدا رسیدن کو          کیا مرے میں تم کشیدوں کو          پھاڑ کر پھینک دے رسیدوں کو          خوبیاں گیس شہیدوں کو          گھر جنم ہے زن مریدوں کو          ہو مبارک ترے شہیدوں کو          یا اس ہے آس ناسیدوں کو          کوئی دیکھے تو ان مریدوں کو</p>	<p>منہ دکھا دو جو ہر دم مریدوں کو          پہلے زمین ترے جن میں عیدہ نکو          کہتے ہیں رنگ سے کہ بھی نہیں          تو وہ بُھ ہے جو کہے جا سکے          صبر جفا کو ادا سمجھتے ہیں          نام پر لا مرے خطوں کا جواب          اس ادا سے کیا شہید اس نے          دیکھ لے حال شمع و پروانہ          سیر فردوس و سایہ طوبی          اور تو آسرا نہیں کوئی          آئندہ خانے میں وہ کہتے ہیں</p>
--	--

پیش قدم بد و دراب تو جوہرین بھی جستہ بہت زمین بہان لا جنت میں	نگو درتی ہن جسے شہیدوں کو سب طین گے خدا رسیدوں کو
<p>انفل خاطر دیکھا کھلے گھا امیر</p> <p>آزما تے ہن ہم کلیدوں کو</p>	
قتل کرتے ہو دکھا کر جو ادا نہیں جسکو دیکھے اُن زلفوں کو دل جان مصیبت میں پڑی ملکوں سے عفو کو یارب کر کے مطلق صاف ہائے وہ لوگ جو رکھتے تھے دام آنکھوں میں دلو بند بچا تا ہے جس شب ترے گیسو کا ٹھہرا	پہلے لے لیے دو جی ہر کے بلا میں جسکو پہنچی جاتی ہن زمانے کی بلا میں جسکو مرگ کے بعد بھی گھیرے ہن خطائیں جسکو اب بعد میں بھی جو حوڈ میں تو نپائیں جسکو نظر آتی ہن بلا میں ہی بلا نہیں جسکو
<p>عیش میٹھا ہے مرگو چہ جان میں امیر</p> <p>کیا نگہ بانوں کی طاقت کو اختیار میں جسکو</p>	
غیر سے آنکھیں چار کرتے ہو عکس آئینہ سے وہ کہتے ہیں ہے جو نرفت اسید واروں سے دکھے دو ٹکڑے اک نگہ میں کیے بنکے انجان مجھ سے کہتے ہیں اک مال جو ہم کر میں تو ابھی روز آنے کو جب کہا ہوئے تم جو خنجر ہے میں ہوں قتل کرد میں نے تعریف من کی تو کب	جاؤ بھی گسکو پیار کرتے ہو تم بھی کیا مجھکو پسید کرتے ہو کیون پسدا سید وار کرتے ہو ادھر پسدا آنکھ چار کرتے ہو پس کو کسکو پسید کرتے ہو خشتیں تم مزار کرتے ہو اک تحصین مجھکو پیار کرتے ہو کس کا اب انتظار کرتے ہو کیون مجھے شہر سار کرتے ہو
<p>پس کو کس کو دل دیا ہے امیر</p>	

## محبان کس پر شمار کرتے ہو

سکھ کی کھا بیگا جھائے تپ نہ آنے بھی دو  
آتش افروز انکو بجز کائن تو بھر کھانے بھی دو  
محب آتا ہے بیگانے میں تو آنے بھی دو  
غزل پر یوں کا ہے ایک ساتھ بوائے بھی دو  
پھول بے فصل کے ہیں انکو نہ بھانے بھی دو  
یہ جو سر سجدوں میں گر گئے ہیں مگر آنے بھی دو  
زہر واپسی سی اگر گاتی ہے تو گاسنے بھی دو  
ساتھ ہی دو سجدوں کے ہیں نہ بھانے بھی دو  
حورین جنت میں جو گھبراتی ہیں نگہ لسنے بھی دو  
اس قدر الجھو نہ صاحب بال سلیمانے بھی دو

سیکھو الجھو نہ واعظ سے بحث جانے بھی دو  
آنسو و نکلے ایک چھینٹ میں بھیا دو گامیں آگ  
ہر گ کیا تنہا ہے وہ بھی بیان ہے سیکھو  
وہ خط مارض وہ گھیبو دیکھ کر زانہ خیال  
نہت دل میرے جو دیکھے ہنکے اس گل نو کیا  
آؤ ہم تم سیکھو سجد سے بیگانے چلیں  
کوئی پوچھگا تہا دی نرسخی کے حضور  
ایرو بنگو اور آنکھوں کو تو ان کی دیکھئے  
حضرت دل اب تو چندے رہ پڑ پر یوں سے ہے  
شک ہو کر کہتی ہے مشاطا ان سے بار بار

بوسہ لب لیکے خود ہی بوسہ کیا ہے بہت امیر

بات کیا ہے تم ہی چٹکے ہو جو جاتے بھی دو

روز دیکھاتے ہیں پانی کوئی مپتو جھکو  
تکے پہلو کے ہیں اب حور کے زانو جھکو  
سب جگہ آنکھوں پر دین صورت اب جھکو  
گھورتے ہیں جگائے چوئے جاو بھکو  
خوشامشیر ہے سورج ریم آہو جھکو  
پھولوں میں چھوڑ دیا تھڑکے بازو جھکو  
دو دو سٹور دن سے دھکاتے ہیں ایرو جھکو  
چار زانو سے بٹھائے گی دو را نو جھکو

دیکھ سکتے نہیں پایا سر سے آنسو جھکو  
چہرہ کی سجا سے اتنی ہے تری بو جھکو  
آبرو سے لگو عطف سے گر تو جھکو  
سرگین آنکھیں جو آئینے میں دیکھیں تو کیا  
گشتہ ہوں دشت طرز نگہ مت مل کا  
ہوں وہ دلیل کبھی صبا کو آیا جو ترس  
چتر میں بتاتی ہیں لے لیکے نکسیلی پھر بیان  
گھر سے کیوں جھلس نغمہ میں لیے جاتی ہے حور



لوٹتا ہے دل دیوانہ پشنے کے لیے  
 جوم کراٹھکوں میں نکالوں نہیں تکی کیراج  
 شمع سان کیا ہے مجھے حاجت دیلے غرق  
 اسی سامنے آئی تو کہا جمنجھلا کر  
 میرے پہلو میں تری مسج وہ جگر بیٹھے  
 جوں جوان آج پیری سے مگر دیا ہوں  
 میں جیاد میں کے دیا ہوں بخشی ہوتی ہے  
 سبکے میں دیکھنے والا جو تری انگوں کا  
 سستا جانا ہے مرا شرمین دریاں دیان  
 میکش راز ہوں بستر ہے مجھے چادر آب

سانو لے ناگ کی دریاں ہیں وہ گیسو جھکو  
 یاد دلواتے ہیں سب گنتی تری جگہ جھکو  
 آپ لے ڈوبے گا میرا عرق رُو جھکو  
 دید سے بیڑن ترے کہیں گھورتی ہو تو جھکو  
 درو دل ایسا بنا دے کوئی پہلو جھکو  
 کہ جبین سے بنا دے کہیں ابرو جھکو  
 ہر جگہ کرتے ہیں رسوا مرے آئندہ جھکو  
 کیسے شرماتے ہیں اب دیکھ کے ہر جھکو  
 غم مصیبت نے بنایا ہے لب لو جھکو  
 بے جا بول بھر نکسے پہلو جھکو

کو رہا چاہے مجھے کو جو جان نکلا میر  
 لے چلین لاش ہا کر مرے آئندہ جھکو

چمین آتا نہیں دم جس کسی پہلو جھکو  
 عالم غش میں بھی ہے الضعیف غیسو جھکو  
 میرے قاتل کو ترسے ہے ہر کسی نفرت  
 کشتہ عشق ہوادیکھے انگلیں اسکی  
 اگر بشارت سے کہتی ہے یہ مصداق اسکی  
 کیوں یہ مضمون ترے گوہر غفلت کو تعلیم  
 عاشق چشم ہوں دل لوت کے بجا ہے  
 منہ سے اور نکت میں کلا گشتا ہے  
 ہوں وہ بنوار کہ بھٹی میں ملی فکیر ہم

اتنی تکلیف تو ہے درو نہ دے تو جھکو  
 چاہیے مختلف زمانہ آہو جھکو  
 ذبح کرتا ہے دبا کرتہ زانو جھکو  
 شیر کے منہ لگالے گئے آہو جھکو  
 اکرا چھو تا مرا پستہ ہے نہ چھو تو جھکو  
 طبع شبیدہ کی ہاتھ آئی ترازو جھکو  
 نظر آتا ہے جو قیدی کوئی آہو جھکو  
 آئندہ پیتا ہوں تو حجاب آہے آہو جھکو  
 مات سند ہے سب تو گیز پہلو جھکو

چشم ابرو کے شانوں سے ہوا یہ ثابت  
 بار بار اُس گلِ خوبی کا سناشبِ وصل  
 ہوں وہ خوش چشموں کا عاشق کہ غنم کو چاہا  
 سب کو سنبھال کر خود نہ ہوا سنبھال  
 آہد جان یہ کجعت میں سب کے دشمن  
 اس موقع پر پسند کرتا ہوں گلوامین  
 کس کی آنکھوں کا ہوں چشمی کہ خوشی کرے  
 روح جوتی سے جو نصیب تو یہ کہتا ہوں

زیرِ شمشیر بلا تے ہیں یہ آہو مجھ کو  
 یاد دلواتے ہیں مشابہ کے سجاو مجھ کو  
 چھات کر سمجھتے ہیں کتنے میں آہو مجھ کو  
 طالع بد نے کیا سنگ ترازد مجھ کو  
 مار ڈالیں گے ڈوب کر مرے آنسو مجھ کو  
 اگر کسی گل سے کبھی سے تری بو مجھ کو  
 بھرتے ہیں چکران و مکر۔ کہ آہو مجھ کو  
 اسیدن کے بیٹائی تھی یہاں تو مجھ کو

پونک ہی دیتی مجھے گرمی و سارِ امیر  
 اسے سائے میں نہ لے لیتے جو گیسو مجھ کو

مہر آئی یہ نہیں دیکھ کے کسبِ محکو  
 دیکھت نہیں جہاں دمِ بسلِ محکو  
 تو ہو کچھ درد سے آگاہ میں بیداری سے  
 بو سے پرہیز دمِ فوجِ اخلاص میں لیے  
 چٹکیاں دیتا ہے پہلو میں مرے آٹھ پہر  
 آنکھ جھپکے نہ پیٹگوں سے ترسِ جمع میں  
 پھر مزہ مجھ کو چکھا وہ دن میں دلِ آزاری کا  
 کچھ اس انداز سے دونا زبیر سے ہاتھ چلے  
 شبِ غم کون ترس کھا کے سہرو نہ ہوا  
 اتارنی نے بنایا ہے مجھے نقشِ قدم  
 کچھ خبر مجھ کو نہیں ہے کہ کہاں جانا ہوں

چلبلا ایسا ہی ملتا ہے کوئی دل مجھ کو  
 اپنے زانو پر سٹار کے محاکات تل مجھ کو  
 طرہِ محکو ہے اور ترا دل مجھ کو  
 ابھی سوچی ہے ترخِ بسترِ تل مجھ کو  
 دلِ باین کے سنا ہے مراد دل مجھ کو  
 پونک سے پونک سے لے گرمیِ محکو  
 چار دن کو بھی جو ملتا ہے ترا دل مجھ کو  
 آگئی چند ترخِ بسترِ تل مجھ کو  
 کبھی رو دیتا ہوں میں دل کو کبھی دل مجھ کو  
 پاؤں رکھتا ہوں جہاں مٹی جو منزل مجھ کو  
 کہیں کھینچے لیے جاتا ہے مراد دل مجھ کو

وہ مسافر ہوں ہمارا دفن بھی اپنے گھر میں  
 بن سوز کر جو نکلے ہیں ابھرے وہ بھی  
 گھر لگا کے مرے میسگی منزل مجھ کو  
 کہ گدا دیتا ہے ایمان بھرا دل مجھ کو  
 میرے بید روز جاری ہو کر کے بسمل مجھ کو

اسکی رحمت سے جو ہر حالت پر نفع دے  
 پھر ہے سب بسمل کر رہی ہے منزل مجھ کو

پھیر دو پھیر دو اسے جان مراد دل مجھ کو  
 یاد آئی کسی محبوب کی منزل مجھ کو  
 بیشترین کے پیچھے لے غلطی دل مجھ کو  
 وہ دہر میں کہتے ہیں کیوں دیکھ کے بسمل مجھ کو  
 اُنکے تقسیم کو لے پردہ محل مجھ کو  
 ہوئے اترے ہوئے ہمارے سلاسل مجھ کو  
 ہر گولے میں نظر آتا ہے محفل مجھ کو  
 نکلی میں آنکھ سے باہر تو دل مجھ کو  
 نکس دانوں کا پتہ دے گا محل مجھ کو  
 لیگیا یا اس میں قاتل لب ساحل مجھ کو  
 سرمد سے دھڑکے گرد و پس محل مجھ کو  
 پاؤں چومے گی جو پائے گی سلاسل مجھ کو  
 بیک وینہ وہ بڑھے جانے سال مجھ کو  
 کہہ دینے آنکھوں میں رکھ لینے کے دل مجھ کو

ہوئے دینے نہیں پھر دینے سے حاصل مجھ کو  
 غنچے حوروں کے جو فروریں بریں ہنسی  
 سانس کے ساتھ گہ جان سے لہو آ رہے  
 اُنکے خنجر نے کہا کہ امین کوئی مرشد ہوں  
 ہوں وہ مجھ کو کہ جو لیل کی طرف جاں نکلون  
 اس ستار میں کہ لہا میں بگھے آٹھ : سکا  
 دشت دشت میں یہ آنکھوں میں ہی جو میلے  
 وہ نگہ کہتی ہے کس گھر میں نہیں میری جگہ  
 ہوا نزاکت سے یہ کہتے ہیں نہ رہو گنگا میں بار  
 شہزاد بویکھے کہیں چاہے خنجر کی طرف  
 شوقِ نظارہ لیلے جو بنائے اندھ  
 شوقِ پایوس کسی کا ہے مجھے دشت میں  
 گڑا گڑا کر کچھ اس انداز سے ہوسہ مانگا  
 ساری دنیا بگھے اس پر سے میں اٹھ نہ دی

یامس شوق کی تریانی ہے اسکو جو امیر  
 جین لینے نہیں دیتا ہے مراد دل مجھ کو

کم نہیں ہو سے کر سے جسم لا غر دیکھ لو  
 میری حیرت پر غیث ہو اس قدر حیران تم  
 دیدہ بیل سے نطفہ رخ گل کا کرو  
 تنج میں چمکی جوائی اس نے کوٹھے سے کہا  
 باغ میں تم نے کیا عاؤس کو تو پائمال  
 من میں بیجا ہے کینائی کا دعویٰ جان من  
 نزع میں جاتے تو بہ بالین سے پھر ہمارے

فرق کیا ہے ہو گئے ہم تم برابر دیکھ لو  
 اک ذرا آئینہ اپنے آگے رکھ کر دیکھ لو  
 ناخستہ کی آنکھ سے قید منور دیکھ لو  
 سر اٹھا کر ایک ذرا نیچے سے اُپر دیکھ لو  
 اکوہ پر ہے کلب سب اسکو بھی چلکر دیکھ لو  
 اک حسین ہے اور آئینے کے اندر دیکھ لو  
 اک نظر انگون کا صدقہ اور ہر کر دیکھ لو

سوچ کیا نطفہ برقی تجھے میں ابر  
 کسو درد انگبین دکھائے جو سحر دیکھ لو

ہو وصل پر دلی کی کہیں اس میں رو نہو  
 زاپہ شراب ناب سے جب تک وضو نہو  
 پہلو سے دل جدا ہو تو کچھ غم نہیں بگھٹے  
 وہ کم شدہ ہون میں کہ اگر جا ہوں دیکھنا  
 کس کھار ہا ہے جو تیغ نگے سے جسم  
 غنا تو کیا غنا کو گائیں نہ ہاتھ وہ  
 حرم میں نیش کو چھڑا یہ کہنے آج  
 ہندی گھاتے ڈھتے ہیں کہتے ہیں بابا  
 بخش گیا ہے بیکو گمان اور کچھ نہ کر  
 شامین اسی کی ہر ہی جڑ ہے مناد کی  
 تو بوجھتکہ بجھے کبے سے کم نہیں  
 ہر آن کو دیکھتے ہی جو کل لوستے لگا

تو جو تو میں ہوں میں اگر ہوں تو تو نہو  
 قابل نماز تپے جس کے سجد میں تو نہو  
 اے درد دل جدامے پہلو سے تو نہو  
 آئینے میں بھی شکل مری ، وید نہو  
 منظور ہے کہ چاکر جگر میں رفو نہو  
 جب تک شریک خون مسدا نہ نہو  
 سے لڈن سیکرے سے جو کٹ نہو نہو  
 شامل کسی شبید کا اس میں ہو نہو  
 اچھا ہوں میں تو اس مری جان تو نہو  
 پہلو میں دل نہو تو کوئی آرزو نہو  
 کہ جسم کہ ہے جو کہتے ہیں تو نہو  
 ہرے تھارے ہرے کوئی خبر نہو

ایسا پسند میں وہ ترسے زخمیوں میں بسم  
 صحنِ حرم ہوا برو سنجیدہ ہو حساب ہو  
 آئینہ ہائے میں نے جو کھل میں تو کس  
 کہتے ہیں سانسے ترسے زخمیوں میں مگر  
 ساری چمک دمک تو خنیں برتن ہو ہے

دوڑے نہ دل جو زلف تری مشکبو نہ ہو  
 یسب تو ہوں غضب ہے کہ پہلو میں تو نہ ہو  
 دیکھ اس قدر نہ رو کوئی سبے ابرو نہ ہو  
 یہ شہر ہے کہ آگے کوئی آرزو نہ ہو  
 آئینہ ہون تو عشق میں کچھ نہ ہو نہ ہو

پروے میں آنے کے وہ دل جو امیر کا  
 پہچان لے جو وہ تو کبھی رو برو نہ ہو

ابھی آئے ہی جاتے ہو جلدی کیا جو دم لیلو  
 نہ دو برس بنگلو عطف ہی بدل صدم لیلو  
 کلا خضر حرم میں نے دکھ دیا تھی تو برسے  
 سو بیجا نہ آنکھ جو قاضی دفت نہ بولی  
 زمین گدہ ہر مہمان سے لپٹے یہ کہتی ہے  
 خدا نے دن بد کھلا یا کہ وہ بیت مہمان کیا  
 خبر ہے حضرت جنتوں کو آئی خب دین بیٹے  
 فراق یار کا دن کم نہیں عاشق سے نالو  
 دکھانا ہے جو روز نشہ بسم شہر سوزو  
 نہ لٹے تک یہ اسے شیخ نورم سادا تقدس ہے  
 ابھی تو سارا خاک میں گرنا ہوا دم خون  
 حرم سے پیے کو ہے میکشور پاشا میں لائو  
 نہیں کچھ انتہا اس ترک کے عشق کی بھینی  
 غرض تو یکسو مٹی سے ہے تکرار سے محال

دھچک لگتا میں جیسی جاہو غم تجھے قسم لیلو  
 تیار مال ہے تم ویسے نیست بیش دم لیلو  
 کریکے ذوق غم کو کون ہے جاہو دم لیلو  
 برسے مہر میں حضرت میکشور دم لیلو  
 آرزو کے ٹکٹن آگے کڑی منزل جو دم لیلو  
 لے تو شیخ سے کہہ لگے دو دن کو دم لیلو  
 نہ پہنچے ہاتھ محل تک تو نالے کے دم لیلو  
 آستان لغز میں اپنے دل کا تم علم لیلو  
 غلاموں سے نہ ہاتھ آئے اگر غم جاہو دم لیلو  
 بد میں ہے تو سحر ہے کہ کے مٹی کا صدم لیلو  
 جو میرے سر سے لپٹ رہا میرا بار غم لیلو  
 نہ بیچو تو گراؤں دیکھ دھوان سے ارم لیلو  
 کہیں تک تم کہو گے نہ سے تھکنا وگو دم لیلو  
 سطر پر مٹان سے جھڑو مٹیں دم لیلو

ہم اسکے قد کے من عاشق ہیں کیا غیر مطلب - عبت کہتی ہے یہ قمری صنوبر کے قدم لیلو

اسیر شمس سی دوران کو خط لکھنا جو ہو تمکو  
فلک سے مانگ لو کاغذ عطارو سے قلم لیلو

جو وقت ہوسہ ایذا ہو ذرا بھی اہل جانان کو  
اکار دل میں انگلیں نہ کیا کڑس شاو خوابان کو  
گلون سے جا کے میں نورخ دل اپنے طائے قمر  
خدا کے جن کو تر سے عجب تر بخش ہے  
ہو رو رو کے ان انگھون جو یہ سگل کھلا دین  
اجل سے کہیں چری میں ہم اس درد و چھوٹن  
میں اُفتا ہوں تو کائناتے پاؤں پر چکر کچھو میں  
جب اگلی صبح تین یاد آتی میں یاران رفتہ کی  
تسللی یاد رخ میں جب کسی صورت نہیں ہوتی  
وہ آنکھیں نکلتی ہیں موت کو ترکان کی نل میرا  
اگر یوں کھٹکے جیسے دل میں وہ ترکان کھٹکتی ہوں  
سوا اب خاک ہو نیکی نہیں حسرت کوئی ذاتی  
تیا سکتا نہ دون قضیہ اسکی جال کو کیونکر  
تر چا جاتا ہوں لذت ناک سے ہو قاتل  
گیا میں بزم جانان ملک تو بے دھندہ سے  
میں نس بہ ہوشی کی جانشینی کا ہوں یوتا  
عبث کفر میں قاتل کچھو کے رنگ گستا ہے

گھر کی طرح چیراں توڑ کر میں اپنے وطن کو  
جگر ہلو میں دی برہن کے لالچ سے سلیمان کو  
نہیں بھنم پسینا آگیا ہے یہ گلستان کو  
پرہیز دیکھنے سے سرگردانی ہے مہمان کو  
جہن سے دیکھنے تک نہیں گلچیں میری زندان کو  
شکستہ حال اب دیکھا نہیں جاتا ہے زندان کو  
اجی مشو ہی کیوں دوران کرتے ہو جلیان کو  
تکڑا گھر سے دیکھ آتا ہوں میں گور غریبان کو  
تو ہوسہ یکے انگھون ہو گا ایسا ہوں قرآن کو  
کر بان جھانکتی ہیں ان جبر و کون کو سلیمان کو  
خزرو کی طرح کہ کون آنکھ پر منہ بر مقلان کو  
کوشی ہو گیا جی دیکھ کر گور غریبان کو  
آٹھا کر دھامین چلتے ہیں فتنے جنگے دامان کو  
نہ زمین سو فار کو جانوں میں بچاؤں میں پکان کو  
انٹھا ماتے کو بیٹھنے دو میرے حیران کو  
چھپائے رکھتی ہو پردوں میں حسرت جنگے دامان کو  
مجھے ہے چکر سلیمان کو لوں تر ہے پکان کو

تقدیر میں ہے ہو کر اک جنت کی انگھون کا

پر بچانہ بنا رکھا ہے مین نے اپنے زندان کو

منضب ہے اپنے عیون کا خیال زندان کا  
 کرین مجھ سے محبت میں تو ہو کا ہون محبت کا  
 میں آگ غریب دودہ باقی رہا تھا میں بھی آتا ہوں  
 نہ جہانے وہین نگہ بان جگہ زندان کو نہیں پروا  
 میں اے بخت مصحفین کو ترسے چھو کر ہو دھرم  
 راحت نہ کوں فلک کی جو وقت صید واد آئی  
 خیال آسودگان خاک کا دل سے نہیں جانا  
 بری کو بھی اترتے ہوں نہیں دیکھا بڑے شے مین  
 اکن آنکھوں کی نظر بازی میں دل کھو گیا میر  
 جو لہتا ہے یہ منہ دی مین تو سندی نگاتی ہے  
 جگر کو ڈھونڈتی پھرتی ہے تیغ نازق کی  
 دبار کھا ہے اسے ایک مدت سے گلا میر  
 بہت ہی مختصر ہے دہل کی شب کچھ توڑ بجا  
 بہار گل مین کام اسے تو ہے ایچہ وحشت  
 کیا تھا شام کو ناہ ترپ کر تیرے وحشی نے  
 بہت روزہ پر دست جنون ناسخ الگ دہنا  
 آوازے گل سے کہتے مین کو بلبل کجنگ مین  
 مین وہ برست وحشی ہوں جو میرا دسترس جلتا

کیا ہے خرم میرانی نے غم غمشیر عوان کو  
 اُٹھار کھین پڑ غم اپنے منتہا ہے انوان کو  
 سبارک بادو سے کائے کوئی گور غریبان کو  
 مری بچنے کے نامے تو جاتے مین بیابان کو  
 مسلمان رات دن ہرے دیکر کئے مین قرآن کو  
 جان زخم نے چوسا نہ لے سیکے پیکان کو  
 لیے پھر تارہن اپنے ساتھ مین گور غریبان کو  
 عجب نوازے توئے اکام دل مین بچان کو  
 نگاہوں مین اڑا کر نگینیں پران سلیمان کو  
 پرندہ ساسے کرتے مین وہ خون خشبیل کو  
 کیکے دل مین جاہشیون میں چو کی پیکان کو  
 کوئی جھٹکا تو لے لے چہرہ وحشت گریبان کو  
 مری خاطر سے ہم بھر کھول دے لب پریشان کو  
 نگاہ کھا ہے مین نے اس لیے اپنے گریبان کو  
 ہلا باز لے لے صبح تک دیوار زندان کو  
 ترازو مین نہ پکڑے چھوڑ کر میرے گریبان کو  
 لیے پھر تارے ہر جا دس ساتھ پو گلستان کو  
 بنا کر تھون کی ڈاٹ دھنکے گریبان کو

امیر ایسی کہاں جس سے کہتے مین کو چھوڑ دے  
 کبھی جاگ نہیں سے جہانک لیتا ہوں گلستان کو

گردا غیب زنج مین تو ہو  
جام پر غیش پہلب جو ہو  
جوسکب چاندی جبین کا لپا  
آئندہ اور دور بخ روشن  
عشق ابد سے عاشق مشکل  
بات کہتے زبان کشتی سے  
کیا ستارا لے چمن مین نشان  
عاشق چشم بھی شراب نہیں  
پاس سے تم آنسو تول بھیٹے  
قد سے ملو بنے تولب سے کوثر

ہاسے کیونکر نصف چاہو ہو  
یار ہو مین ہون سا قیا تو ہو  
کیا سبب ہے کہ چمن بانہ ہو  
شاز ہو اور اس کا گیسو ہو  
تیغ بانہ ہو جو زور باد ہو  
کس سے قریب تیغ ابرو ہو  
نگ مین نگ بو مین تم ہو  
ہاسے ساغر جو چشم آہو ہو  
کبھی خالی نہ اپنا چاہو ہو  
وہی فردوس ہے جہان تو ہو

شکر کس بات کی ہے نکر اسیر

کیا سبب ہے کہ سر بزا تو ہو

بہل کی بات تو راحت سے بہر تگئے ۱۰  
ناوک ہار کا پہلو مین گزر جو نے ۱۰  
دیکھنا کیسی برابر کی پڑی سنگی چوٹیں ۱۰  
عمل جو قتل ہو جو نظر ہو جو جاسے ۱۰  
جیسے یہ درد دیا ہے وہ دوا بھی دے گا ۱۰  
مین غریب اور غریبوں کا خدا حالی ہے ۱۰  
کھانے مین ترپنے مین کسی کی کس ۱۰  
کھرب خاک مین ملھا گیا سفر درون کا ۱۰  
نوکر رخصت کا بھی سے نہ کرو بیشو بھی ۱۰

شام ہی سے جو دھکی کہ سحر ہو نے ۱۰  
کب سے ہر باد ہے آباد کہ گھر ہو نے ۱۰  
یار کا آئندہ خانے مین گزر جو نے ۱۰  
داوہر ہو نے دوا نکلو ادا ہو نے ۱۰  
لا دوا ہے جو درد و سب گھر ہو نے ۱۰  
ہو نے دوسرا جو خانے کو ادا ہو نے ۱۰  
ہے جو اسپر بھی خدا دیدہ گھر ہو نے ۱۰  
اک خدا گو غریب مین گزر ہو نے ۱۰  
جان مین رات گزرنے دو سحر ہو نے ۱۰



ہم تصور میں نہ کیجیں یہ نہ ہو گا ہم سے	-	لاکھ نازک ہے حسینوں کی کم ہونے دو
تو سہی مجھے سوا صبر تڑپ کر چھینے		میرے دل تک تو ذرا اُسکا گز ہونے دو
وصل دشمن کی خبر مجھ سے ابھی کچھ نہ کہو		تھر د تھر د مجھے اپنی تو خبر ہونے دو
ہاں وہ وصل کی شب اٹکا ادا سے کہنا	-	باز سے دو بجے چوڑے کو سحر ہونے دو
جاگ کر کاشتے ہیں بجر میں ہم بھی راتیں		تسکے ہوتے ہیں گریز کے ٹکر ہونے دو
شوق سے تم ہو دو دام پسر گرم خرم	-	دو لون عالم ہوں اگر زبرد زبرد ہونے دو
آنے دو آنے دو زلفوں کو ذرا گالوں پر	-	شاہدِ شب کو ہم آغوشِ سحر ہونے دو
خواب میں آگے دو پوسے مر و ماروں سے		بیتِ شب کو یہ خبر داخِ شب ہونے دو

چھیڑنے کیوں ہو جوانی میں حسینوں کو امیر  
رات ہی بھر کا یہ جوین ہے سحر ہونے دو

ردِ لطف ہاں ہے ہوز

کتنی ہے گرم دستِ رز کی ادا تو دیکھ		لوا عطا دیا سی پکے تو اس کا مڑا تو دیکھ
اے گلِ بیار جاتی ہے رکھا ہے گھر میں کیا		لیل کا سن نہ حالِ چین کی خفا تو دیکھ
بیتِ سنگ طور کے ہیں فرسے سنگ ہی نہیں		نابہ کہ مر خیال ہے تو دُخدا تو دیکھ
وہ ٹخ بھی لا جواب وہ گیسو بھی برہمن		کبھی کا دیکھنا نہ سہی کا لکا تو دیکھ
اب تو نہ بند کر رہیچھ نہ مختب		نکلا ہے چاند عید کا سو سے سنا تو دیکھ

اُس آستان کو عرض سے تشبیہ دی امیر  
پہنچا کہاں رسائی ذہن رسا تو دیکھ

چمن میں غیر بھی آئے جو میرے یاد کو ساتھ		ہزار تالے کون باغ میں ہزار کے ساتھ
خزان میں کبھی نہ لیل سے چھینے کو		کہ وہ بار کی باتیں گنیں بیار کے ساتھ
کیا وہ نالہ کہ دل سے محل گنیں چھانسن		ہوا میں آڑے میں جن جلیج غبار کے ساتھ

ہمیں تو روتے ہیں سہر سہارا کے ساتھ  
 کر خوش فیش کے ہمراہ گل ہے خار کے ساتھ  
 مزہ تو یہ ہے کہ باقیں ہوں چاہو پیار کے ساتھ  
 نظر بھی لگتی ہے آنسو دیکھنے مار کے ساتھ  
 پہنچ سکے دیہاد کہی سوار کے ساتھ

مزار سے جو یہ آتی ہے درد پاک صدا  
 چوٹے رخ و شفقت سے جی زغالہر عیش  
 شیب وصال جگر کرنے سے نالہ کیا ہے  
 بچا ہے کچھ ہے جوش گریہ سے بے فائدہ  
 عدم کو رو لگتی رو گئی تن حسا کی

فرا ہو سے جو وہ آرزو اپنی آئی اجمل  
 امیر میر گنیں آگئیں نگار و یار کے ساتھ

موسے کو سے انا ہو گے دردِ حنا کے ہاتھ  
 سارے جہان جو مٹیہ میں ہم اٹھا کے ہاتھ  
 دسے ڈال جام بھینچ نہ سائی بڑا کے ہاتھ  
 آئندہ آن بان ہے اپنی خدا کے ہاتھ  
 چین چین سے اسے جھری لی بڑا کے ہاتھ  
 سینے پر اپنے دھکم نہیں سکتا اٹھا کے ہاتھ  
 جو بن نے کھینے چین پر دل بڑھا کے ہاتھ  
 صبا کے پارک پر چین پر چین لگا کے ہاتھ  
 کشتوں کو تم نے ہاتھ سے کھو یاد کھا کے ہاتھ  
 کیا چاندنی ہے توڑیے تار بڑھا کے ہاتھ  
 سلا دمیہ دمیہ گئے سب تھکا کے ہاتھ  
 بنام ہائے صفت ہوئی ہم لگا کے ہاتھ  
 بنتا العیب پڑی جو عجب پار سا کے ہاتھ  
 یہ جو تھنا کے ہاتھ تو وہ ہے ادا کے ہاتھ

رکتے ہو رقص میں جو کمر پر اٹھا کے ہاتھ  
 چھوٹیں جو اپنے ہاتھ سے اُس دل ربا کے ہاتھ  
 ڈھکا ڈھکا بار بار مرے پاس لا کے ہاتھ  
 اب تک تو تیغ یار سے موزا نہیں ہے نہ  
 کچھ بھی ہوئی جو دست درازی شب وصال  
 ڈنکا ہون اور کچھ نہ بھکروہ حبیب جانے  
 میں اُسے ہاتھ اٹھا کے جو انگڑائیاں کبھی  
 کب سی سے اچھلتے ہیں ڈوبے ہوئے نصیب  
 دکھلا کر اُن کشتوں کو پا مال کر دیا  
 ورمی جو کسی زلف میں افشان چہاں شوق  
 وہ صحت جان ہوں میں نہ چلا کچھ کچھ کچا ہوں  
 کہتا ہے قافل آپ ہی مرتے تھے جانِ شاد  
 قاضی کو شوق باد و کشمی کا ہے آج کل  
 بس میں مرے نہوت ہے میری نہایت

بے کار عشق میں نگین سیری بڈیان  
خون آنے سے پہلے دل کا کیا ہے کون ہے  
سارے شعلہ مہر بجھتے ہو تم جسے  
یہ دل چراچرا کے آنے سے دیدے

بسیجا لگ جیب کو تحفہ ہمارا کے ہاتھ  
منہدی نے ہاندھو گئیں ہن مری دلہان کے ہاتھ  
سورج نہ لے رہا ہے بلکہ یمن بڑا کے ہاتھ  
خالی ہن دیکھنے میں تو دزد چٹا کے ہاتھ

قاصد ازار ہے تو کچھ غم نہیں کیا  
خلا کہہ کے پیو رنگا میں یکساں کے ہاتھ

راہ بتلاتے ہیں ہم اور اسے دھیان ہی کچھ  
کر کے پامال ہے دل کو کہا ظالم نے  
نہیں کرتا ہے ملاقات توڑا ہند کرے  
سبز عامر مہنتی ہے عیار یش سپید  
کر کے غمی جگہ مقتل سے چلا ہے قاصد  
غیب سے آئی صدا قصہ جو قاصد نے کیا

دل کو سمجھا ہے کس طرح یہ انسان ہے کچھ  
کون تعظیم کرے اسکی یہ قرآن ہے کچھ  
لا آباالی میں ترے رند نہیں اداں ہے کچھ  
تو نورنگ میں واعظ کی عجب شان ہے کچھ  
دوڑ کر کوئی یہ کہہ دے کہ ابھی جان ہے کچھ  
شیر کے تہ میں چلا ہے اری نادان ہے کچھ

ہو نہو آئی ہے اس کو چہ کیسو کی ہوا  
جو شمسو ہے اسیر آج پریشان ہے کچھ

جانہ سا چہرہ نور کی چتون اشارہ اشارہ اشارہ  
میں رخ ہرگز نہ ہو سبیل کچھ ہو گرس سبیل خدا  
ساتی زہم روزا زل نے بادہ حسن ہلا کر حسین  
قہر غضب ظاہر کی کاوش نہ جان درپردہ لگاؤ  
غیر و کچھ عشوہی نہ کہ قہر ادا میں محرمین باتن  
نور کا قہر ہے نہ کہ کچھ ہے اسپر کیا یہ کہ چمک  
مع کیا صمدین کو جتنے سختی ایسی مری ایسی

مرد نکالا آپ فی جوب اشارہ اشارہ اشارہ  
حسن کو تم ہو غیر جگہ گلشن اشارہ اشارہ اشارہ  
آنکھیں میں آؤ شیشہ گرین اشارہ اشارہ اشارہ  
چاہا کہ تیرا پیار کی چتون اشارہ اشارہ اشارہ  
ہو رہا میں ہازیر بہرین اشارہ اشارہ اشارہ  
پچھلے گلشن اس کے جو سخن اشارہ اشارہ اشارہ  
سوم بدن ہے دل ہوا میں اشارہ اشارہ اشارہ

وہ امیر ایسا ہو کہ شہر میں پادشاهی کا گہنا  
صاف ہے ہندش ستون روشن پادشاہی

### ردیف یا کے تھمائی

<p>آدم سے جو شام سے سحر کی تھی ایک صدا ادھر ادھر کی پہنائیں چھین مرے جگر کی اتنی ہی لکھی تھی نامہ بر کی گدڑی ہے ترے گلے سے لڑکی باتیں نہ کہ ادھر ادھر کی یان اذ گنیں و جیان جگر کی سٹرائی وہ چترنم سحر کی جب رہنے لگی کہی او سحر کی یہ رات ہے جان عمر سحر کی ابھری ہیں چٹکیاں جگر کی آواز سنوں نہ میں گھر کی پر چھائیں سرے وہ تری کمر کی وہ شکل نہ سامنے سے سر کی ڈیوڑھی سمجھا میں ترے سر کی</p>	<p>کیون وصل کی چرخ کو سحر کی کیسی آؤنی و نون ترانی اسے یاس نہ دل میں پادشاهی خط لیتے ہی چہل یا مردم کو نیرنگی مبار باغ عالم کچھ میری سنو کہو کچھ اپنی خدا یا رے اس طرف کیا چاک دن بھر مجھے رکھتی ہیں پشیمان ہر بات میں تھو زبان سے نکلا غفلت میں نہ کو شہ بابا یلی سینے میں نہیں ہے داغ عالم چھاگل کا یہ شور ہو شب وصل عنا جسے جانتا ہے عالم آکھیں کھولیں بھی ہند بھی کین چنگا نہ مشہر کو جو دیکھ</p>
--	---

شہر شب سحر و عمر آسہ

ایسا میسر کیا سحر کی

کون جانے تجھے کہاں تو ہے

دوسرا کون ہے جہاں تو ہے

+

لاکھ پردوں میں تو ہے بے پردہ	سودشانون پہ بے نشان تو ہے
تو ہے غلو معدن تو ہے ہلوت مین	کہیں پھان کہیں حیان تو ہے
ہنیں تیرے سوا یہاں کوئی	یہ زبان تو ہے یہاں تو ہے
جسم کہتا ہے جان ہے تو ہی	جان کہتی ہے جان جان تو ہے
نمکان میں نہ امکان میں کچھ	جلوہ فرایہاں وہاں تو ہے
نگ تیرا چمن میں بوسیدہ	خوب دیکھا تو باغبان تو ہے

محرم ناز تو بہت میں امیر  
جسکو کہتے ہیں رازوان تو ہے

جنتی گئی کہ نامہ سیاہی میں رہ گئی	اتنی ہی دیر عنوانی میں رہ گئی
حسرت نہیں وطن کی تباہی میں رہ گئی	کچھ گردش کی دامن راہی میں رہ گئی
مدد شکر غنویہ سے گنہ حشر میں ہوئے	حوسر گدا کی مجلس شاہی میں رہ گئی
انکھ اس نے پھری تو کہاں پھر ہمارے ریت	آدمی تو جان فیم بگاہی میں رہ گئی
تھی ناز کو سے یار میں کیا جاتی اپنی خاک	اتنی غی کم کر آؤں گے ہوا ہی میں رہ گئی
دی ہی تو قدر یار کو موبے سے دی مثال	پستی مری بسند بگاہی میں رہ گئی
دیکھو تعلیم مری قندیل آہ کی	کیسی ناک کے مرغی راہی میں رہ گئی
ڈوبے ہوئے نصیب نہ اچھلے کی طرح	گشتی ابرو ابرو کے تباہی میں رہ گئی
بخش و سید سے انگلیں سانس سے بھرن دوچار	جو کچھ چک چک کے سیاہی میں رہ گئی
سائل براء کے تھے دکھائیں وہ شریفان	پستلی سڑپ کے دیدہ ماہی میں رہ گئی
ابیس آدم تھا تو ماول آدم سر تھا	دو ہاتھ چل کے رہن دراہی میں رہ گئی
منہ آدم مشہر ہو گئی تیغ یار بھی	چلتی ہوئی زبان گواہی میں رہ گئی
مدد شکر تیرے نام محمد محل گیا	بات اپنی بارگاہ الہی میں رہ گئی

ابرو پر اسکے آگئی اڑ کر ہوا سے زلف  
 اندر سے انقلاب کھل رہے نہ قصر ہے  
 صد شکر حق فی سیری تواضع قبول کی  
 امید نا خدا کی کہان بحسب عشق میں  
 انظار جہم عشق میں کی آہ نئے کئی

کیا رو سیب ہلال سیاہی میں رہ گئی  
 تربت فقط طارت سیاہی میں رہ گئی  
 اچھی تھی شے خزانہ شاہی میں رہ گئی  
 بان اک خدا کی آس مباحی میں رہ گئی  
 ایسی زبان دراز گواہی میں رہ گئی

پروے سے اسکی ذات کو کیا کام تھا ابھی  
 چھپ کر صفات آشنا ہی میں رہ گئی

آئینہ ترے حسن کا دل بھی ہے جگر بھی  
 خور شدید بھی تھس روز کا مغرب ہے قسم بھی  
 ساقی ہوں تری پریم میں میں تشد جگر بھی  
 تو چہم سخن گو سے تجھے پوچھ دے اتنا  
 کھلے چلے جاتے ہیں گل لکسی سے آہ  
 کیا پاس نہیں میرے جہم غیر سے مانگو  
 اندر سے ناما قتی و منصف کا عالم  
 تنہ میر نکک کا جواو مسر کہ نہیں پھر تا  
 کیا جانئے کیا حال ہے یا مان عدم کا  
 وہ چہرہ پر نوز ہے اک برقی تجسلی  
 بتانے سے دل پانا کہے سے پھر ہے  
 رک ترک کے جو چلتا ہے گلے پر مرے خنجر  
 کس کس کا گلہ کیجئے یارب کہ غیب و صل  
 کیا تنگ ہے جلا دمری سختی جان سے

ہے ایک ہی صورت کردہ میری چاروں بھی  
 اے بے بھر و کچھ تمہیں آتا ہے نظر بھی  
 صد تے تری آنکھوں کے کوئی جہلم پھر بھی  
 ہین باتن ہی باتن کہ ہے کچھ تو نظر بھی  
 گہرائی ہوئی پھرتی ہے کچھ باور مسر بھی  
 یہاں میں مرے دل بھی ہے سینوں میں جگر بھی  
 میں کیا کہہ سکتی نہیں دان میری خبر بھی  
 شاید کوئی معشوق تمہیں سا ہے او سر بھی  
 اک عمر ہوئی ہے نہیں آئی ہے خبر بھی  
 کس آنکھ سے دیکھوں میں خبرتی ہو نظر بھی  
 کچھ سوچ کے انجام دے گی ہے آدھر بھی  
 کچھ دل میں ہے قائل کے ترنم کا اثر بھی  
 دشمن ہے صوفیوں کی طرح مرے جگر بھی  
 ہر وارہ چہ کہتا ہے کہ کلم کہیں تر بھی

گدرائے ہوئے باغ میں دیکھے جو شہر بھی  
اگر دھنی ایک ہی فتنہ ہے بشر بھی

جو بن مری آنکھوں میں پسند اگلب دین کا  
رہا تری دیکھ کے کچھ تین فرشتے

مقصود مراد ہے تو ایسا راہ کو شہر  
ہو گئے انہیں یہاں تین تین میں شہر بھی

+

پرو دیکھتے جاتے ہیں نکلیوں سے راہ بھی  
اگر ہے جو آنکھ کھلے وقت سے رہ بھی  
لب خشک میں ایک آن پستے میں ہو تر بھی  
ساتی ہے گل رنگ سے سائو کہیں سہر بھی  
کیا تیز چمڑی کھینچ کے نکلی ہے نظر بھی  
غلطیں گی جو کھیاں تو نکل آئیں گے پر بھی  
غائب ہے دہن یا کاڑو پوشش کر بھی  
بے شب کوئی شہر ہے دلچسپ اور بھی  
پیدا کر داس دو جہاں خانے کو کمر بھی  
دل ہو کہ جگر دو دن اور بھی میں اور بھی  
تسلیم کو آغا نہ مرا درو حبس کر بھی  
آگے نہ کہیں شام کے ہمراہ سحر بھی  
کافی مرے دب جانے کو ہے گرد نظر بھی  
سبز پھر ہے ہوئے شمس بھی جا نا ہے قمر بھی  
اگر کی قدرت کا نشانہ ہے بشر بھی

غیر دن سے میں باغ میں ہی غایت کی نظر بھی  
پیری میں بھی جا نیکی جاتی کی نہ غفلت  
پس کھدو نکل بھاگے ہو تو ہے یہ کسکے  
جانا ہے کچھ دھند کی محض میں نہ کر رہ  
جب قتل کو آیا ہے مرے غم کو قاتل  
کیا غم ہے خزان میں جو نہیں طاقت ہوا ز  
سلوک نہیں کس کو کیا متسل کہ ڈر کر  
جانا ہے جو سچ سے عدم کو نہیں پھر تا  
ہے شوق جو بالوں کے بڑانے کا تو ایک آن  
پہلو میں مرے رہتے ہیں جی دیتے ہیں اپنہ  
بیلو میں کس کا ہون کہ آئے جو مسیحا  
ڈرتا ہوں شب وصال کو تقدیر بری ہے  
اُن آنکھوں کی آفت میں ہوا ہوں میں لاغر  
ڈرتے ہیں یہ خانے سے میری جو یہ دو دن  
رخ عرش کی قدیل ہے قدیم سے قبل

وقت میں ایسا ہی رہتی ہے آداسی  
روئے ہیں مرے حل پہ دیوار بھی رہ بھی

+

پیکان ہی ترسے تیر کا پہلو میں در آئے  
 اندھ جھبیل کی سن سے مرے گھر میں  
 دھست ترے یکس کو کرے کون دم ترے  
 اندھ سے غم بخود ہی عشق کے ہم پر  
 عاشق کی طرف خود نہیں جاتے ہو تو کہو  
 آئے وہ دم باز پسین یوں مرے گھر میں  
 کوٹھے سے نزاکت تو اترنے نہیں دیتی  
 ہمسایہ ہی کے کوٹھے پر اسے کبھی وہ ماہ  
 دیکھی جو مری باس ترس کھا کے یہ بولے  
 یاد آئے اگر مجھ کو جن کچھ نفس میں  
 ہنس ہنس کے بیت زخم جگر حیرت ہے ہیں

ٹھنڈا ہو کھینچا ہی اسید بر آئے  
 اندھ سے منڈھام سے پہلے سحر آئے  
 بھکی ہی الہی کوئی وقت سحر آئے  
 ہم آپ میں آئے تو کہا تم کہ سحر آئے  
 کچھ ناوک دلدوز ہی سکین کر آئے  
 جی طرح کہیں پاؤنی پچھلے پیر آئے  
 تم آنکھوں سے دھین مرے کیونکر آئے  
 چاند اور دھنکے گھر چاندنی ہی میری گھر آئے  
 اندھ کو سے اب تری اسید بر آئے  
 دامن میں بیٹے چھل نسیم سحر آئے  
 تانی دو لگا اندھ کہ دل تک اتر آئے

کس طرح امیران سے نہا ہے کوئی الفت  
 دل دیتے کو ہر روز کہاں سے جگر آئے

ہیں استاد سے یہ تیغ قاتل کے  
 داغ افروز ہو چلے دل کے  
 شہم لیٹے تو مارنے ویدار  
 ہم سے یکہین جو طرز ناکر کشی  
 — دل میں آ کر نہ دل سے پھر نکلتے  
 سوتے کیا ہیں پڑے ہیں جگر میں  
 فیصلہ کر رہے ہیں مجنون کا  
 غم کوئین سے بچے سب کام

آؤ ارمان کھل دوزن دل کے  
 جھلکے سے چراغ محفل کے  
 صفت بد نام پر دے گل کے  
 پھول شہ چم لین غنا دل کے  
 تم تو ارمان بن گئے دل کے  
 تنکے ماند سے غریب منزل کے  
 بچ میں بڑے پروے گل کے  
 کسی کو نے میں بڑا ہے دل کے



اب تو کبر سے بھی دو پہنٹا ہے  
ہوں جو واقف جزا سے احسان سے  
کیسے مجنون کے بنگلے ہیں رقب  
عالم دل درد و داغ سے پوچھو  
سو سے وہ جبرگ کے کہتا ہے  
پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن  
تیرا تے ہی دل کو لے لے لے

چھاپے دے دیکھے خونِ بیل کے  
باتھ چین کریم سائل کے  
پا کے سلی کو پروے محل کے  
لیٹر سے راز دار چین دل کے  
بٹ نہ آپاس میرے بسل کے  
کہو کیا دل گب لگے دل کے  
اچھے آگے یہ مدعی دل کے

اُس کی رحمت ہے لوگ کہ اسی سے  
اُڑے آسینگی تفتِ شعل کے

وہ بن سہر کا دھرتے ہیں جہا کے لیے  
خیال ہی میں عزے دھل دربار کے لیے  
مجازین کی ہے اپنی نظمِ حقیقت پر  
خدا کی شان جو شوخی سے آشنا ہی دشمن  
دیانِ زخمِ من خنجرِ در کہ کے کہتے ہیں  
دکھاؤ کھا مشبہ لعل نکو پھول داغون کے  
یہ چمکیاں نہیں آتی جن ترس میں کہہ سہم  
وہ آئینِ نرسا میں چلتی نہیں زبان نہ چلے  
دمِ اخیر تو ترسانہ اپنے جلو سے کو  
نگاہِ عطف بھی خالی نہیں ہے شوخی سے  
یکس کے وصل کی ہے آرزو کہ اس بھی اب  
دل و جگر کھرے تاک کر وہ کہتے ہیں

نر سے ہیں آج دلِ دردا مشنہ کے لیے  
یہ ہے جو بہ سے تو ہونان کی بھی چھاپ کے لیے  
تو کی راہ میں پھرتے ہیں ہم خدا کے لیے  
ٹرس ہی میں ہیں وہی آنکھیں اب جہا کے لیے  
کو بے زبان تھے دیکھ میں سہا کے لیے  
نگارِ ماہون یہ ثالی ایک آسٹنا کے لیے  
جھٹائی جاتی ہے ڈاکِ بقیصا کے لیے  
نگاہِ داس تو ہے عرضِ مدعا کے لیے  
مسافروں پر ترس کسا فدا خدا کے لیے  
کسی ادا کو تو رکھ چھوڑے جہا کے لیے  
وعدہ میں ناگہ ہی ہے مری دما کے لیے  
لشائے خوب میں یہ ناوک جہا کے لیے

نیک ہی ہے مرے بال بال و حسرت  
دوست کرتی ہے کیوں بار بار سفاط

یہ سب مذاہن ہیں اغیار مدعا کے لیے  
شکست عیب نہیں گیسو دوتا کے لیے

امیر گجے کو جاتا ہوں میں تو دوسرے نبٹ  
بکارتے میں ابو حریصی خدا خدا کے لیے

کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ سسڑاتی ہوئی  
شکوہ کرین کھلاوے گی یہ چاٹ ٹھلائی ہوئی  
آنکھ میں ہر ادا کو دیکھ کر کہتے ہیں وہ  
جان بلب حسرت میں پائی ہے جو مجھ ناشاد کو  
نفس گھبرا جوں تو غصت سے خیالے یہ کہا  
کہہ تو اسے گلچین سیران نفس کے واسطے  
میں تو راز دل چسپاؤں پر چھپا رہے بھی ہے  
کیونکہ سنی میں بھی رہتا ہے یہ جو بن کا سنا  
سوخت آتی روح جاتی ہے کوئے کون اتھام  
کیونکہ ترے لب پر قسم مجلس مقرر میں ہے  
آنکھ آنکھ پر وہ بٹھے یہ بھی ہے کوئی دیکھنا  
وسل کی شب داہری بیتابی خوق وصال  
غمر و ناز و اداس میں حیا کا ہے لگاؤ  
جہاد کی جس حسین نے میری آنکھوں نے کہا  
وسل میں خالی ہوئی اغیار سے محفل تو کیا  
اٹھ گیا پردہ تحلف کا آنکھ جپٹا کئے ہاتھ  
کیا پھلے پورے گی سید دل پر آرزو

ہاں نے کیسی بس بھری محفل میں رسوائی ہوئی  
کیا جوانی پھرتی ہے جو بن پر اترائی ہوئی  
آج دیکھا چاہئے کس کس کی ہوائی ہوئی  
کیا جہنی پھرتی ہے ان ہوشوں پر ترائی ہوئی  
ایک انگڑائی سے ہم دونوں کی رسوائی ہوئی  
توڑوں وہ چار کلیان میں بھی مر جھائی ہوئی  
جان کی دشمن یہ ظالم آنکھ لہجائی ہوئی  
آنکھ انگڑائی بھی آئی ہے تو شرمائی ہوئی  
اک نگاہ واپسین پھرتی ہے گھبرائی ہوئی  
یہ نہیں بھی کیا مرے چوہان میں ہوائی ہوئی  
آزمین گھونٹ گھٹ کی لکھاوردہ بھی شرمائی ہوئی  
شرم بھی نہیں لگا ہوں سے تماشا کی ہوئی  
ہاں سے بچ چکین کہ شوخی بھی ہے شرمائی ہوئی  
میں یہ سب پاسے لگے کی تو کوہن گھائی ہوئی  
شرم بھی جائے تو میں جانوں کہ تنہائی ہوئی  
اس کے حسن و عشق میں مست ہر انگڑائی ہوئی  
یاس کے دامن میں جو یہ پوش پائی ہوئی

گرداگرد کا مشق کی تربیت تو چھوڑ کر کب

وہ سر چڑھنے لگی پاؤں کی ٹنگرائی ہوئی

شکر گلہ ستے میں مجھ اس قدر دل کے کیا امیر  
وہ جن گھوڑوں میں کچھ کھیلان میں مرجھائی ہوئی

کیا رنگ کہوں منبسط نفس پس ادب کے  
وہ آ کے تصور میں جدا ہو گئے کب کے  
غمرے رمضان میں میں وہی بیت عجب کے  
شہرین کہیں مشرق میں بھی بے جرم نہ مجھ  
جس نخل کے سائے کے تلے وہ میں شہر کے  
دیوانہ گلستان کو چلو باوہیاری  
آئیں تو وہ مشرق میں ذرا چہرے سے پردہ  
ایک ایک گڑھی روز قیامت سے ہنسی ہے  
لین ساتھ مجھے ڈرتے ہیں کیوں حضرت جلالی  
بتلاؤں گے کب مجھ کو یہ دربار کا آئین  
آئینے حسینوں تک آئے بھی نہ پاتے  
کس سے کہ میں سائل ہو جاہ لبہ و زبا  
مستغرق حقیقی میں بھی گری کی میں بائیں  
واغظ کا کہے ڈر ہے جو سانی ہو سست  
گھر بیٹھے میں ہاتھ لگی مسند بل مقصود  
جب تیغ تری؟ کے گلے ملتی ہے قاتل  
ہر راہ میں دیکھا کیے وہ مصعب و خداد  
ستے ہیں کہ آئینے حسین فاتحہ پڑھنے

پس پس گئی فریاد مری ہوشوں میں ب کے  
ہم سے رہے ہیں بوی بھی تکتا دل ب کے  
خدا بن کے کام کے ذرا اعلیٰ جب کے  
کشتے تری آندہ لگی غیہ سب کے  
ہم ہمارا روزادہ میں وہ گئے دب کے  
پتے جوار الاٹی ہے خط میں یہ طلب کے  
آگے ابھی ہو جائیں گے جیسے بن جوب کے  
کسطح کٹیں چار بہر جیس کی شب کے  
طالب میں وہ خود وہاں دیدار طلب کے  
خود ہوش نہ کھانے نہیں خدا ام ادب کے  
افسوس یہ ہے ہم ہوئے حاکم نہ طلب کے  
غالی ہے جو ایک ایک ذرا آتے میں سب کے  
قرآن میں ہی آتے ہیں آیات غضب کے  
ہم سے تو گئے نہیں گرد و نوحی ادب کے  
جب توڑ کے ہم بیٹھ رہی پاؤں طلب کے  
آتے ہیں میں یاد عزوجل کی غضب کے  
اس سال میں سب چاند ہوئے بکو جب کے  
دن پھرتے نظر آتے ہیں کچھ لڑکی شب کے

میں گو نکا مٹاری ہوں نہ مری ہو مری دھب کے  
ہیں تیرے کائنات کے قیاس کے غضب کے

کوسوں کا تناؤ ہے دعا اور جفا میں  
دو فتنہ ہے تو میں ترسے جاؤں نہ مری

بانی ہے امیر اتھو نقطہ جان کا جانا  
ہوش دھڑو تاب و توان جا چکے کب کے

سجھو کہ بزرگوں میں ہیں یہ عشق و عجب کے  
غیر سے ہیں قیامت کو تو عشق میں عجب کے  
کائنات ہی مری چالوں کو تو میں تو ب کے  
دیکھو کہ کائنات میں عجب قلوب کے  
آئے ہیں مری نہ میں جاگوں ہوئے شب کے  
جو بیٹھے دالے تھے تری بزمِ ادب کے  
دو ہام مری سے پاس میں یہ ایک تو ب کے  
نقشے یہ اڑائے ہیں تری بزمِ طرب کے  
کیا کیجیے عشق نہیں ملتا میں ادب کے  
دیکھو کہ میں کل جانیں شایان نامہ ادب کے  
سنبھدی ہیں جو ملن باندھی ہو یا ادب کے  
دل اور بھی دو چار چلتے ہی ادب کے  
ہمزاد نہیں کچھ جو رہوں ساتھ میں سب کے  
سب باتیں تو ابھی میں یہ فقر تو میں غضب کے  
لوگوں کو خطائے ہیں اور میری طلب کے  
دو دن یہ نسوڑ میں مری چھ کی شب کے  
جو چاہنے والے ہیں یہ سب کتب کے

نہ دو جو ملو حضرت قاضی سے تو ب کے  
دیا تو پری جگے مبارکی ہے اب کے  
ایا ادب جنوں وادی و خستہ میں جو ایک  
بتھانے میں آؤ گھی اسے حضرت سید زہد  
سو لیٹے اسے قبر ہم اٹھائیں تو دانا  
اپنے دو سے سامنے اللہ کے اوب کے  
ساقی نے مجھے آنکھیں دکھا کر کہی بات  
افلاک نے چمکائے ستارے تو میں سمجھا  
دل ہی میں ہے جاتے ہیں حب صلا و فوس  
شہر کر سے مرا سر نہ ہٹاؤ نہ ہٹاؤ  
سلو م نہیں خون خبیث ان کی حسین قدر  
ہی بھر کے تپے انھیں چھاتی سے لگاتے  
نی چاہے جہان جائیں جن کون جو مان  
ہر جہت کہتے ہو کہ ہم جاتے ہیں گھر کو  
ہر صبح جو ہوتے ہیں عیان غلو سماعی  
ادب سے چور ہو یا تیرہ گئی گور  
زبا انھیں لگو کو دان چاہیں گی حورین

شاخون پہ نہیں بھول پختہ ہو پہن پران  
ماتم میں مرے خاک نہا نے یہ اڑائی

دیوانہ بہار آئی نئے رنگ سے آب کے  
جو گارٹے آئے تھے وہ خود رنگ و ب کے

قرآن میں امیر آ کے میں خود کی جادو سات  
درد بردہ وہ انداز میں سب حسن طلب کے

ناز کی کہنی ہے شمر تو نگار بستہ دے  
عشق کے ساز کو پہنان کوئی کیا رہنے دے  
خلش رنگ مرخہ کا نکر اسے دل شکوہ  
ایمل اس دور میں یہی نہیں سنتا کوئی  
بے پردہ بال ہون عاقبت نہیں اڑیگی صبا  
روسیہ ہون مرعشر نہ بلا داور حشر  
اسے ننگ پوش خدا کے لیے جنگی ہزار کے  
سوجا نہیں ہیں مرے ہوش کی گہن شب بیل  
دروید رو مرے دل کو ستا یا کیوں ہے  
بب و نبت ہی نہیں جنت میں تو نہ کسی  
بے قراری جزا ثنائی ہے مجھے اس دور سے  
دل یا صبر یا ہر شمس یا جان ہی چوڑ  
کتر عین سے دورو کے نہ کر دل خالی  
دل شکستوں کی نہ توڑ اس دس کھا ایس  
اسے خاک گو غریبان کو تو برد و نہ کر  
اک کشک سی ہے مرے کو چین در کا جن

ناز کہ کتاب ہے لگی سبھی بلا بستہ دے  
دلع کچھ وہ نہیں ہے کہ چھاپا بستہ دے  
کیا مرے کی جو یہاں توں کچھ پائے بستہ دے  
تو اس قصے کو اب ذکر و قافا بستہ دے  
اک ذرا خلخ شش میں کو جھکا بستہ دے  
مجھ کو خاک کی پرے میں چھاپا بستہ دے  
کوئی دم اور نہ پنے کا مزد بستہ دے  
سے اڑیں اور ادا نہیں جو حیا بستہ دے  
چپ پر ہے یہ غریب اسکو پڑا بستہ دے  
ایسی جنت سے تو دفع میں غلبہ بستہ دے  
صفت کہتا ہے یہ پھر اسکو پڑا بستہ دے  
کچھ تو گھر میں مرے کو دردِ حنا بستہ دے  
یہ بھرا گھر نہ آجائے اسکو بے بستہ دے  
اسرا اسرے دامن کا نگار بستہ دے  
اس نئے قافلے کا کچھ تو بتا بستہ دے  
کوئی کاٹا کسی چالے میں چھاپا بستہ دے

سوچیں صفت کیے دامن چھین پر امیر

ذکر جہولون کا بیان باوصفا رہتے دے

باقین منہ چون دو انداز سخن کسا ہے  
حشر کی کچھ نہیں چلتی چہ چلن کسا ہے  
تیرے چلتے ہوئے نذرین چلن کسا ہے  
یہ نیا شعبہ اسے چرخ کہن کسا ہے  
بجہ میں اسے گہنی فستار چلن کسا ہے  
اس قدر تنگ سوا تیرے دہن کسا ہے  
تلے دہن پہ لون میں کلتو یہ چمن کسا ہے  
جواہر گرد بنے پھر وہ وطن کسا ہے  
اسکے رہنے پہ مگر قید من کسا ہے  
مظاہر اب تجھے اسے تیر فلک کسا ہے  
بوجھ تو جاؤ کہ یہ سب وطن کسا ہے  
دل دھر مکتا ہے کیا یہ کفن کسا ہے  
کاشے جہولون کی میں اراکی چمن کسا ہے

لوٹ ہو جس پہ تبسم وہ دہن کسا ہے  
فٹنے پڑتے من یہ جسے ساختہ بن کسا ہے  
پوچھ اسے تیجا ادا تیج قصا سے چل کر  
تو اسے لائے گھر نمین باور آتا  
پونک تھی ہے دور عالم کو ہوائے حامن  
بات چمن چمن کے نکلتی کو چنی میں پس کر  
چشمہ ہی من دل داغ میں فلکین کس کی  
گھر اُجڑتے ہی من بستے ہی میں لیکن بوج  
در سے ہم گئے تھے کو تو کعبے نے کہا  
تیر چکی میں کمان ہاتھ میں غصہ قریب  
میں تھوڑی غش میں دو کہتے چن گھا کر بھیجے  
نظر آتی ہے کہیں جب نئی چادر کوئی  
دیکھ کر خط ترے کالوں پہ یہ کہتی ہے بہار

ہوئے مجھ تلک کی تربت میں نکیر میں ایسا

لاش تو ہے نہیں خالی یہ کفن کسا ہے

میں کہوں گا سنے ہو یا نہ سنے  
ایسی حسرت بھری صدا نہ سنے  
پاسان کیا ہے نقش پا نہ سنے  
آشنا کی جب اسفند نہ سنے  
مگر کتنے کبھی سنا نہ سنے

نہ سنے درد دل مرانہ سنے  
دل کی بار بار وہ دہلوانہ سنے  
یوں دیان مل کد پاون کی آہٹ  
کسی آشنائے کا کیا شکوہ  
لو کہ دلچسپ ہے مرا قصہ

<p>جو کسی کو بڑا نبھانے کہے دل وہاں ٹھنڈی سانسیں لیتا ہو خوابش وصل پر وہ شوخی سے دائے قسمت جو ب کی شفا ہے دل جو کہتا ہے بے اثر ہے وہا پہلو آہستہ توڑے گلچین وعدہ وصل چکے چکے ہو حال سپہ لوں کا جو خزان نے کہا میری سرایہ را لگان تو نہو درد پر دل نشانہ دل پر درد نالے میرے سننے وہ اور تر ہے بہت اے دل وفادار نہ بکار میں دسنا ہوں تو جو کہتا ہے رات تھوڑی سی مسرتیں جید مازا ٹھوکانی ہے تعنا مجھ سے</p>	<p>وہ کسی سے بڑا نبھانے سنے کوئی فقرہ حبلا بہت نہ سنے بوسے بس جانے وہ حیا نہ سنے وہ بھی عاشق کی التجا نہ سنے درد کہتا ہے چپ دانا نہ سنے دیکھ غلام کہیں صبا نہ سنے عزت و عشوہ آدا حیا نہ سنے کہیں لبس وہ ماجرا نہ سنے بیت ہی سن لین اگر خدات نہ سنے ایسے دیکھے ہیں آشنا نہ سنے میں سناؤں اگر تو کیا نہ سنے کہیں وہ دشمن دم نہ سنے اے شکر مگر خدا نہ سنے کیا کرے کیا سنے وہ کیا نہ سنے کہیں اس شوخ کی ادا نہ سنے</p>
<p>سنہ پہ کبدین گئے ہم قیامت کے پھر وہ چنگے نصیب وقت کے چھپتی پھرتی ہیں مسرتیں پس مرگ اس ادا سے چلے جھڑکے دن</p>	<p>میں یہ فتنے کسی کے قیامت کے تم چلے دن پھرے قیامت کے گوٹھے گوٹھے میں میری تربت کے فتنے پس پس گئے قیامت کے</p>

پچلے جاتے ہیں دو ٹکڑے جیسے ہیں	کیا اچھے میں میری شکایت کے
میشس کر لڑی جوانی ہے	یہی دو چار دن میں رحمت کے
ہجر کی ایک شب نے دکھائے	سیکڑوں دن مجھے قیامت کے
جلوہ نیرم میشس و سیر پچھن	میں ترلا سے سند دولت کے
دیکھ کر دستِ رز کو پچھلے مشیخ	ابو شمسے و شوہن حضرت کے
دست دیکھو ہاوسے نالوں کا	کھڑے ہیں تصورِ جنت کے
کیا کیا کو کجمن سے شیریں نے	جھاگ سائے سے نورِ دست کے
نازی طرح اُٹھے کھانا بوت	ہم میں کھٹے تری نزاکت کے
باغ کو گون کو بسم کو داغ لے	تھے ہی پھول اپنی قسمت کے
دل کی افسردگی سے مڑ کے دی	جھلے ہیں چراغِ قربت کے

ہفت روزہ کو بتاتا ہے امیر  
گرم فقرے تری شرارت کے

دل میں جو داغ میں غامت کے	پھول میں سب یہ بلعِ جنت کے
سو کھے جب پھول میری قربت کے	دوڑے سنے سحابِ رحمت کے
وہل کے دن قریب آئے ہی	جو نہ چلنے لگے نزاکت کے
کہتے ہیں عاشقوں کو اب اُٹھیے	فرے جاتے میں اپنی قسمت کے
دل مرا اور آرزو تیر سی	جان صدقے ہو ایسی حسرت کے
تیری صورت بنا کے بیٹھ رہے	کارکن کا دکھا و صنعت کے
کیون نہورنگ آسودہ دل کا سیاہ	میں عرا دار دل کی حسرت کے
جو گئے سرج جو ٹھہرے تون میں	داؤ کیا رنگ میں نزاکت کے
دو دن عالم ہوئے تہہ بالا	تم مجھے پرے میں کیا قیامت کے



<p>رگڑے غنجر کے گھونٹ شربت کے صدقے اس پیاری پیاری صورت کے ہم تو عاشق ہیں اس طبیعت کے ہم نقاہت کے وہ نزاکت کے رنگ بھرنا مری طبیعت کے آج اربان نکلے صرست کے وصل میں عذر تھے نزاکت کے کیون چکسا دون مری محبت کے</p>	<p>پیرے کشتون کے حق میں ہیں قاتل کہتے ہیں غمکو دیکھ کر پوست جبکو دیکھا حسین لوٹ گئے وصل کو بلکہ دو دون قیدی ہیں اسکا نقشہ کچے تو اسے نقاش اسنے نمودن سے میرے دل کو نکلا قتل کو دوڑ کر چلے آئے رکھ کے غنجر لگے ہ کہتے ہیں</p>
--	--

جتنے گلے ہیں سو رہے ہیں اسیر  
یار میں سب ہماری صحبت کے

<p>و عادی تھی اسکی منزل بھی ہے خزانت سے انکی خیال بھی ہے مرعینو نکو اچھی دوا ل بھی ہے یہ گویا قضا سے ادا ل بھی ہے لہو میں جاہ سے خال بھی ہے گلے تیغ کے کیوں قضا ل بھی ہے قیامت صدا سو صدا ل بھی ہے یہ کئی میں میری وفا ل بھی ہے اقتیت میں لذت سوال بھی ہے</p>	<p>یہ گالی جواسے دلربا ل بھی ہے گلا چاہتی ہے کوئی لگ تازہ بحری زہر سے مین عیادت کی باتیں لگے پر جو رک رک کے چلا جو غنجر الہی انہیں داس کے پیڑ نیست مرے قتل کا دن ہے کیا عیادوں بہار آئی ہے چھپاتے ہیں بلبیل مرادل دو نمودن سے تلخ نہیں ہیں آہا اتجا کیون کروں جاہ گر سے</p>
---	---

ایسا بکبان شعر میں کوئی کامل  
رہی ہے تو اک بکر کامل رہی ہے

تہ نے گیسو کو سر چڑایا ہے  
خود نہیں ایریگر کے آیا ہے  
راں پھر آگئی جن میں مرے  
سجدے کرتے جن طاق ایروین  
شربہ صلیح کل میں اسے زاہر  
طرز آفت ہے روزِ فرقت بھی  
دید اتر سے کر کے، تجھ شمس  
گیسوؤں سے ضیاءِ یخ جو عیاں  
کیلئے تیرن دو خیر سے ہو لی  
ہو نہو چین زلف میں ہو گا  
نقہ طاعت جو رد کرتے ہیں تذر  
انس پیکان سے کیونہو دل کو

سروسے بھی بستہ سا ہے  
شوقِ مستون کا گھر لایا ہے  
دیکھو تربت پہ کون آیا ہے  
بہتے کعبہ نیا بنایا ہے  
ذریعہ بھی ایک حرم کا سایا ہے  
حشر نے راس اسے بٹھایا ہے  
کیا سندر نے غوطہ کھایا ہے  
نورِ مہتاب چمن کے آیا ہے  
دل بہو ہو کے رنگ لایا ہے  
بہنے دل کا پت لگایا ہے  
مسند کا پیشگی کرایا ہے  
اپن ہشکل یار پایا ہے

گھر میں روئے جن ہم ایسے ہو  
زخم کوئی جو شکرایا ہے

کیون دو شرابین اپنے دربان ہو  
نشر ان کی کیلی پکون کے  
آبلے دیکھے جب دکھاتا ہوں  
جھٹکے بل نے دام میں کیا کہا  
تھیں امید یوں ہی میں سرسبز  
چاک کرنے کی وضع پوچھتی ہے  
چاندنی کو اگر مہکنا ہے

عورین جمعی نہیں میں صوان سے  
مانگتے ہیں ہو رگہ جان سے  
چیز دیتے ہیں تو کب فرکان سے  
آب و دانہ اٹھا گلستان سے  
سینچے، سکو آب پیکان سے  
سج حشر مرے گریبان سے  
لگ لگے تڑپے اکی نشان سے

دستِ دُخت سے پیشتر اُنھے	آگے پہل نکلے ہم گریبان سے
یادِ فرنگانِ ہوئی پیامِ اہل	خون اُسنے لگا رنگِ جان سے
برگِ گل نکلے اسے ابرِ جبین	تیرے دامن مرے گریبان سے

پہول جھڑکے ہنیں نزاران میں اکیر  
 روئے نئے جلتے ہیں گل گلستان سے

کھنکھنے جہیزِ تہ ہوگی	دیکھ لینے کی تو صورت ہوگی
کچھ تو بچہ جانیں گے اُسو میرے	لاش پر تنکو جو رقت ہوگی
کہتے ہیں آئینے ہم بھی پئے دُھن	کٹھنی چوٹی سے جو فرقت ہوگی
دھل میں خام سے جو خوف رہا	سج کو کیا مری حالت ہوگی
لوگ کہتے ہیں کہ پہلی جسم کی	سیری آہوں کی خوارت ہوگی
دوڑ ساتی کہ ترے مستون کو	ہوش آیا تو قیامت ہوگی
نزع میں ہوں نہ جزاؤ آنکھیں	دیکھو پھر تنکو بھی حسرت ہوگی
کب تک اسے شیخِ حسینون ہو گریز	یہی حردن کی بھی صورت ہوگی
جسے یہی چال تو دہی دن میں	آگے تم پیچھے قیامت ہوگی
گڑاے حردے کو چسے کی	اڑکے بوسے گلِ جنّت ہوگی
یادِ غربان ہے تو کیا رنجِ فراق	شہرِ غمِ حرد کی صورت ہوگی
دمِ جون پر ہے بہت دیر نہیں	آئیے جلدِ فراغت ہوگی
آئندہ دیکھیے رنجیے نہ بے	آپ کی بھی یہی صورت ہوگی
جز دہی شہدِ نہ ڈٹے کوئی	تجھ کو ساقی سے خیامت ہوگی
لوش اُس حرد کے کو ہے چین گزی	روح اب داخلِ جنّت ہوگی
ہم بھی محشر میں طلب ہونگے امیر	کیا قیامت میں قیامت ہوگی

یار پسر کا ہے کو صحبت ہوگی  
 مری جانیں گے جو غیرت ہوگی  
 مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی  
 کون کہتا ہے قیامت ہوگی  
 قبر میں مجھ کو اذیت ہوگی  
 طیش دل کی شرارت ہوگی  
 کیا پریشان قیامت ہوگی  
 جانڈنی چادر تربت ہوگی  
 ترنس گلشنِ جنت ہوگی  
 کہتے ہیں پیر بھی زیارت ہوگی  
 نانا خانے سے جو فرست ہوگی  
 انگوس کی بھی شکایت ہوگی

خاکو زراعت میں حسرت ہوگی  
 آپ مگر غیر کے جانیں ہسم بھی  
 یہی تیا بی دل ہے تو مجھے  
 وہ تو ہونے کے نہیں گرم خرام  
 رو کیے گا نہ مرے ماتم میں  
 گرمی مسہر قیامت کیسی  
 مجھے دیوانے اگر جمع ہوئے  
 کشتہ اک چاند سے دھسا رکھا ہوں  
 آنکھ اس حور کو تکتے تکتے  
 یہ اُٹھا دینے کی حکمت جو نئی  
 دل اُٹھاؤں گھاسیں اس سے ناصح  
 میں نے شکر اٹکا کیا غیروں سے

آنند دیکھنے دو ان کو امیر  
 دیکھنا اور ہی صورت ہوگی

نہ پتلی سے پتلی مست بل ہوئی  
 جو پاؤں تھی وہ سلاسل ہوئی  
 چراغِ شمع شمعِ شمعِ شمع ہوئی  
 مجھے سانس لینی بھی مشکل ہوئی  
 جو ان ہو سکے برو کیے تال ہوئی  
 سحر کو جو کل سانسِ شمعِ شمع ہوئی  
 کلیجے میں رکھنے کے قابل ہوئی

اُٹھا پردہ تو شرمِ حائل ہوئی  
 طبیعت کہیں اُن کی ناک ہوئی  
 جب اس شعر سے مقابل ہوئی  
 بڑھا جرم اس قدر ضعفِ دل  
 چھپا دختِ رز کو سپرِ معان  
 اجل آگئی اپنی سپرِ مین پاو  
 چترِ مچھلی اس ترک کی میان سے

شبِ غم جو اس زلف کا تخیل  
 ہوا اسل اس سے تو اک دم کے دم  
 ہوا گرم رحمت کا جب تک  
 شبِ غم کی صورت نہ بھلی کبھی  
 کبھی فتنگ میں جو تیغ ادا  
 وہ لاشِ ہون باہر جو ہون آپ ہے  
 جوانی کے دن آئے نامِ خدا  
 ہوا دو وزن سکھوں سے جو شکر  
 فکر بھر کے دیکھا یکس مست  
 بڑھی قیدِ غم دیکھ کر زلفِ یار  
 چھری تیری مڑگان کی لمبی جو تیر  
 دانِ بان میں کی قبائل نے چاک  
 میں دیوانہ کیوں ہو ششِ مرگ گیا

بلا بھی بری سبکے نازل ہوئی  
 یہ بھی کدشب آنکھ کا تیل ہوئی  
 مرے جرم کی فسرد باطل ہوئی  
 بلا جو مرے عمر میں نازل ہوئی  
 قضا شوق سے بڑھ کے میل ہوئی  
 تو بھون کر ملے کوئی منزل ہوئی  
 وہ گات اب چپاؤ کے قابل ہوئی  
 کہ گنگا سے جتنا ستا بل ہوئی  
 کہ سرشارِ مغل کی مغل ہوئی  
 مرے دل کی انجمن سلاسل ہوئی  
 کہ ساقی بیڑے بھی میل ہوئی  
 یہاں تک مرے گزرتے سلاسل ہوئی  
 یہ کیسی مری مثلِ زاکل ہوئی

بڑا عرقِ کبرسون ایسر  
 تو کچھ معرفت اس کی حاصل ہوئی

حجابِ نور ایسا دریاں سے  
 رقیبوں پر جو وہ بت مہربان ہے  
 نزاعِ مرگ وہ سنی اب کہاں ہے  
 کہیں وہ ایک بوسے پر جو دنِ دل  
 ہوا تو ہے ترے عشاقی موحین  
 کہو لیلے سے اب پردہ الٹ ہے

عیان ہو کر وہاں کہیں چنباں ہے  
 ہمارا حق نصیبِ دشمنان ہے  
 قدمِ نخر کا تیرے درمیان ہے  
 کہ مال چھا کر قیمت گراں ہے  
 جہر تو اس وقت عالمِ دوان ہے  
 ترے تاقے کا مجنون سا زبان ہے

یاد پسر کا ہے کو صحبت ہوگی  
 مری جانیں گے جو غیرت ہوگی  
 مر کے بھی خاک نہ راحت ہوگی  
 کون کہتا ہے قیامت ہوگی  
 قبر میں مجھ کو اذیت ہوگی  
 طیش دل کی شرارت ہوگی  
 کیا پریشان قیامت ہوگی  
 چاندنی چادر تربت ہوگی  
 فرخس گلشنِ جنت ہوگی  
 کہتے ہیں بھر بھی زیارت ہوگی  
 نازا خانے سے جو فرصت ہوگی  
 انگوس کی بھی شکایت ہوگی

خاکھو زرا میں حسرت ہوگی  
 آپ مگر غیر کے جانیں ہسم بھی  
 بھی مینا بی دل ہے تو مجھے  
 دوا تو ہونے کے نہیں گرم خرام  
 رویے گا نہ مرے ماتم میں  
 گرمی صبر قیامت کیسی  
 مجھے دیوانے اگر جمع ہوئے  
 کشتہ اک چاند سے دھار کا ہون  
 آنکھ اس جوہ کو تھکتے تھکتے  
 یہ اُٹھا دینے کی حکمت جو نئی  
 دل اُٹھاؤں گا میں اس سوا صبح  
 میں نے منکر کا کیا غیروں سے

آنکھ دیکھنے دو ان کو امیر  
 دیکھنا اور ہی صورت ہوگی

نہ چلی سے چلی مست بل ہوئی  
 جو پاؤں تھی وہ سلاسل ہوئی  
 چراغِ شمع شمع مغل ہوئی  
 مجھے سانس مہنی بھی مشکل ہوئی  
 جوان ہو کے پردے قابل ہوئی  
 سحر کو جو گل شمع مغل ہوئی  
 کلیں میں رکھنے کے قابل ہوئی

اُٹھا پردہ تو شرمِ حاصل ہوئی  
 طبیعت کہیں اُن کی مال ہوئی  
 جب اس شمع سے مقابل ہوئی  
 بڑھا ہجر میں اس قدر ضعفِ دل  
 چھپا دھڑک کو سپرِ معان  
 اجل ناگنی اپنی سپر ہی میں یاد  
 چھری کچھکے اس ترک کی سیان سے

بلا بھی بری بجے نازل ہوئی  
 یہ سمی کہ شب آنکھ کا تیل ہوئی  
 مرے جرم کی مسرہ باطل ہوئی  
 بلا جو مرے عمر میں نازل ہوئی  
 قصا شوق سے بڑھ کے بیل ہوئی  
 تو بھون کھٹے کوئی منزل ہوئی  
 دو گات اب چپاؤ کے قابل ہوئی  
 کہ گنگا سے جتا مت ابل ہوئی  
 کہ سرخ رخص کی محفل ہوئی  
 مرے دل کی اکھن سلاسل ہوئی  
 کہ ساقی بیڑے بھی بسل ہوئی  
 یہاں نگر سے نگر سے سلاسل ہوئی  
 یہ کیسی مری نقل زاکل ہوئی

شب غم جو اس زلف کا تخیل  
 ہوا چل اس سے توڑک دم کے دم  
 ہوا گرم رحمت کا جب ٹھکر  
 شب غم کی صورت نہ بھلی کبھی  
 کبھی مت لگد میں جو تیغ ادا  
 وہ لاعلم ہون باہر جو ان آپے  
 جوانی کے دن آئے نام خدا  
 ہوا دو وزن اسکھون سوہ خوش ملک  
 نظر بھر کے دیکھا یکس مست نے  
 بڑھی قید غم دیکھ کر زلف یار  
 چھری تیری مڑگان کی اسی چو تیز  
 وہاں باغ میں کی قبائل نے چاک  
 میں دیوانہ کیوں ہو شس میں گیا

پڑا اعرناک برسوں ایسر  
 تو کچھ مسرفت اس کی حاصل ہوئی

عیان ہو کر وہاں تکھون جہان ہے  
 ہمارا حق نصیب دشمنان ہے  
 قدم نھر کا تیرے درمیان ہے  
 کہ مال جھا کر قیمت گراں ہے  
 جہد مر تو اسطرح عالم وہاں ہے  
 ترے ناتھے کا مجنون سا زبان ہے

حجابہ نور ایسا درمیان ہے  
 کہ رقیبوں پر جو وہت مہربان ہے  
 نزاع مرگ درستی اب کہاں ہے  
 کہیں وہ ایک بوسے پر جو دل  
 ہوا تو ہے ترے عشاقی موصین  
 کہو لیلے سے اب پردہ الٹ ہے

<p>آتشِ حبِ ابرو وڑے مستِ جرمِ نو زمین کی جو تھو دیکھ پاؤں میں ہزاروں خود رو رہتے ہیں اس میں ڑپ کر کہتے ہیں شکر گان کے کشتے یہ وقتِ مرگ سیلے کی دماغی تم اپنے پاؤں سے کانٹے نکالو نہیں جو جیسی ہی بیکراری صدائے شیشے سدا کی تھی</p>	<p>فلک کیا میسر وشی کی دکان ہے کہیں پوست بھی کیا پھاڑا ہے یہ دل بھی کیا تماشے کا مکان ہے یہ لذتِ زخمِ خیرین کہاں ہے اپنی خوش رہے جنوں جہان ہے بجائے ہر جو فرست کہاں ہے کوئی شاید کیا سیہان ہے ارے تیری مشقت راہِ گمان ہے</p>
<p>کوئے دھڑے تھکوتیخ اس کی امید ایسی مری تھمت کہاں ہے</p>	
<p>مہرِ الفت میں تیری جلتا ہے ہے زمانہ بھی کیا ترا جیتا ہے شمع کہتی ہے یہ پتنگوں سے حوریں کیونکر تری زبان سے سوزِ غم بعدِ مرگ بھی ہے وہی</p>	<p>صبح کا بچہ چہ دم نکلتا ہے رات دن کرو تین جلتا ہے کہو چہ جلتے سے کون جلتا ہے لب و لہجہ کہیں دن ہے ڈیوین سے دھواں نکلتا ہے</p>
<p>سے گل رنگ یہ نہیں ہے امیر دہنِ شیشہ سے لگتا ہے</p>	
<p>بدن میں جانِ شب و صبحِ داستانِ آئی ہزار طوطی و بیل نے عشق پیدا کی بہارِ جوش پہ ہے شوقِ بہنِ پھولوں میں کہا جگر نے کاب پھیرے مرِ نصفِ</p>	<p>اجل ہوا بھی ہوا سوت تو کہاں آئی نہ اسکو آئی نہ اسکو مری زبان آئی ہوئیں ہوگی جوابِ باغ میں خزان آئی ہو خاتے چ کہیں دل کی داستان آئی</p>



پہری نمرضی جب آد سے کبھی گردن

دو بادہ کش بین قدم ہنگے امیر دین

جو سیر و رخ کی جھک نفسہ و کان آئی

کرے جانان میں ہوئی ہے جو شہادۂ میری  
 آج کل آئندہ یاد ہے حیرت میری  
 بیچ میں عشق کے ہون پہ ہے یہ ہمت میری  
 ہنسنے فراتے ہیں وہ دیکھ کے حالت میری  
 پھر کیا ہے مجھے دیکھ کے مذاثینہ  
 سو پرغیا نے مرے دشت جنون کے حدیث  
 یاد آتی ہے وہم شکریہ وہ طرہ حسام  
 کیا دغا دار ہے ناگور مر اساتہ دیا  
 چارہ گرج سے کدہ ہے ابھی کیا ہے  
 کس سے شرارتے ہو تم وصل میں این بغیرین  
 ہو چکے قتل دو عالم تو کہاں عالم نے  
 چاہ سے قتل کر دیا پار سے مٹی دیدہ  
 میں نے آفرش قصور میں بھی کھینچا تو کہا  
 ہاتھ جو بن نہاں کے تو پہنچت ہی نہیں  
 نامکان میں نہ پتا ہے نہ مکان میں میرا  
 بیدار ملک وصل میں حسد آؤ نہ اشت و کبر  
 جرم گفت سے میں انکار اگر کرتا ہوں  
 یار پہلو میں ہے تنہائی ہے کبدہ سٹلے

دامن حور کے ساسہ میں ہے قربت میری  
 چڑھتی ہے منہ پہ مکرور کو بھی قسمت میری  
 تیرے گیسو سے بھی بل کرتی ہے قسمت میری  
 کیوں تم آسان سمجھتے تھے قسمت میری  
 میرے آگے سے سرک جاتی صورت میری  
 تخت پر یوں کے ادا لائی ہے دشت میری  
 ناز کرتی ہوئی چلتی ہے طبیعت میری  
 میرے گھر تک بگھے پہنچا گئی عزت میری  
 آج سنی ہوئی جاتی ہے طبیعت میری  
 میں ہوں یا ایک مرے پاس بدحسرت میری  
 آج کچھ رنگ پہ آئی ہے طبیعت میری  
 ہاے اتنی ہی نہیں مکرور دست میری  
 پس گئی پس گئی بیدار و نراکت میری  
 چکیان دل میں مرے لیتی بدحسرت میری  
 جھک کر کیا جانے کدھر لگی جنت میری  
 کہیں گیلبر کے نعل آئے نہ حسرت میری  
 آئینہ ساسے رکھ دیتی ہے حیرت میری  
 آج کیوں دل میں بھیجی شمشیر بدحسرت میری

آواز تے مین ابھی تک وہ محبت میری  
چار پھولوں کو ترس جاے گی تربت میری

حور آئی مری تربت پہ تو مین یہ سمجھا  
تجربے لے باوصبا جھکویہ امید نہ تھی

کس ڈھپائی سے وہ دل چھین کو کچھ مین امیر  
وہ مرا مگر ہے رہے جس مین محبت میری

میری تربت سے لگی بیشی جو حسرت میری  
تو بھی چاہے تہ نہ نکلے کوئی صورت میری  
آئی ہے جیس بکھر خب فرقت میری  
کیا بادیں خوب بناتی ہے محبت میری  
سج فردوس کے پھولوں کی جو تربت میری  
اتو مجھ سے بھی بھانے لگی صورت میری  
بدلی آتے ہی بد بھاتی ہے نیت میری  
کہیں نکلے تو ترے دل سے کہہ دے میری  
خضر بن بیشی ہے اس کو چو مین تربت میری  
چم لے گی ترے ہونٹوں کو شکایت میری  
کیون مٹن مین یے بیٹھے ہو محبت میری  
دیکھو عالم بھی تھی مشام کو صورت میری  
تھر کی طعنی لگی رہتی ہے نیت میری  
خاک مین جھکو ملاو لگی کہہ دے میری  
کہ کیا لیتی ہے یہ وصل مین عزت میری  
دیکھیے دیکھیے وہ آئی طبیعت میری  
میرے گم ہونے سے عالم مین پشیمت میری

بدر مرنے کے بھی چھوڑی نہ رفاقت میری  
ایسی نازک ہے ترے ہجر مین حالت میری  
وہ دم ہے سو قدیمت کی قیامت کیسی  
پھول داغون کے مرے دل مین جو دیکھو تو کہا  
چھین سے حور کے آغوش مین مین سوتا ہوں  
آنکھ دیکھ کے خراے تو ہنس کر بوے  
تو ہی کی جان کو بھلی ہے چمک عجیب لی کی  
مستی مرے کے لیے تان مین پران لگا مین  
وہ رفاقت کا پتا دیتی ہے شستا تون کو  
وصل مین پیہر کا شکوہ نہ زبان پر لانا  
کہتے مین دل ہے سیرا تو بھی کو وہود  
آنکھ صبح شب وصل جو دیکھ تو کب  
تو بھی کر کے غم سے کا نہ چھپ چھوڑا  
جھک گیا غم نہیں دیتے مین وہ مٹی تو ندین  
کہتے مین اپنی نزاکت کے مین صد تے جاؤں  
سہل دیکھ دیا آکھن وہ پہلا اٹھا  
بغزدی نے کیے بال و پر عفت پیدا

دھبہ درگشتی ہے واعظ کو کہیں کچھ ہی ہوں  
 قہر سے خشر میں یہ کچلے چسٹا یا مجھ کو  
 اسی آئینہ چوری میں ہیں دونوں استاد  
 جب میں جانوں کہ بدلتا ہے زمانہ کروٹ

مگر اُن کے گھر میں تو ہے حسرت میری  
 جانے دے وہی طرفدار ہے حسرت میری  
 جب بھی آنکھ چڑائی گئے حیرت میری  
 وصل کی آغوش سے بدل دیو شبِ نوبت میری

جان بلب ہو کے بھی دم توڑنا ہوں میں میری  
 اس قدر ضعف پر اندر سے طاقت میری

مر کے بھی یہی شگفتہ ہے طبیعت میری  
 کچھ میں جن میں دیکھے کوئی عصف میری  
 خیر ناز نے نواہ بن یا مجھ کو  
 وصل میں اُن کی عبادت کئے نکلے کیونکر  
 خاک میں جھک کر بھی ہو سے صاف نہ وہ  
 شمعِ روتی ہے بہت اس کو اُٹھالے کوئی  
 دیکھتے ہیں جو وہ آئینہ ٹوکتا ہے چمکس  
 اپنے مستون پر کڑی پڑتی ہے ساقی کی نگاہ  
 کہتے ہیں میری جگہ پیار کیا کر اس کو  
 گلہ جو کیا میں نے تو وہ بُت بولا  
 عمر گزری ہے نکلے کا نہیں ملتی ہے نام  
 تانکے کو جو وہ آیا تو پُٹ کر دیا  
 آج گھر میں مجھے جنت کا مزہ آتا ہے  
 دل سے بھی باتیں میں کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں  
 شان پیدا ہوئی ہے عشق میں معشوقی کی

چلو نکلے ساتھ کھلی جاتی ہے تربت میری  
 کہ نہیں ملتی ہے پر یوں سے بھی رنگت میری  
 آئی مقتل میں وطن چکے شہادت میری  
 دل میں مٹائی ہوئی بیٹی جو حسرت میری  
 مٹ گیا میں نہ مٹی اسے کہ ورت میری  
 جیتے جائے نہ کہیں کبھی ہے تربت میری  
 تم تو بیٹے ہو گزرتی ہے طبیعت میری  
 آج مشکل ہے کہ ثابت رہے نیت میری  
 میں نہیں تو ترے دل میں کد محبت میری  
 قد رست اللہ کی تم اور شکایت میری  
 شبِ نوبت بھی ہے غایہ کوئی حسرت میری  
 نفسِ شب بن گئی تو یہ سو تربت میری  
 گیسو جو حرکت ہے غیب و صلت میری  
 سن رہا ہوں میں کیے ہاؤ شکایت میری  
 جوڑے تیری نزاکت کا خاف میری

کہتے ہیں اس کی ہلکے سے شرماتی ہے  
 کھوئے دینی میں مرے دلوں میں زلفوں کی  
 بات سینے سے جھٹکتی تیرے میں وہ سوتے ہیں  
 من اور عشق ہم آغوش نظر آجاتے  
 اس میں روز قیامت کی نہ آواہ بھی  
 بھیجے شاہد رحمت کو اب لے رہت کریم

میری صورت کو بھی ملتی ہے جو صورت میری  
 اضمین لکھیں میں جھٹک جاتی ہونیت میری  
 رات کو روزِ سرک جاتی ہے دولت میری  
 تیری تصویر میں کج جاتی جو میرے میری  
 ہلکے گئی اسکو بھی سنا یہ شبِ فرقت میری  
 ہنسنیں کوئی نہیں سونی ہے تربت میری

افسوس کے گم نے یہ گھلایا ہے امیر  
 آنکھ میں نظر آتی نہیں صورت میری

بے ترے حالت ہے یہ گھڑا کی  
 حکم ہے باتیں کروا غبار کی  
 دل نہیں ہم سے نکلا ہیں یار کی  
 ہوں وہ لاغر در پڑا کے گر پڑا  
 اٹھ چلے جب وہ خبر دی موت نے  
 حال مجھ سے سر پہنے کا نہ پوچھ  
 خشک ہیں یار ظاہر میں تو ہو  
 دل میں رہتے تھوڑا آنکھوں میں حضور  
 جو میرے حد سے باہر ہیں تو ہوں  
 شمع کی آتش لبانی پر نہ جا  
 رجز میں باقی نہیں کچھ میرے پاس  
 فرط پیاری سے میں گھٹا نہیں  
 آکے بالیں پر صبر بولی، جل

لکھتے گل سانس سے پیار کی  
 واہ کیا فضا کشیں ہیں یار کی  
 جو گئیں آپس میں باتیں پیار کی  
 کھا کے غم کو سنا یہ دیوار کی  
 بعض بھی چلتی ہے اس پیار کی  
 دیکھ لے حالت درو دیوار کی  
 ہم نظر پہچانتے ہیں پیار کی  
 جلوہ گاہ میں دونوں میں سرکار کی  
 رحمت میں سوڑے ہے غفار کی  
 اور ہوتی ہے زبان گفتار کی  
 اک شکایت ہو تو وہ بھی یار کی  
 کوفت کھائے جاتی ہے غمزار کی  
 میں دو اہوں عشق کے آزار کی

دور خیالی

نخل تر سے عارض کے دیوانے مجھے — پھاڑے کپڑے راہ لی بازار کی  
وہ سلطان ہوں اگر تو دن میں بت — صاف آواز آئے مستنفا کی  
عاجزی کس دن مرے گھر سے گئی — ہے وہی افتادگی دیوار کی  
حشر کے دن بھی نہ وہ آئے نظر — دل میں حسرت رکھتی دیدار کی

— اے ایسا کسی لگاوش پر نہ جا  
— ار ڈالیں گئی بھگاہیں چہار کی

ہم تری الفت پوشیدہ کا بھرنے والے — دل جلے سینہ جلے آفت نہیں کرسنے والے  
عشق میں ہی سے گوارے میں گزرنے والے — سوت کی راہ نہیں دیکھتے مرنے والے  
دارغ دل سے مرے کہتا ہے یا اسکا جوہن — دیکھ اسلحہ اکبر تے ہیں ابھرنے والے  
بزم با تم میں کبھی شب ہی کو آ جا چھپک — او مر ہے سوگ کی پردے میں سنو سننے والے  
پھر بہار آئی ہے پھر ہکو جنون ہوتا ہے — کیا دن آؤ بہن فراغت سے گزرنے والے  
دیدہ دل میں رقیبوں کے بسے ہیں جا کر — میری آنکھوں میں جو مرد و لہین اترنے والے  
آخری وقت بھی پورا کیا وعدہ و نسل — آپ آتے ہی رہے مر گئے مرنے والے  
پھر کھجلی بے گل رنگ چڑھیں گے فٹے — خوشی انگوڑے کے رند و بہن اترنے والے  
آٹھے اور کو پچھو ب کو پیچھے عاشق — یہ مسافر نہیں رستے میں ٹھہرنے والے  
بام پر کھول کے زلفوں کو وہ خود کہتے ہیں — راستہ بند ہی سانپ ہیں کرنے والے  
بحر ہستی میں جو ڈوبے تو عدم میں نکلے — پارا نہ جاتے ہیں یوں پارا نہ ترنے والے  
تزع میں ہم ہیں غم عشق یہ چلا ہے — دیکھ غربت میں بچے چھوڑ نہ مرنے والے  
دل شیب مگر آد کوئی کی تو نے — روٹھے چٹکے کیوں بات نہ کرنے والے  
اب مزے اٹھیں گے اٹھتی ہے جوانی لگی — نخل امیہ سے دوپہل ہیں اترنے والے  
کیوں قیوں میں کیوں کہ یہ ہیں لڑکے — نوکر میرا تری مسکار میں کرنے والے

خون اقرار کا کرتے ہیں مگر فے والے  
 تم سلامت رہو یہ روز کے مرنے والے  
 ندیے علی جو دو گھنٹہ گزرنے والے  
 لاکھ بہان ہوں یہ مگر نہیں بھرنے والے  
 چل دیے کوڑے کے ٹنڈ فیصلہ کرنے والے  
 آنکھیں کر پٹتے ہیں کیوں بند نہ کرنے والے  
 اور مے چولون میں چلو نہ سوئے والے  
 مری جی چک اب کہیں اور روکے مٹنے والے  
 ایسے صدے بھی کتنے ہیں گزرنے والے

وقت اکھاڑ بان چلتی ہے غنیمت کی طرح  
 جان بچے کو کہا اُن سے تو ہنکر بولے  
 آسہ خیر کو بھی قاتل نے مجھے رسایا  
 مردے پر مردے مرادوں میں گزینگے تاحشر  
 تیغ و خنجر سے نہ جھگڑا سہو گروں کا سنا  
 نزع میں کیا نظر آتا ہے کوئی برق جمال  
 کبھی داغوں کے چمن پر بھی نظر حسرت سے  
 جب میں کہتا ہوں کہ مرنا ہوں تو کہتی ہے جاں  
 نزع کا وقت جو گزرا تو خوشی کیا اسکی

آسمان پر جو ستارے نکل آئے تو امیر  
 یاد آئے مجھے داغ ایسے ابھرنے والے

اور غریبوں کے مرادوں پر گزرنے والے  
 مگر بھی لیجاتے ہیں ہر گھر میں ٹھہرنے والے  
 داؤد حشر کی خدمت میں گزرنے والے  
 اور مجھے مفت سے مرنے میں مرنے والے  
 مشکین بدحوالوں میں خود بال بکھرنے والے  
 برسوں تڑپا بیٹھے دم بھر کے ٹھہرنے والے  
 سر ٹپکواتے ہیں سراپاؤں پر دھرنے والے  
 بڑے مرنے نہیں جو لڑکے ہیں مرنے والے  
 اب گلے سے نہیں ہمارا ترسنے والے  
 ہر قدم پر مسافر میں ٹھہرنے والے

اک ذرا دیکھ تو کیا کہتے ہیں مرنے والے  
 پھر کہان دل کا بتا دل میں حسین جب آئے  
 دل عشاق کے نگہ سے نہیں پر پڑے ہیں  
 سرت کہتی ہے کہ دیتے تو حسینوں پر میں جان  
 ستر پر آؤ گے نہ زمین تو گند ہے کیوں چوٹی  
 جلو سے ان برق جمالوں کے غضب میں ل کہ  
 آئے تربت پر تو دو کوٹ کے مٹا ہوئے  
 ساتھ دو چار کولے ٹھیلین گئے ہم منتقل سے  
 آرا تھکوں کا نہ توئے مجھے صابٹ کران سے  
 منتقل ہا سے بھی اپا ہی کہیں دیکھے ہی نہیں

آئے کوڑے سے ہنسا دہو کے نکھرنے والے  
 آج تک تجھ کو بھرے جاتے ہیں بھرنے والے  
 چوم لین تہ نہ تہا را یہ آبِ بحر نے والے  
 بھاگ تجھ سے دل عاشق نہیں بھگنے والے  
 گور کیسی نہیں جنت میں ٹھہرنے والے  
 چاندنی سیلی جو نکھرنے والے  
 لاہ اس طرح سنو رہے ہیں سنو رہے والے

حوریں بولیں گے جنت کو جو مستانہ عشق  
 گھر کے گھر کر دیے خالی ترے غصے نے مگر  
 دل دھڑکتا ہے مرادیکہ کے جو بن کا آبِ حار  
 غم کو نہیں سے جھینجھلا کے یہ بولا علم عشق  
 ہنسو گم کو چہ جان ہی میں جا کر لین گے  
 چاند کو داغ لگائیں جو طین وہ عفا زہ  
 روح نے پردے میں توبہ کے کیے لاکھ بناؤ

خوبیا بچان گئے اہل جو بس کو وہ امیر  
 نظروں پر چڑھ گئے سب ل سے آتر والے

کہ بگڑنے میں بھی بنے ہیں سنو رہے والے  
 مڑھتیلی پر لیے پھرتے ہیں مرنے والے  
 اب نہیں پاؤں قیامت کو ٹھہرنے والے  
 ساری دنیا کے اکٹھا ہیں سنو رہے والے  
 آنکھوں کو نہیں دیوار سے بھرنے والے  
 عرقِ شرم میں ڈوبیں گے نکھرنے والے  
 خضر کب گھر میں ہیں اہزن کو ٹھہرنے والے  
 نکڑے چوہو کے یہ کپڑے میں آترے والے  
 جان مرنے سے چڑاؤ نہیں مرنے والے  
 کہیں دبتے ہیں جانے سے ابھرنے والے  
 بال کے ساتھ سوئی ہیں بھرنے والے  
 کیا قیامت ہو وہ میں آج نکھرنے والے

لیکے دل کہتے ہیں وہ بال بھرنے والے  
 ہائے قاتل نہیں ہاتا کہیں شمشیر کھنکھرتا  
 دو قدم وہ جو چلے نھتے یہ چپلا اُٹھتے  
 بولے وہ نہ خانے میں عجب سیر ہو یا  
 کہتے ہیں کیجیے عشاق کی خاطر کب تک  
 کام آئیگی نہ ظاہر کی چپک مسخر میں  
 جھٹتے عارف ہیں وہ دنیا سے الگ رہتی ہیں  
 یوں پرہنے کے نہیں لالہ و ریحان کو لباس  
 جان لینے کا سلیقہ تو اجسمل کو آئے  
 کچھ محرم جو بندھی اور بھی ابھرا جو بن  
 زلفین ہوگی جو پریشان تو جھڑکی افشان  
 لکھتے ہیں میں جو حوروں کی خبر لیتے ہیں

عشی نے پھر کے مژ پر سے زردی یہ کہا  
کہو بیل سے کہ منقاد کی لائے مقراض  
نم کے خم ہو گئے خنقاہ عسج میں خالی  
چو مین کچی مین کر ہے جوہ و عدا وصل

ہم میں رنگ آبکی تصویر میں بہرے والے  
پھول باون کیلئے ہیں وہ کترنے والے  
دل زمستون گھر خاک گویا پھر نے والے  
کیا کہا پھر تو کہہ او کہ کے مکر نے والے

اقبال ہرسم قیامت میں نہ پھر گئے امیر  
احمد و نیا میں غریبوں پر مکر نے والے

خاک نزا و خاک کے اندر چلے گئے  
شب اٹھکے انجن سے جو تم گھر چلے گئے  
کین چلتے چلتے مڑ کے نگاہیں یہ تیز تیز  
غیر وں کے بند بند کیے بار نے جہدا  
تربت پہ میری بات اٹھا نے کا ذکر کیا  
کاب عدم کی آمد و شد کا ہے کیا شام  
موج سخت جان ہے چل نکسا قاتلون کا زہد  
دل پر ہے اختیار نہ قابو سے جان پر  
اے عصفیہ اڑد سکا جب میں ضعف سے  
آئے وہ کیوں اس آئیسے حاصل ہی کیا ہوا  
بھلی ابھی چمک کے چھپی یا وہ ناز سے  
خیشے پکار تھے مین کہ رندان باوہ نوش  
مینے ہو سے دوسا مئے آئے جو شل برق  
آنکھیں لڑا نے غیر سے نکلے تھے وہ مگر

جس گھر سے آئے تھے پھر اسی گھر چلے گئے  
ہم اٹھ کے ذآپ سے باہر چلے گئے  
دل میں مے چھو کے وہ فشر چلے گئے  
پران کے جوڑ توڑ بر ۱ ہر چلے گئے  
وہ فاسخ سے ہاتھ اٹھا کر چلے گئے  
سحر جہان میں آئے ہر شہر چلے گئے  
مقتل میں توڑ توڑ کے خنجر چلے گئے  
کیا جانے کیا وہ پھونک کے فشر چلے گئے  
آواڑ کے شوے باغ مری پر چلے گئے  
چپ تھوڑی دیر مینے اٹھے مگر چلے گئے  
جھلکی دکھا کے پردے کے اندر چلے گئے  
آئے تباہ کر کے مرا گھر چلے گئے  
مانند پر ہر سکور لا کر چلے گئے  
دیکھا جو جھکوا آنکھ چرا کر چلے گئے

کیا ہستی و عدم کا مین حال اے امیر



اس گھر سے تنگ جب ہوئیں مگر چلے گئے

جو گھر میں پھر کے ہم انکے حضور سے آئے  
خدا سامان کرین آئین شب کو وہ چھپکر  
سمندر سے اترے نہ مٹیں گویا  
خدا تو حضور کے بار بار دیکھنے بس دم  
وہاں یہ عالم کہ کپڑے بھی حسین لور کے  
دکھاؤں غنچہ رز کا جملہ داغ و گداز  
لحد میں آئے نکیر بن تو میں یہ سمجھا  
وہ باد کش چون کہ ہو جان مست حشر کو دن  
ہیں نہ تم سے رلا کچھ رسے وہی اپنے  
گناہگار سے گیسوؤں کے مکش میں  
بیز کجے لگا یا دلفریب ہوئے

کلیں مہر بلا قات طور سے آئے  
وہ دن بھی فضل خدا کی غفور سے آئے  
وہ آئے گھر سے جس غرور سے آئے  
غضب سے باز بندہ قصور سے آئے  
میں منتظر کوئی غلبہ حضور سے آئے  
کہ شرم کچھ آئے تریب حور سے آئے  
نقیب نکو بلا نے حضور سے آئے  
صدائے تفل مناجو صور سے آئے  
کہ خالی ہاتھ تو موسیٰ نے طور سے آئے  
بند سے ہوئے من زلف حور سے آئے  
کبھی جو ذکر ہمارا حضور سے آئے

امیر اپنی جو اسکین ہوں طالب دیدار  
چمک کے برق ابی کو و طور سے آئے

آکے غربت میں ہیں عیش وطن بھول گئے  
نجد میں پھرتے ہیں کیوں چار طرہ سرگردان  
اتو بھولے سے بھی کراہیں تو یاد ہیں  
میں وہ دیوانہ عربان تھا کہ مست میں عزیز  
قدیم میں بول کچا یہ کہ اسیران قفس  
بہشت بیدار ہوئے آکے ترے کوچے میں  
دل کو ہر چ میں گیسو سے رسا کے ڈھونڈا

لطف تھا ایہ قفس میں کہ چین بھول گئے  
کیا نشان مرقہ بمنان کا ہر آن بھول گئے  
جتنے وعدے تھے سب بھول گئے  
دفن کرنے لگے مجھ کو کفن بھول گئے  
فلک گل بھول گئے رنگ چین بھول گئے  
سورت خواب فراموش وطن بھول گئے  
پر یہ چوکے کہ ترا چاہو دفن بھول گئے

ساہا سال ہوئے ہیں نہیں آئی چھپکی - کیا غریبوں کو عذر دیاں دین بھول گئے

نالے گٹ گٹ کے مری دل ہی میں تھیں کہہ  
کیا بلا انکو جوئی راہ دین بھول گئے

تجھ کھینچے جو یار آتا ہے	-	اور بھی مج کو پیار آتا ہے
دل کو اب کب تر آتا ہے		سُن لیا ہے کہ یار آتا ہے
پال کھوئے جو یار آتا ہے		گھم کے ابیر پیار آتا ہے
زلزلہ دُرخ کو سنوار آتا ہے		اور کب تجھ کو یار آتا ہے
تیرے وعدے کا عشق ہے اسکو		ساتھ ہی اعتبار آتا ہے
وصل میں اسکو کئے یوایا		غصہ کیوں بار بار آتا ہے
دیکھ کر عجب کو چوڑن سے کہا		وہ تہا لا شکار آتا ہے
روزِ نکون میں جا کے دل میرا		دوستوں کو بچاؤ آتا ہے
کہا نصیبِ عدم میں ہے یارب		کہ چراگ اشکبار آتا ہے
اک نغز دل کو دیکھ کر دیکھ		کب سے امیدوار آتا ہے
دردِ دل میں مری سلی کو	-	گرے بے اختیار آتا ہے
تھکوا آتا ہے پیارِ غصہ	-	تھکوا غصے سے پیار آتا ہے
چہین آتا نہیں مزار میں آج	-	کون سوئے مزار آتا ہے
کہتے ہیں آنکھیں بند کر کو تم	-	اسی رستے سے پیار آتا ہے
گر دُکھت کو دل میں دردِ جگہ		آئے ہیں غبار آتا ہے
زندگی میں کبھی نہ آ سکتا		مر گئے پرستار آتا ہے
تیری رحمت کو دیکھ کر مجرم	-	حشر میں شرمسار آتا ہے
ذبح کے وقت دُکھی گھبراہٹ		دیکھ کر عجب کو پیار آتا ہے

تو کہان اسے قرار آتا ہے  
فستہ روزگار آتا ہے

بیقرار سی کا گھر ہے دل ہیرا  
تختہ کچھتر میں دیکھ کر اس کو

جائے شکوہ مری زبان پر مایہ  
شکر بے اختیار آتا ہے

لوٹی مین بکلیان آگن کے لیے  
جسے توڑے مجھے گن گن کے لیے  
رات روتی ہے مری من کے لیے  
سادگی گستا ہے ہر مین کے لیے  
ہو سے بھی گن کو دیے گن کے لیے  
پہول بنگل میں کھلے کن کے لیے  
مین نے دنیا چھوڑ دی جھکے لیے  
تور مین ہے ختم باطن کے لیے  
کن کا جن اور ہے کن کے لیے  
تار سونے کے دیے تنگ کے لیے  
بھینا ہے ایک کسن کے لیے  
ایک کوئی حور آنگی ان کے لیے  
تھایہ ساما من منا من کے لیے  
گھر پر مسلخ مین موڈی کے لیے  
دن گھنٹے جلتے تھوس دنگے لیے  
کھول کر منہ دیو نے تنگ کے لیے

جب سے بلبل توڑے دوتنگے لیے  
سے ندی ترخٹن سے درد نکے لیے  
دن مراد ما ہے میری راع کو  
ہے جوانی خود جوانی کا سنگار  
پاک رکھا پاک دامن سے حساب  
کون دیرانے مین دیکھے گا بہار  
ساری دنیا کے مین وہ میرے سوا  
ذرتہ ذرتہ درو سے کا زابدو  
وصل مین جنجھلا کے وہ بولو کہ اسے  
کیسیا اگر آگ سادیکھا نہیں  
باغبان بکلیان ہون کھے رنگ کی  
سب حسین مین زابدون کو تاپسند  
جائے سو نپا مندا کو جائے  
فوج کرنے میں بڑا مشاق ہے  
وصل کا دن ادرا من من مختصر  
کھا گیا ہم ناتواؤن کو سداق

صبح کا سونا چوہا بھڑا آتا مایہ

## بیچتے تحفہ ہون کے لیے

تندے اور ایسے کمین کے لیے	ساقیا بکلی سی لارن کے لیے
حویار ہا ہے جو ہون کے لیے	بھجورے دنیا میں دو دن کے لیے
دوبے قسمت وہ بھی کہتے ہیں بُرا	ہم بُرے سب سے ہو چکے لیے
پی بھی لے نام جوانی میں خراب	عمر جھڑ سے گا اس دن کے لیے
گالیوں میں ہی جتن کی ہے مزہ	اک ہنر ہے عیب بھی ان کے لیے
دھت نہ سی پاک دامن جا ہے	شیخ بھی سے پاک باطن کے لیے
کتے میں چھپے نکی بھی اچھی کہی	پردے میں بیٹھنے کے ہم ان کے لیے
دل کا مٹا من تو ترا کیا اعتبار	پہلے اک مٹا من ہو مٹا من کو لیے
چھاؤنی چھا لگی کب افوج غنم	سر مر آئی باغ میں تنکے لیے
وہل میں بولے جنگ کراہ وہ	پھول پھل سب آج ہیں ان کے لیے
بن سوز گراڑ سسی دیکھا کیے	سب حلفت ہوئے مٹن کے لیے
بچھے دھت ہو مراد شباب	یا خدا کھنا مٹا من دن کے لیے
جھاڑنی ہے کون سے گل کی نظر	بیلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے
کھا گئی سپیری جوانی کو مری	ہاے خمی یہ رات اس دن کے لیے
بوس بازی میں امین دھوکہ دے	بے گنے دس میں اس گن کے لیے

لاش پر عورت یہ کہتی ہے کیا ہے  
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

عجب عالم ہے اس کا وضع سادی شکل بھولی ہے	بھئی جانی ہے دل ہر گیارہویں ہم بولی ہے
ادھر میں کھلتی ہیں رنگ تلوار اس نے قوی ہے	ہو کی جلتی میں بھکاریاں قتل میں بھولی ہے
سیاہی دل کی سرخی میں ہے بھروسہ سستی ہے	یہ دے نے ہے ٹھوگ میں انیوں گھولی ہے

بہار آئی نہیں ہوتا ہے، الا مال دولت سے  
عجب طبعوں سے ہم دشمن کا رعب عرفانی  
گنگا کی سیر جگر سے نکل کر دیکھا ہے نادر  
پری کے تان میں دیکھی جو وہ قصیر بولی تھی  
غنائی کہوں جو آوار سے کسے عاشق و غیروں پر  
مرامی و دھرم آتی ہے زباں ہون جو محفل میں  
نظر بازی سے جلتی ہے لذت دہن دکتو زین  
اداسی سے تری تہا ہے جو مرناسہ دنیا میں  
جگاتی ہے یہ کہہ کر مری پیری چشم نازل کو  
طبع سے وہ نکلا بخون جا لپٹی ہے دشمن سے  
وہ کہتے ہیں کہ ہم انگھوں میں سب کو مار چکے ہیں  
صبا ان سر بندھی کلیں نے غنچہ کو کسی چری کی

نکالا چاہتے ہیں زندگ و غنچوں کو کھولی ہے  
گریبان ہے نہ دامن نہ پردہ ہی چھولی ہے  
نباسے کو یہ چوٹی حور نے جنت میں کھولی ہے  
میں اس صورت کا قصداً کی گھسی مٹی بولی ہے  
یہ آزادوں کی باتیں ہیں یہ انکی بولی بھولی ہے  
جنگالین انکی انگھیں و خنجر نکلی ہے ڈولی ہے  
حرے ویدار کے جوئے غنچہ رون کی یہ جمولی ہے  
تفنا کتبے میں جبکہ وہ اسی ساچھو کی گولی ہے  
بس نہاد و خنجر کی ماتی کر شب بھر جگتی ہے  
کر بھلی نے کوہ دانش افشان کی مٹولی ہے  
محبت ساری دنیا کی ہی کاغذ میں تولی ہے  
کہ تو نے صبح کو ایک دھوک کی بھٹی مٹولی ہے

امیر ایسے شکستہ مین مضامین نازک و دلکین  
منزل کیا ہے یہ پہلوں کی بھری گھٹیں کی چھوٹی

عجب ناگن ہے زلف اسکی کہ جس محفل میں کھولی ہے  
قصور میں مری کیا کیا پری صفوں پر تے ہیں  
طبع کی قشمرے پر مری نہیں جاتی حسیوں سے  
گلواری کھائی اس غنچہ دہن نے تیر مہ جوائے  
کہان ہے تھہر شاہی میں چھپر کٹ نازنین کا  
کرم کرتی ہے حرمت دیکھیے کہہ کر ہمشیر میں  
چپا کرتے نہ زلوا اسکو رو بہ شہر او ظالم

وہاں سے جو چلا ہے، شکستہ انکو ساتھ ہلی ہے  
مری نازک خیالی ان حسیوں کی بھولی ہے  
کر تھمت لٹری میں جا کر تار و ن کی ٹولی ہے  
کہ ہے جو چھپر گلشن میں مری چھوٹن کی کھلی ہے  
وہ بچوں کا گھر وند ہے یہ گریو کی کھٹولی ہے  
وہ صفت پر سبز گاردن کی یہ چھوٹن کی ٹولی ہے  
جہان تک انکے سے رہا گیا وقت میں ٹولی ہے

گئے بل بل کے خست غمِ خفاں سے ہوئی ہے  
یہ بولا چاہتی ہے پر نہ ہوے گی نہ ہوئی ہے  
نگیلی چٹوٹوں کے تاب یہ جیجی کب توئی ہٹ  
تجھے دیکھا ہے جب تارسی نے آنکھ کھولی ہے  
سک جاے نہ اوسید زنا نگ میری چولی ہے  
ابھی بگس نے آنکھیں جن میں آنکھ کھولی ہے  
ہنسی چھپ رہی ہے پس آنکھیں میں چھپ گئی ہے  
ہزاروں نغزوں پر تو چنگ کر نہ سہی ہوئی ہے

نہ روک لے سخت جانی جاؤں سے اب جان پہل کو  
خوشامد سے دل جیتا اب اس تصور کی کب تک  
اداک کی تیغ ہی سے سارمی دنیا ہو چکی پہل  
سہا ترے کیا آئے نے منہ نہیں دیکھا  
تصور میں بھی آنکھ کھینچتا ہوں تو وہ کہتے ہیں  
بہار ناؤں گل دو گھر می تو دیکھ لینے دے  
کیلے تم کہاں ہو دل کی شب دل لگانے کو  
کئی گل کی چوڑائی وصل پر پیل سے کیا ممکن

امیرس جیو غاوتی کی صورت پر نہ تم جاؤ  
بڑی عیار سے نکار ہے ظاہر میں جھوٹی

چھپا ہوا اینہیں فتنوں میں فتنہ گر بھی ہے  
تری نگاہ میں کچھ جذب کا اثر بھی ہے  
کہ مر خیال تبدیل ہے کچھ خبر بھی ہے  
کہ ایک غریب ساشاقی نکل ادھر بھی ہے  
مرے سے بغیر کے تجھے خبر بھی ہے  
کہ بعد مرگ مہری مراد پر بھی ہے  
سیر مراد مجاور بھی خوشہ گر بھی ہے  
بکارتا ہے دین سے کہیں جگر بھی ہے  
کہان وہ تیغ کو باز میں کہیں کر بھی ہے

بتوں ہی میں ہے وہ بے کچھ تجھے خبر بھی ہے  
سیان تو جان بھی سنہ دل بھی ہے جگر بھی ہے  
پشت کے تم سے تصور میں کوئی سوتا ہے  
وہ تیغ میان میں کرتے ہیں کوئی یہ کہہ دے  
یہ چھو دان محبت پر طعن اسے واعظ  
گئے جہان سے غم گر جزو کب نگاہ  
عجب رفیق ہے یہ بی کسی کہ بعد فتنہ  
جو تیر دل کی طرف اُس گلی سے چلتا ہے  
نہ دست باز میں کہیں تو کب کرین تاخر

ہوا خوشی اعتباری ہے ابھی

وگر نہ مجھ میں کہیں طاقت سفر بھی ہے  
شکر ہے آج تو اسان ہمارے نکلے

اوس پادشاک تری آنکھ سے بارے نکلے

کیا دھواں آہش رہا رکا ہے تیرا دھواں	دن کی شب ہو گئی گردون پستلے نکلے
یاد دلو اُمین دوا نکھین نہ بہن محرا کے	ہم وطن سے ہیں اسی درد کے مارے نکلے
مر گئے عشق میں ہم تم سے یہ امید نہ تھی	چاہا نسو بھی نہ ماتم میں ہمارے نکلے
شام ہوتے ہی جاتی کیسی شبِ وصل سحر	دل سے ارباب ہمارے نہ تھارے نکلے
خوب دیکھا تو کیسے چرخ نے ہم پر جو ستم	وہ بھی در پردہ تھارے ہی اشارے نکلے
کو پر جا کے جو ہم سوختے حسانِ جیشے گئے	گر میان کرنے کو پتھر سے شرارے نکلے

کو پلین پوٹین تو ان سے یہ صدا آئی امیر  
سہ پہ سو اُمین کے چلے لگا کر نکلے

نالہ بلبل سے دل پر جوش ایسی لگ گئی	روئے روتے باغبان کو کچ بھکی لگ گئی
ہم صغیر داس جہن میں ہوں میں وہ در آشنا	غنچہ بھی چٹکا دیمبر سے دل پہ گولی لگ گئی
یست پیر سخن سے بل لگ باہم تر کو	سلسلہ پیدا ہوا رفت کا سیر بھی لگ گئی
دار سے شوقی تماشا وہ ابھی ٹھہری میں ہیں	آٹھ لکھی دیوار در چھبڑ ایسی لگ گئی
ہم کجا پیدا داب فریاد کی طاقت نہیں	باغبان آواز میں بلبل کھنٹی لگ گئی
درد دل نے اٹھکے پہلو سے دھین چڑھکا دیا	رات بھر میں ایک بلبل جبا کھ میری لگ گئی

آنکھ بلی اسے امیر تھے میں بس لگ گیا  
دان لگ کر چمی ہوئی دان دل پر چمی لگ گئی

زیر گوشہ شوقی چشم پر پردہ اور ہے	اس سخن میں طرہ جست و خیز آہو اور ہے
دور آنا کس لئے کچھتی ہے شمشیرِ حال	جب کا بل سے چیان دہ تیغ ابرو اور ہے
تن منقش ہو رہے سے ہے اگر کب فائدہ	نقر کے جاے کو نیت دے وہ آؤ اور ہے
دلی ہے شہنم گلستان میں تو ہنس پڑی میں بل	پانی پانی جو کرے دل کو وہ آسوا اور ہے
وہ گلخانی خوش آیا ہے مگر گلگشت کو	جاسے سے باہر تین گل رنگ اور پو تو اور ہے

<p>لگایا ہوں تجھ میں مین ہر چند شل آب و رنگ          ہو سے یوسف مصر سے کنعان میں لائی ہو صبا          ہوا ہوس دم دیکھے کیا لگیا مری قاصد سو خط          بہر دانش جو رکازانہ بین در کار کیا          کان میں موتی جو تم پہنو بر سے یہ آبرو          یا نانا دیکھنے سے تبہبہر جا کوئی دم          جنبش ہر گمان سے لانا تاقانوں کو تو کیا          ہو تو گل رکھ چو لکھا ہم کو اٹا تھی سے صبا</p>	<p>شوقی کہتا ہے ابھی میں اور ہوں تلو اور ہے          اب دلیخ حضرت یعقوب مین ہو اور ہے          چلگیا عجاج میر پر وہ صبا دو اور ہے          جب ہم سر رکھتے سو تھی ہیں وہ لانا اور ہے          بحر سے تلو کہے میں اور ہوں تو اور ہے          میر سے تر پانے کا وقت اکو درو پہلو اور ہے          پاکین کی لڑک لے کر کہ جھا جو اور ہے          تازہ ہے جس سے طرا پناہ خوشبو اور ہے</p>
<p>آہو چین کب چننا سکتا ہے جھوٹے امیر          شیر کو جو صید کرنا ہے دھوا ہو اور ہے</p>	
<p>چشم مخمور کو کیا کام مسخ نوشی سے          زندگی بحر میں رہا جائے عسریانی میں          کبک سے ہو جو ہر آغوش تو لذت آٹھے          چپ ہو جسکی لڑن گمور کے تم نے دیکھا          تذکرہ کچھ تو کیا میسی پریشانی کا          رنگ بھرا رخیر نظر آیا جب سے</p>	<p>کم نہیں مسرمد ترا دار و دیوشی سے          مرگ کے بعد ہے کیا کام سخن پوشی سے          لطف کیا ماہ کو ہالے کی ہم آغوشی سے          کم نہیں گرد نظر سر سے غاموشی سے          آج کبھے وہ بیت زلف کی مرگوشی سے          غنچہ سان بند میں لب لذت غاموشی سے</p>
<p>علق نماض خدا خوش امیرس سے ہے          عجب ہر ترشین انسان میں حق پوشی سے</p>	
<p>ہے یقین بھر دل عاشق نہ کبھی غم میں رہے          مرگ دشمن کی خبر کنگے ہی ماتم میں رہے          شاد دل غم میں رہے عید محرم میں رہے</p>	<p>عشق جا کر جو سے حزن کے عالم میں رہے          ہم نوحی میں ہی رہے یوں کہ کوئی غم میں رہے          کچھ سیدی بھی مرے جا نہ ماتم میں رہے</p>



ہو جب تک کہ وہ عالم میں اسی غم میں رہے  
 عطوان بنکے ترے گیسو پر جسم میں رہے  
 مر بھی جائیں تو یقین ہے کہ تیرے ہم میں رہے  
 وہاں دختر نہ چلے مرسم میں رہے  
 تھنے تھے چھوٹے بڑے سب مر و عالم میں رہے  
 شہرے کوچ کے شب بھر گل و شبنم میں رہے  
 ہے غضب قتل جو دروازہ حاتم میں رہے  
 جزو کوئی نہ زخم کا مرسم میں رہے  
 موت کیونکر غسل عیسیٰ مریم میں رہے  
 ایک عالم میں رہے ہم کہ دو عالم میں رہے  
 میرے کا نہ مومن کے فرشتے مر و عالم میں رہے

غم کہاں جا کے رہیگا نہ بیگے جب ہم  
 غنچہ گل کو چین میں رہا ہے لے گل  
 شوخوں نے کسی قاتل کی کیا ہے بسمل  
 پاس عصمت سے یہ ہے حکم مرے ساتی کا  
 غم بھی ہو یا مجھے چاند بھی ہو یا مجھ کو  
 آگے بڑی ہوئی اس بلخ کی دیکھی جو ہوا  
 مع میں سائل دشنام ذرا نہ کھولا  
 چادر گر شک نہیں سودا الماس بھی  
 لب جان بخش کی ہے یاد تو مرنا کیسا  
 بخود ہی سے زن یہ حال نہ کریت کھلا  
 اور کوئی تو غم اور نہ تھا غربت میں

اپنے بیگانے کو روئے ہی کئی علمائے  
 کبھی دشمن کے کبھی دوست کے نام میں رہے

دو دن عالم سے جدا تیسرے عالم میں رہے  
 دُوب کر خندہ گل گردِ شبنم میں رہے  
 نہ رہے آؤ بھی باقی کہ خودی ہم میں رہے  
 آنکھ خورشید کی پروانے کے ماتم میں رہے  
 سبز گل پسیدی دی شبنم میں رہے  
 خارجی خاندن گمشدن عالم میں رہے  
 پھنس کے مشا کا دل گھیسو پر غم میں رہے  
 لطف تو جب ہو کہ وہ تم میں تو ہم میں رہے

دو جہان چھوڑ کے عشاق ترے غم میں رہے  
 عاقبت میں ہو تو خود عیش بیان غم میں رہے  
 موصوفیہ کی صورت یہ ترے غم میں رہے  
 حیف ہے تم سے مرنے کا ذرا غم نہ کرو  
 غیر کے رنگ میں ملنے میں کہیں اہل صفا  
 مر مر مرگ اُردا ایسی سب چوہوں کو  
 کنگھی چوٹی میں مری جان دکھاؤ وہ ادا  
 شرم کے ساتھ ہوشوخی بھی تھیں میں کیا خوب

دل میں عصیان کے ہے ایک ہندو غل غل  
چوٹا لیں توٹی جوئی نیل جلیں چہین پڑے  
باتیں ناسخ کی سنیں یاد کے نظامے کیے  
نورخیزان کی بھی پیالی ہو کوئی پھولوں میں  
اسکے سبائے کی طاقت جو نہیں ہم میں ہو  
مرگ عاشق کی خبر آئی تو جھنجھلا کے کہا  
تو ابھرتے آجھنے سے اگر بانوں کے

عقد کہتا ہے کہ کوئی یہ جہنم میں رہے  
ہر دم دشمن میں کہ تم مجلس با تم میں رہے  
آنکھیں جنت میں دین کان جہنم میں رہے  
خاندان شادی مرے نام میں رہے  
کاش اپنے ہی تڑپنے کی سکت ہم میں رہے  
روز سومرتے ہیں کب تک کوئی غم میں رہے  
بیچہ کے بجائے آنجن بھی مرو دم میں رہے

ہم وہ ہیں رنگہ دندی کا ذلے نام امیر  
آکے دودن سپر توج اگر ہم میں رہے

سوک میں بیٹھے ادا ناز بھی ماتم میں رہے  
اور ہم کون ہے غربت میں جہانم میں رہے  
کشتی سے کبھی کہ تر کبھی زمزم میں رہے  
کاش امید ہی ملنے کی تری ہم میں رہے  
چلتے پھرتے تھے مشتاق دو عالم میں رہے  
جاسکے اب چین چین گیسو پر غم میں رہے  
تلاش کی کچھ تو مری مجلس با تم میں رہے  
کیوں دھنی سینہ گندم غم آدم میں رہے  
یہ بلا جا کے کسی گیسو پر غم میں رہے  
ناک اڑانے کو ہیں چشمہ زہر میں رہے  
تیک تک یہ پری قاسم آدم میں رہے  
نوک کی بات بھی کوئی نگہ کر میں رہے

حسن مرنے کا یہ ہے جن مرے غم میں رہے  
گر غریب الوطنی بھی مرے غم میں رہے  
کبھی کبھی میں چلے اور کبھی جنت میں  
یاس و سکون بھی اور رہے نہیں دلی دل میں  
جس طرح ریگ رہے شیر ساعت میں روان  
دل کا دن ہے سوزے کو جگڑنا کیسا  
ہنس ہی دین وہ مرے پھولوں میں روئیں بھی  
بارغ جنت سما کی توبہ دلت نکلے  
سیرے مگر کہا ہے شب چہرہ روز آتی ہے  
پانی جتنا تھا وہ سب پگھلے پینے والے  
روح تاجند ہے تن میں کچھ انصاف بھی ہے  
باکی چوں سے نکلیوں میں کرو جھکنا شکار

گرمی پھر میں یاد آئی جو اُن آنکھوں کی  
 دیکھ لے پھر میں عالم جو مرے جینے کا  
 جذبہ لغت جو ہوا اپنی چین میں باندھے —  
 لیکے آغوش میں خود کو جس قسم میں ہے  
 مر نہ جائے تو اہل نزع کے عالم میں رہے  
 صبر بتلی کی طرح دیدہ شبنم میں رہے

جان اس لکھنؤ نزع پر صدقے ہے امیر  
 رنگ اگر اسکی کھاوٹ کا بھی کچھ دم میں رہے

وصل ہو جائے میں حشر میں کیا رکھا ہے  
 مکتب پوچھ نہ تو سنیشتے میں کیا رکھا ہے  
 کہتے ہیں اُسے جوانی تو یہ جو رہی نکلے  
 دل ہی خشنے گرد گردت میں تم ہے کہ نہیں  
 یاس نگہ میرے ہوئے ہے جگو گمان کچھ کچھ  
 کہتے ہیں میری بلا جانے لڑا دل ہے کہاں  
 خون عاشق کو ہے اب ہنسن میں تک مشکل  
 کہتے ہیں نازکی لذت کا تو کچھ شکر نہیں  
 میں تمہارے ہی تو جلوے کے کوشے سادے  
 یاد آتا ہوں کبھی میں تو بہن بیٹے میں  
 لذت کشتہ انداز کو پا مال بھی کر

آدمی نادر میں دنیا کے حسین لیکن امیر  
 یار لوگوں نے بریزا دیا رکھا ہے

آپ نے غیر کا خط ہم سے چھپا رکھا ہے  
 میں تغافل میں بھی سرگرم ستم دہا نگہیں  
 دیکھنا صبح کو انجام جو ہو گا اُسے شمع  
 دیکھیے دیکھیے تجھے میں وہ کیا رکھا ہے  
 آپ تو سوتے ہیں فتنوں کو جگا رکھا ہے  
 تو نے سر پر تو چنگون کو چسٹا رکھا ہے

<p>لے یہ خبر بھی تیرے دم کو لگا رکھا ہے          جا کے لے لیجے کیسے میں خدا رکھا ہے          اور یہ کیا ہے جو پہلو میں دبار رکھا ہے          تو مٹانے پہ جو آئے تو مٹا رکھا ہے          اس قیامت کو قیامت پہ اٹھا رکھا ہے          اس پر ہی نے مجھے دیوار بنا رکھا ہے          صورت نے شور قیامت کا بجا رکھا ہے</p>	<p>لاڑ سے دار کیا اسنے یہ بکھر کج سے          ہم چلے دیر سے کیسے کو تو وہ بس بولا          کہتے ہیں دل تو ہوا خون میری مرست میں          ریزہ دی نقش خودی جسے نہیں مٹ سکتا          عشر پر قامت جا مان کا ہے جلوہ موتوں          دشت رز ہوش میں آنے نہیں دیتی بکھو          سر سے گر گزرتی تو ہی کھلا دے اسکو</p>
---	---

جان بھی بھر میں دیدیتے مگر بھنے امیر  
 کسی موقع کے لیے اسکو لگا رکھا ہے

<p>نقشہ گردن کا ابھی تک نظر میں ہے          جو دلخ دنگ لائے وہ میری جگر میں ہے          کشتی ہماری عمر کی آب گھر میں ہے          جزو بدن ہے دلخ جو اپنے جگر میں ہے          پھمیلی ہے مردک جو مری چشم تر میں ہے          تصویر یار دل میں ہے نقشہ نظر میں ہے          دشمن کے دل کا داغ بھی میری جگر میں ہے          جس گھر میں ہم قیام نہ گھر ہی سفر میں ہے          کشتوں کا ڈھیر چاروں طرف رہ گز میں ہے          شاید جواب خط کیر نامہ بر میں ہے</p>	<p>اک عمر ہو گئی کہ اقامت سفر میں ہے          جو خون ابل چلے وہ مری چشم تر میں ہے          دن رات یاد ہے دردندان یار کی          ہم میں ہر نگ لار ازل سے الم نصیب          لے بحر حسن بیکر تڑپ انتظار کی          نیزگیان تصور کال کی دیکھیے          مڑتا ہے سپہ پیر بھی تو میں ہوں مستدار          دنیائے بے ثبات میں کیا ہو میں قبات          قاتل بھی سواری گھر سے نہیں ہوا          رکھا نہیں زمین پر مائے خوشی کے پاؤں</p>
---	--

یارب امیر کے بھی گن ہوں سے درگزر  
 یہ بھی تو آخر اسب غیر البشر میں ہے

یہ سب نمودِ نشانِ حقیقتِ بشرِ مین ہے  
 ہر دم جو خونِ نازِ مری چشمِ مین ہے  
 کھٹکارِ قیب کا نہیں آغوشِ مین ہے یار  
 واصل سمجھے اُسکو جو سالک ہے عشقِ مین  
 ہلکھون کے نیچے پھرتی ہے تصویرِ مین  
 کرتے ہیں اس طریق سے طے ہم وہ سلوک  
 پہلو مین سر سے دل کو نہ اسے دردِ کزِ تلاش  
 مستی کی کیا بہار ہے وغانِ یار پر  
 ہو دردِ عشقِ ایک حبِ گہ تو دورِ اکرون  
 صا دے سوالِ ربانی کا کیا کروں  
 تاسد کو با تھداغ کے صیجا ہے یار نے  
 تیرِ قضا کو ناز ہے کیا اپنے توڑ پر  
 آجبا و تنجِ بازِ کئے پس سرِ دیکھ لو  
 ساتی نے بلورِ مین کیفیتِ سین سہی

جو کچھ زبانِ تھاقم میں پیدا شجرِ مین ہے  
 تاسو دلِ مین ہے کراہتی جگرِ مین ہے  
 اسپر مہی اک کمنک سی ہادی جگرِ مین ہے  
 منزل پہ جانے اُسے جو رگِ مین ہے  
 بتلی سی اک بندھی ہوئی تارِ نظرِ مین ہے  
 سر اُسکے آستانِ قدمِ رگِ مین ہے  
 رت ہوئی تباہی کا مارا سفرِ مین ہے  
 سوسن کا پھول چشمِ آبِ گہِ مین ہے  
 دلِ مین جگرِ مین سینے مین پہلو مین ہے  
 اُڑنے کا حوصلہ ہی نہیں آںِ ویرِ مین ہے  
 خط کی نمی رسید کفِ تاسرِ مین ہے  
 اتنا آخر تو یار کی سیدی نظرِ مین ہے  
 میرے گلے پہ ہے کتہاری کمرِ مین ہے  
 پردہ مزہ کہاں ہے جو تیری نظرِ مین ہے

✓ غفر چلے کسی چڑھنے مین ہم ایسر

ساوے جہان کا درد ہمارے جگرِ مین ہے

✓ غنیمت کی آنکھ تو ہے لطف کی نظر سہی  
 چلین گئے آپ ہی ہم یکے نامہ بر نہ سہی  
 تمام خلق ہے واقف تمہیں خبر نہ سہی  
 ✓ جگر ہی ہی جگر کو چلے آؤ عمر بسر نہ سہی  
 شبِ فراق کی سے دل نہیں عمر سہی

✓ حسین توبہ وہ مردِ نبین اگر نہ سہی  
 پہنچ ہی جائے گا الکعبین تو اُسکو نازِ شوق  
 مری طیش سے مرے دل کی بقراری سے  
 تباری ایک نظرِ مین تو کام ہوتا ہے  
 یہی جہم بلا ہے تو کوئی دمِ مین ہے صبح

چڑھائے پھول نہ اس گل نے قبر پر نہ سہی  
خدا کا خوف تو کچھ کر جن کا ڈر نہ سہی

شگفتہ صورت گل داغ دل تو دین پس برگ  
بھلا نہ کہ تو برا بھی نہ کہ نہ انہیں زاہد

میر ناکشتی بجز میں نہیں ہے عیبت  
بہنہ دل کا کھل جائے لگا اثر نہ سہی

اگر ہم بگڑ میں کھلی سے لڑا نے والے  
ہو شیدا و مرے دیوانہ بنانے والے  
ہاتھ تو میں ترے گھر مال بجانے والے  
کیون مجھے گھر سے میں یہاں نہ خانے والے  
وہ جیاق و اس میں محشر کی آواز نے والے  
وہ بزرگ آئے میں ساتھ لکھے نہانے والے  
یو جہاں اٹھواتے ہیں اب لڑا اٹھانے والے  
وہ آخر مری گزری کے بنا نے والے  
تو یہ کر تو یہ کر ادول کے جھلانے والے  
ہوں پر زور ادا جھانے کے اٹھانے والے  
چار اٹھو مری تربت پہ نہانے والے  
کہ یہ کاڈ سے نہیں تابوت اٹھانے والے  
یو لے شند انہیں کرتے میں جھلانے والے  
اب جھانیں انہیں پر وہ میں جھانے والے  
یہ جڑے آئے گئے مجھ کو لگانے والے  
ہیں یہ سب خانہ خرابی کے گھرانے والے  
سیری تصویر کو سینے سے لگانے والے

طور پر اسے پیش دل میں وہ آنے والے  
آئے سامنے آئے عمن سینے کو  
خام ہوتے ہی شب وصل بکاتا ہے گھر  
دکھ کر چار طرف نکس وہ اپنا بو لے  
ہم جو چہ چہ تو قیامت میں ہوا غل آئے  
بابہ سے کاٹب اعمال کو بھی دے ساتی  
بو لے حسرت سے وہ تابوت کو کاڈھا دیکر  
اتکب جھلت عرق شرم تھیں وہ نون ہو  
اگ کبے میں لگاتا ہے یہ کیا کرتا ہے  
کشہ بچہم پری ہوں مجھے انسان نہ چھوٹیں  
سو حیرت آئے مگر وہ بھی نہ کھلے افسوس  
لاش پر میری وہ آئے تو زاکت نے کہا  
جب کہا میں نے کہ قاتل مجھے شہید کر دے  
عصمت و خرم سے کہتی ہے جاتی اُن کی  
تجہ قاتل سے میں اپنا وہ نہ منچ کر بولی  
حاک سرخ دھم داندہ سے آباد ہو دل  
اپنے آئینے سے وہ پرچھتے ہیں کون جو تم

دل سے جھنجھلا کے یہ کتاب ہے خیالِ ہلکان

کون ہو تم مجھے ہر وقت بلائے دے

کیسی راہِ عدم آباد ہے ہوا راہِ اُمید

ہمین سے سوتے چلے جاؤ ہین جانیاں

دمِ تیسرا تو ظالم ذرا نکلا ہے  
زمین بھی طور پر موسمی کی طرح راہ ہے  
وہ بظلمین جہانگیر جو سائے میانِ راہ ہے  
میں ہوں وہ کبرِ نشین جا کے دیر کے دیر  
دل و جگر کی تڑپ دیکھ کر وہ کہتے ہیں  
وہ تجھ کھینچے ہوئے کہہ رہے ہستہ میں  
ہم اسے سچ میں اغماض سے ترے بیدم  
میں اپنے ناسرا اعمال کی بلاتین لون  
ہزاروں وعدے کیے پر نہ کی دعا اکون  
گزارتے جاتے ہیں کیا جلد وصل کے دہزات  
دل و جگر بھی طرفدار ہو گئے اُن کے  
کردن میں دعوتِ پیرِ مغان تکلف سے  
کرم کرے جو وہ بندہ نواز بندون پر  
کھلے جوب ترے اقرار و وصل کرنے میں  
لباسِ فقر کا ایسا پسند ہے مجھ کو  
لڑناؤ چارہ طرہِ خم کے ختم ہے سبھاؤ

پھر اس غریبِ سافر کو زاہد راہ ہے  
کبھی تو دیکھنے والوں سے بھی نکلا ہے  
چڑھیں آنکھیں اگر عکس سے نکلا ہے  
پکارتا ہوں کوئی مُبتِ خدا کی راہ ہے  
کہ مدعی سے بھی چالاک یہ گواہ ہے  
زبان کاٹ کے رکھ دوں جو داد خواہ ہے  
ہادیِ بغض ہے گزری نکلا ہے  
جو تجھ سے رنگ پکڑاے گلیہ سیاہ ہے  
فقیر بھی ہمیں مجبور ٹون کے بادشاہ ہے  
مرے رقیب سے شاید چن صمد راہ ہے  
مرے حریف سے جا کر مرے گواہ ہے  
جو ایک بات کو زاہد کی حنا نقاد ہے  
بتوں کو ڈھونڈنے نکلین خدا کی راہ ہے  
ہو امینِ خوش کہ برابر کے وہ گواہ ہے  
بنادون پھاڑ کے گڈڑی جو رختِ شاہ ہے  
اکھٹب کو خرابات کی نہ راہ ہے

ایسے دیکھ معرفت کو یوں جانوں

کہ راہ میں کوئی مسجد نہ حنا نقاد ہے

دور کریم چہ عشر میں ہاکہ راہ سے  
 فنا جہل نہا ہو بہت کی باہ سے  
 نشان تراک نظر آئے کافے کا بجے  
 وصال مرتب انتہا ہے عاشق کو  
 ہجوم پاس سے قالب میں روح ٹھہری ہے  
 جلا میں دشت مصیبت میں جال سوزنگی  
 جو دوسرے ہو تو مرگان دم واک کی طرح  
 ہٹا کے آئندہ کھدن دل اُسکے زانو پر  
 اس آسمے پر میں پھر تاجون دشت غربت میں  
 آمارون آئندہ دل میں عکس کی صورت  
 حرمیں جرم کیا ہے یہ عفو نے تیرے  
 بٹا ہے جہر میں وہ تفرقہ جو تو بھونڈے  
 ہم اس لیلید پہ عشر سے حنہ کو پہنچے

گناہگاروں میں چپ چپ کے بیگناہ سے  
 یہ تھک وہ سے جہاں موت سے پناہ سے  
 جو اور عروج میں پودہ جو گرد راہ سے  
 گھر نہ بانٹ لگیں جب تک نہ تھا وہ سے  
 چھٹے یہ بھیڑ تو اس راہ سرد کو راہ سے  
 قدم قدم پہ بجے ڈوبنے کو چاہ سے  
 ہزار تیر دن میں انسان کو پناہ سے  
 کسی پہلے تو اس شوخ سے نگاہ سے  
 سرخ یاروں کا بوجھوں جو گرد راہ سے  
 ذرا لگاؤ سے اُسکی اگر نگاہ سے  
 کہ ہانگ لون اگر ایس سے گناہ سے  
 تو میں کہیں مرسا یہ کہیں تباہ سے  
 کہ شاید آگے ترے گھر کی جگہ راہ سے

یہ جاہ اسکی ہے جسے کنوین جھکا لے میر  
 جھکے جاہ و فن گر ڈون جو جاہ سے

کہیں غربت برستی ہے کہیں حسرت برستی ہے  
 ترے دم سے یہ سانی گری بازار سستی ہے  
 ہمارے میکے میں رات دن رحمت برستی ہے  
 جوانی کا ہے نشہ بخود ہی خوش سستی ہے  
 یہاں کیا کام تیرا تو مستان کی بستی ہے  
 تھاری تیخ دیکھا چاہیے کس پر بستی ہے

سہراہ عدم گور غریبان طرہ بستی ہے  
 حقیقت دخت رز کی کیا ہے کیلند کی بستی ہے  
 حسی مستہ میں حافظ خاص میں اوقات جستی ہے  
 زمین شاہ پرستی میں سمجھ سحر اسے حافظ  
 غمناک سے سے نگاہیں اُن کی کہتی ہیں  
 ہزاروں فکریں آرزو مند شہادت ہیں



جوانی یگی ساتھ اپنے سار ہمیش مستو نکا  
 دم سستی غم کی ہنسی باری دیکھا سے ساقی  
 جوانی داغ و بیاہی تازیانہ سپر نہ کر غافل  
 جہنم کے عشق نے اللہ تک بلکہ رسائی دی  
 ہمارے گھر میں جہنم ہوتی ہے اس جوں کی آمد  
 کہی کر دت نہیں دیتا کوئی گور غریبان میں  
 زبان حال سے کہتے ہیں تابوت و لحد غافل  
 انا دلوں پر جسے قتل میں غور رائیل چلتے ہیں  
 پنے لے ہمارے یزبان حال سے کہلکر  
 بڑا پنے ہرن ب کرے نشے جوانی کے

مرا جی ہے نہ شیف ہے نہ ساغر نہ سخی ہے  
 کشا ہلکی سی ہے بر جہنم کر کیا جستی ہے  
 رنگ سستی طاؤس کوئی دم کی سستی ہے  
 ہادی بیت پر سستی نرد بان حق پر سستی ہے  
 چہر کٹ کر بری اگر پچھانے سے کسی ہے  
 کیسی نیند سونے میں کیسی اکی سستی ہے  
 کہ سستی میں عدم کے بھی بلندی اٹھتی ہے  
 قصا اپنی کتہ باز نظر سے تیرے کستی ہے  
 شہر جانا پینچکر عرش چہر کی پستی ہے  
 ترنگین مستیوں کی ہر چھلکیں اب فائدہ سستی ہے

امیر اک غم نہ ہوا رہے یہ شعر کا کو چ  
 طباہی کے تفاوت سے بلندی اور پستی ہے

نور دی سے نور دی میں ابو غرق حق پرستی ہے  
 کہیں فائدہ کہیں کم بادہ عرفان کی سستی ہے  
 ترے قربان لے مرگ غری جلد اب یہ پہل  
 غضب کے جوش میں ہے دختر زخیر جو ساقی  
 دل دیران کو میرے دیکھ کر کہتی ہے دیرانی  
 نہ شاہ گل ہی اپنی ہے نہ دیوار چین بلبل  
 نہ گھر اسے دل و لالہ اب منزل قریب آئی  
 نہ جو آپ ہی میں اس سے چہر پائے دیکھا  
 سخا و ناز خالی رخ سے میدان محبت میں

جسے تو سستی سمجھا ہے لے غافل وہ سستی ہے  
 بقدر وسعت مشرب مقام ہے پرستی ہے  
 وطن کے دیکھنے کو روح دت سو ترستی ہے  
 بھری مٹی ہے دیکھا چاہیے کپر پرستی ہے  
 خدا آباد رکھے اس کو کیا دلچسپ سستی ہے  
 تری ہست کی کوتاہی تری قسمت کی پستی ہے  
 اسی سستی کے آگے ادھ آنا ایک سستی ہے  
 تحفہ طرہ ساقی کہ وقت جوش سستی ہے  
 سم کے تیرے پرتے میں غضب گولی بھی ہے

مہاجر اور دستِ غیر و زلفِ دلبر و شاد  
خدا جانے تاجی لگ گیا دنیا میں کیوں لیل  
قدم جس خاک پر پڑتا ہے تیرے خاکسار کا  
بلا میں جیتے جیتے ست جو جاتی ہے شاد  
دین کو نہ کر نہ گرو اس سے آتشِ لگ لگیو  
بڑا سے آدھ سا بکنگر ہے برعکس کچے پتھر  
نہیں بچتا دل پہ انگریزی زلف چہان سے

خدا کی شان جو پاتھے انکو پیشدستی ہے  
اُٹھا رک چنگر میں برحقیت سی بستی ہے  
اگر کسی کے مولوں وہ پاخانے کو سستی ہے  
وہ جو فی ارگے کے عطر میں جہوت بستی ہے  
عبادتِ خندون کو دین میں آتش پرستی ہے  
جلد ہی کو لندی جا شادست کی پستی ہے  
یہ وہ ناگن ہے جو طانس کو اڑا کر دستی ہے

امیر آئی ہے یہ آوازِ نفوسِ برہمن سے  
بُتِ پندار کو توڑو جو شوقِ بُتِ بستی ہے

غیر وار سے سا فروغ کی جا راہِ مستی ہے  
بہار آئی ہے ساقی عامِ بغض سے پرستی ہے  
ترتی لمہار میں جو چڑھن قاشِ ابرو صفت کے  
حقیقت آجنگ بُت کی نہیں معلوم زاد کو  
اہل آنے نہیں پائی کہ ہو جاتا ہے کامِ آخر  
بہاری آؤ کی گری جو دیکھی دھندلایا  
جلو میں حضرت موسیٰ سے میں دل سوختا لاکھوں  
جوا آ ہے دان سے ہے تھمر تن پر نہیں ہوتا  
خندہ و قد ہے جن کا نیک و بد سے جھک کر نہیں  
توں کو دیکھ کر کچھ کہہ تو حید پڑستے ہیں  
تری آنکھوں کو کیا شبیر دین جہتِ آہو سے  
نہ کوئی شمع لانا ہے نہ کوئی گل چڑھانا ہے

تنگو کھا شید کا ہے جا بجا چرونگی بستی ہے  
دار و دیوار سے اس کو دینِ سستی پرستی ہے  
گنگھاروں پرنا کر جوش میں کیا کیا پرستی ہے  
خدا کی شان اس پر دعوئے ایزد پرستی ہے  
ترے شجر کو قائل کیا قصدا کی پیشدستی ہے  
سدا اشد و تبرق کا بھی نہ مجلسِ سستی ہے  
سواری میں تری برتی نہالِ طور دستی ہے  
عدم میں بھی الٹی کیا کوئی ناگن کی بستی ہے  
بہارِ دوزخ و باغوں و طالی تین کستی ہے  
خدا را سنی ہے حسین و وہلی دُکھ بستی ہے  
وہاں خوشی ہی خوشی ہے وہاں غمی دُکھ ہے  
مرا دون پر غریبوں کے عجب بُت پرستی ہے

مرے دامن سے ساری روک ہو غارِ فیضان کی  
کدھر کر دیا اٹھو نکو یہ دل کی کدورت لے  
انفس کی آمد و شد پر نہ دم بھر زندگانی کا  
نئی ترکیب پائی چشم بد و نوران کی انگھٹوں نے

جنون میرے گریبان تک یہ قریب تیرا دستی ہے  
کہ خاک انگھٹوں میں غل غلہ ساعت بستی ہے  
اے غافل ہی مقرر اہل بیخ و بستی ہے  
خداون کی ہے خوشی مگر غم غملا کی مستی ہے

امیر اس راستے سے جو گزرتے ہیں وہ گمراہ ہیں

ملا ہے حسین کا کہ قزاقوں کی سی ہے

ہم کبھی ایک جہن کی نہیں سمجھتے والے  
چیمڑکی شہرے تو ہم چپ نہیں رہتے والے  
بنڈا قزاق میں کسی سے نہیں رہتے والے  
لبلا پھولوں سے کیا پوچھتی ہو حالِ چین  
گلہ زخون کاٹے رتبہ گل ہاتھ لکھاؤں  
سترل گور سے دم لیکے نہیں گے آگے  
دل نے کرمان وہ اٹھائی جن کہ کہتا ہو وہ ترک  
ہمچے ہو چکی مہر سے اب اثر میں نیچے  
انگھٹیں آماہ میں رونے پہ خدا خیر کرے  
نہ سنی گورِ غریبان میں کسی نے نہ راد  
منہ پہ تلوار کے کھینچے کہ پوری نہ پڑی  
مثل آوازِ نعلِ جابین گے صاف لے زنجیر  
قدت اللہ کی دکھلائے ہیں انگھٹیں محکم  
تو حیاں پھولوں کی لائے تھے نہ نہیں آئے  
کیا ہوا میں بھی ہون اور غیر بھی اس نعل میں

جو گنتی صفحہ پر ہیں کہ میں کہتے والے  
کبھی آئی پہ نہیں جو کہتے کہتے والے  
ہم تو اے غمزدہ میں غم پہ چین کہتے والے  
باغ میں یہ قدیم دور و زکرتے والے  
وہ بچار میں مجھے ادھم ہون کر گئے والے  
ہم سا فرین مری دھ کے رہتے والے  
آفرین او مرے بیدار کے سمجھتے والے  
زندگی حضرتِ واعظ سے ہیں کہتے والے  
اب کوئی دم میں نیا سوچ میں بیٹے والے  
کہتے بیدار میں اس شجر کے رہتے والے  
تھے دیکھے ہیں کہیں کبھی کہتے والے  
ہم تو ہر روز کی کرمان نہیں سمجھتے والے  
وہ حسین تھے جو مری انگھٹوں میں بیٹے والے  
پھولے بیٹھے ہوئے ہیں پھولوں کے والے  
غلہ کے آدم و ابلیس میں رہتے والے

گنگو معروف حق میں ہے یا رونا حق کو چانس دیکھ چمن کا ہے ہی اوقاصد بکو ہستی میں غریب الوطنی لائی ہے حق جو کہنے کا قاصد کہہ گئے کہنے والے بیٹھے رہتے ہیں جہاں چھوٹے کہنے والے اصل میں ہیں عدم آباد کے رہنے والے

سادہ کچھ نہ انہیں رہنے دو زبان میں آئیں  
ایسی اضمحناؤں میں چہرہ میں سہنے والے

جگر گئی افشان چمن پر کچھ ستارے رہ گئے - آسمان چمن پر گنتی کے ستارے رہ گئے  
ترس میں شباب زبان میں ہے ترسے جا رہی - گنگ کی صورت فقط باقی اشارے رہ گئے  
مے کے کپڑے رشت گردی میں ترو جوشی کا ستار - ہر قدم پسپا ہوئے آہو چکارے رہ گئے  
چشم داغ پر ہے عینک سے ست اعظم میں - صنف ہیری میں یہ دوبائی تہارے رہ گئے  
سخت جانی سے جو دھڑلے پڑی اُس تیج میں - چوڑے کدو کی زخون میں ہمارے رہ گئے  
بجرا الفت کے کنارے تک نہ پہنچا ایک بھی - دست دیا کہتے ہیں پر اکون نے ٹپسے رہ گئے  
اور جینا میں تو کرتے اور تم جو دستم - میرے ارمان حوصلے باقی تہارے رہ گئے  
تیج کا باقی پلا یا سبکو اُس سفاک نے - تشابہ ہم ایک دوا کے کنارے رہ گئے  
دل کی شب بھی نہ اٹھا تجھے لے موت ابھی - کیا غصہ نکالے کیا وہاں سارے رہ گئے

موت آئے یا قیامت ہو ابھی  
اب بھی دو مین جینے کے سہارے رہ گئے

آگ لگا آگ لگو گئی بھی دھواں ہو گئی ہے - چلیے چمن میں زرخس و میدار ہو گئی ہے  
جینے لکھا ہے نامہ شمس عالم آشا کو - جانے کو جان میری تیار ہو گئی ہے  
جب یار کی گلی کو میں ناتواں چلا ہوں - پر جھان میں میری جسکو دیوار ہو گئی ہے  
ہم تم چمن میں چکر جب چاروں پہنچیں - بلبل میں اور گل میں نکھار ہو گئی ہے  
سب کی نظر میں ہیں وہ گول میں ہیں ہمارے - خلوت کی کوٹری بھی بازار ہو گئی ہے

ہرکوش اب نہیں ہے ہوشیار ہو گئی ہے  
 جس دن سے کچھ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے  
 سینے سے نوک تھکے کیوں ہو گئی ہے  
 آفت ہمارے حق میں بگیا ہو گئی ہے  
 مگر یہ ہے زبان ہی مسترد ہو گئی ہے  
 بچی گلاب کی اب مفت ہو گئی ہے

کچھ نکر و خف و زکی سپہ بختان ہے لازم  
 آگور میں تھی ہے پانی کی چاب ہونہیں  
 پیاسی جو تھی بہو کی دل میں ہو بہت تھا  
 وراثت ہار گیا اٹھوا لے مرن وہ ہم سے  
 طرار نکے گیو تھے اجساد سے پر اب  
 رنگین بیان ہوئی ہے بسل یہ وصف گل میں

اک بات بہل سی ہے مگر لے میر لیکن  
 ہوشیار تھے میں شب و خور ہو گئی ہے

ہاں کیونہ جوانی سے ابھی تجور نہیں ہے  
 اشکی قدرت سے مگر دور نہیں ہے  
 فرما کے من اپنا تو یہ دستور نہیں ہے  
 خیرین ترا عاشق ہے ہر فرد نہیں ہے  
 کیا تاک رہا ہے مئے آگور نہیں ہے  
 نعروں سے گرا نا نہیں منظور نہیں ہے  
 صورت ہر نماز ہے یہ تود نہیں ہے  
 شوشہ نہیں تھر ہے جودل چر نہیں ہے  
 جلیبائے ہر فرد اس جہان جہ نہیں ہے  
 غافل یہ سر قیصر و فقیر نہیں ہے  
 بیدار ہر داغ دل رنجور نہیں ہے  
 آنکھوں سے دو دین میں کج نظر نہیں ہے

انکھ اسکی یہ کیونکر کہوں غور نہیں ہے  
 ہر جذبہ خون سے ہے پیٹ دوزخ و جسم  
 جب کبھی کرتے ہیں کرد و عم میلاد  
 فرما کہ تخلیف نہ دے کو حکمت کی  
 ہم خون جگر پیتے ہیں اسکتب شمر  
 حور و ن سے یہ کھد و نہ دکھا نیگے وہ جلوہ  
 خن برنج محبوب سے ٹھک جا نیگا ایدل  
 ہے میکہ دوزخ میں ستون کلا ہی قفل  
 اُس طرح سے ستارے بھلے گل نہو جس میں  
 ٹھکرا کے نہ بل ساغر ہے پاس ادب کر  
 شبنم جگر گل پہ چمکتی ہے ترک کیوں  
 بو سے سے ہے اکا را نہیں تو سہی ایدل

مردہ سا ایسراک سر راہ چن تھا

## تیسرا تو کہیں دو دل رنجور نہیں ہے

ایلو گریار گرفتگر عام میں ہے  
نشہِ محبت بجھے گردِ پیشِ ایام میں ہے  
دور جاری رہے ہر وقت بے لگنوں کا  
دشمنِ نگِ بدل دیتی ہے یہ عالم کا  
سہوِ نازِ مظلوم سے فہمِ بیدار  
اسمِ عظمِ سپہ سالار کو تھن ہے عیب  
دل سے میرے کدبان سے تری پوچھ کوئی  
آکھ غالی نہ دکھا لطف بھی کراسے ساتی  
جس طرف دیکھے کھولے ہوئے تنوش ہو جو  
آفتِ زلف میں ہے طائرِ دل تک نشان  
سر اسے یار لگایا کہ جنگِ یاحب و  
پر گیا گرمیِ فرقت سے پھوہ دل میں  
لب پہ تونے جو سی۔ لکے جب یا لاکھا  
یادِ گیسو سے کہاں جو خشن جنوں میں آرام  
ڈالو سے مجھے بلا نوش کو ختم کے ساتھ میں  
سرخِ دلِ ناک پھنسنے زلف پر نشانِ چہر کو  
آگِ روزِ قیامت نہ پھرے میرے نصیب  
بے در کہیں میں بجا خاک سے انسان کو شمس

جب بلاتا ہوں میں سناہوں آغلا کامیو ہے  
بے بے دلا گویا ہے تو مرے جہم میں ہے  
پڑوے ساتی نہیں تیرے خطِ جام میں ہے  
چال سے سحر قری گردشِ ایام میں ہے  
چٹک چٹک احمد یہ مراد ابھی آرام میں ہے  
سوطج کا اثر شد کے ہر نام میں ہے  
غیر کیا جانے مرزا کیا ترے دشنام میں ہے  
جام ہی جام ہے یا بے بھی کہیں جہم میں ہے  
سرفروشی کا مزہ شکرِ اسلام میں ہے  
آپ وہان مری قسمت کا اسی دام میں ہے  
کیا بلا سحر قری چشمِ سیدِ نام میں ہے  
جاسے سے دلا انگور سے جہم میں ہے  
کھل گیا شاہِ پرخشان کا عملِ خنام میں ہے  
میں ہوں آزاد تو گیا لوحِ مری دام میں ہے  
یہ تو اک گھونٹا ہو ساتی جو تری جام میں ہے  
دام ہی دام ہے دانہ بھی کہیں دام میں ہے  
جاگ اٹھے مر دے یہ غافل ابھی کیم میں ہے  
عاکل آغا سے اندیشہِ خجہام میں ہے

ہمارا نام مخلص کا مخلص ہے ایسے

یہ چڑا حنِ خدا و مرے نام میں ہے

شان حق صاف بھون کے بچ گلفام میں ہے  
 ماسی اور تو انھیں میں سے ربط قسبلی  
 جو غیبت میں مرے دل کا عذابی حافظ  
 ہے وہی دلولہ پیری میں جراتی میں جو تھا  
 دل دکھا ہے وہ عالم جو نہیں عالم میں  
 روح قاب میں ہو جگر ہے رگوں میں اب  
 کبھی خلوت میں نہاں ہو کبھی جلوت میں علانی  
 ہوں وہ میکش کہ دم طوط بھی چو خشل شراب  
 ہوس نام میں بھی لے دل آزاد و شپنس  
 آفتاب چرخ پاک سے دل ہے معمور  
 روز کی وعدہ خلافی سے ترا دھوا بھی

خلو و خاص کی بوجہ وہ گرام میں ہے  
 جسطح لام الف میں ہے آفت لام میں ہے  
 خیر ہو بادہ بیت تندرے جام میں ہے  
 ایک ہی رنگ بہاری سحر و شام میں ہے  
 دیکھ کر شید یہ عالم بھی ترے جام میں ہے  
 میں گرفتار نفس میں ہوں نفس نام میں ہے  
 دختر ز کبھی بول میں کبھی جہلم میں ہے  
 جام پوشیدہ مرے جامہ حوام میں ہے  
 پاؤں اٹھا ہوا عفا کا اسی دام میں ہے  
 پانچ بیخا زن کی مے ایک کڑو جام میں ہے  
 ماتن میری طرح گرد مشبہ لام میں ہے

منزل حبیب حق طبع عصیان ہے آئین  
 روشنی صبح کی بان تیرگی شام میں ہے

غضب کی عشو و گری روتے خشکین میں ہی  
 کہان لذیذ خط پستول ہی ہوس لب  
 تری شبیہ میں کی صفت اس قدر طاقت  
 بڑی تھا لوث سے دھبا کفن کو کیا لگتا  
 نہیں ہے نام کو بھی دل میں بوسے یکرنگی  
 گشت عتاب تو پہنا اباسیس آرائش  
 جب سالی تم سے لے عاتری  
 دکھا دام کے بھی عشق ہی صبح نے دنگ

کر شمع بجے شکن یاد کی بیسین میں ہی  
 شمول زہر سے لذت نہ انگبین میں ہی  
 سکت نہ پھر قلم صورت آفرین میں ہی  
 بجا ہے لاش امانت اگر زمین میں ہی  
 دور رنگ داکہ پیش ہے نگین میں ہی  
 جبین سے چین جو آتری تو آستین میں ہی  
 چمن جو چھوٹ گیا دست نازنین میں ہی  
 اکیرری صبح بھی بوجہ کے یاسین میں ہی

خرو کے ساتھ ہی ابرو نے بڑھ کے دو کیا  
 اٹھا کے آنکھ دیکھا شبِ صال سے  
 جو توریوں سے بل آتا خدا خدا کر کے

کمان بھی تیرے پتھر کے کہیں میں رہی  
 حیا دامن کی طرح چشمِ شرگیں میں رہی  
 تو سو طرح کی گرہ زلفِ جہنم میں رہی

بزار گرم ہوا آفتابِ حشر ایسا  
 مگر خری مرے اشکوں سے پیر زمین میں رہی

کھلے جب دھڑلے شبگون پرتو ناگن ہو گئی  
 بحر میں نہرا چنے حق میں سیر گلشن ہو گئی  
 وہ ایکس کی زلف وقتِ سیر گلشن ہو گئی  
 دھل کی شب دستِ وحشت تو کیا کیا نکل  
 چار آنکھیں ہوتے ہی جاتے ہے عبودوار  
 بھوسا دیوار ہے کون اس باغ میں نازک مزاج  
 کب چہ اظہار اُنکے گھر کا آنکھ کو نصیب  
 دو وزن آنکھوں نے کمان جرات کا دکھلا دیا  
 جب خیال زلف آیا پر گیب سینے میں داغ  
 جب نگاہ روشن تھی پروانوں کا تھا ہر جہوم  
 اُس مٹی آلود لب کے وصف کا اشدِ رشوق

کمان کی بجلی چسپاں زبردست ہو گئی  
 تیرے زہرا نگین زبانِ برگِ سوسن ہو گئی  
 باغ میں لہر کے بیچ سبزہ ناگن ہو گئی  
 چاک چولی یاد کی بوسہ دامن ہو گئی  
 کیا تھا وہ زخمی جو برقِ مندر میں ہو گئی  
 سوچ ہو گل مجھے تجھ سے آہن ہو گئی  
 کب صدفِ نرنگان دریا بان کی چلن ہو گئی  
 روستہ دوتے ایک عبادتِ ایک آئ ہو گئی  
 شام ہوتے ہی مرے گھر شمع روشن ہو گئی  
 بلبلین آئین اگر گل شمعِ رفتن ہو گئی  
 باغ میں گویا زبانِ برگِ سوسن ہو گئی

سیکشی میں تیرے مست دیے ایسے امیر  
 شاخِ آہر کھاکے بل شیشے کی گردن ہو گئی

شرم بجا ہے اگر رشوقِ خود آرائی ہے  
 شرگیں آنکھ دکھا کر وہ مبتلا دیتے ہیں  
 تنگ اگر ترے چار نے بیتابی میں

آدھی دیکھنے کو چشمِ قناری ہے  
 سحر کے پردے میں امجادِ میکانی ہے  
 جب میسا کو پکارا ہے اہل آئی ہے



شمع کو غفلت شب سرِ مینائی ہے  
 شہرِ مین داغِ جگر دارِ مصراۃ ہے  
 تیرا بختی کا یہ عالم کہ گمشا جھاتی ہے  
 حُزُنِ آنکھوں میں ہوشوں میں مینائی ہے  
 دو دن عالم سے جدا عالم تنہائی ہے  
 دورِ ساغر مرے محبوب کی انگری ہے  
 شورِ محشر سے کہو اب مجھے نیندا ہے  
 لاک الموت کو بھی نازِ مسیحا ہے  
 صبح کا دُوب تری شامت کو نہیں آئی ہے

خط سے بڑھ جائیگا اُس جہرِ روشن کا فروغ  
 کون کرنا ہے ادھر چشمِ حرم سے نظر  
 دل کے داغوں کا وہ نقشہ کہ گفستہ جو چین  
 قتل کر لگا ساڑھ ہے جہاناک باس  
 بختِ لاک ہے نہ فرشتے کا نہ انسان کا گز  
 بادِ ذوق سے چھک جاتی پر ساری محفل  
 بس بیت بنے ادبی خوب نہیں غل کرے  
 سوت کو ہم جو حیاتِ ابدی سمجھے ہیں  
 چیمپڑی کیوں ہے شبِ میل میں خفا کو

ایک سی پھرتی ہے لکری کی طرح گردِ امیر  
 مسرورِ آزاد مرا مسیح تنہائی ہے

جان بیٹے کو دامنِ جنگے قضا آئی ہے  
 سوجھ بے گئے چشمِ ناسا شافی ہے  
 فراہِ دستِ مین دسما بخت ہر جاتی ہے  
 اے اہلِ تجلیو بیانِ تیری گنالا ہے  
 آنکھ کی طرح طبیعتِ مری بھرا آئی ہے  
 یارِ ثبات جسے کہتے ہیں وہ تنہائی ہے  
 آنکھِ زگرے نے ترے دیکھنے کو پائی ہے  
 چشمِ بادام کے پرے میں تماشائی ہے  
 اب نہ چھڑو نہ ستاؤ ہمیں خندا آئی ہے  
 مجھے تھے گو کہ ہم گوشتِ تنہائی ہے

شبِ چل آنکھ تھاری نہیں خراپی ہے  
 طرزِ مستی لبِ میگوں نے ترے پائی ہے  
 کوں سا دل ہے نہیں جس میں خدا کا جلوہ  
 تیرا دان ہے خدنگِ گھرِ محسرت سے  
 ہون وہ سیکش نظر آتا ہے جو خالی شیشہ  
 زیست کیا بعدِ فنا گور میں بھی ساتھ دیا  
 تیری باتوں کے لیے کان بیٹے میں گل کو  
 اے سب اکون سا گل ہے جن آرا کہ پیار  
 کیا مزہ دیتا ہے اُس شوخ کا کہنا شبِ میل  
 یانِ نکیر بن کے جگر دُن سے پریشان جو داغ

بند و دوازے جن کس ماہ سو شرم آئی ہے  
سوچ لے دل میں کہ کس کا یہ جتنا فی ہے  
پہرون رو یا ہوں جز غم کو ہنسی آئی ہے

سخت حیرت ہے کہ ہے یار سے مجھے غلوت  
دل کو مل عشق سے قدیوں کو تلے پر ایمان  
تین فاق کی خیالات کا رہا ہے یہ خیال

عزت افتادگی و عجز سے ماخذ آئی امیر  
خوش ہوں میں زور میں چیز ٹری پائی ہے

بہت پردہ میں پردہ میں چھپا ادھر ہی کچھ ہے  
مشتوق کی چھڑون میں مڑا ادھر ہی کچھ ہے  
آگ ہے جواس گل کی ہوا اور ہی کچھ ہے  
اشقی ہوئی کوئل میں مڑا اور ہی کچھ ہے  
دھوکا ہے تجھے اُس نے کہا اور ہی کچھ ہے  
مڑا ہوں میں چہرہ ادا اور ہی کچھ ہے  
آنکھیں بھی کہتی ہیں حیا اور ہی کچھ ہے  
وہ سب ہو حرا و ہم خدا اور ہی کچھ ہے  
آسیب نہیں ہے یہ بلا اور ہی کچھ ہے  
آزان ہوا سپر کہ دلف اور ہی کچھ ہے  
میں نے تو تھیون سے سنا اور ہی کچھ ہے  
جس پہ ہے ترغش وہ دعا اور ہی کچھ ہے  
مجھ کو تو مر بیان بگلا اور ہی کچھ ہے  
درو اور ہی کچھ اور دوا اور ہی کچھ ہے  
آنکھوں نے کہا تنگ کو حیا اور ہی کچھ ہے  
آنکھوں میں ہے کھول میں بیا اور ہی کچھ ہے

اوجہ آہٹ دیکھ خدا اور ہی کچھ ہے  
اے چرخ حسین کی جفا اور ہی کچھ ہے  
نگاہ آج تو بھولن کا صبا اور ہی کچھ ہے  
آغا زجوانی میں ادا اور ہی کچھ ہے  
قاصد یہ زبان اُسکی بیان کس کا نہیں ہے  
آفت تو ہے وہ ناز بھی انداز بھی لیکن  
چہرے کو چھپائیں وہ دن کو بھی چرائیں  
عارف سے یہ کہد جو ترے فہم میں آئے  
آیا مری بالین پہ تو بولا یہ پرسی خوان  
کی اُسکی جفا پر جو وفا تو نے تو سے دل  
کہتے ہو کہ ہم درد کیا نہیں سُنستے  
بیدار کی فریاد کو کوئی نہیں سُنستا  
مشتوق سے کرتا ہے جفا کو کوئی مشکوہ  
کیا خاک ہو بیا رحمت کو استاذ  
کی میں نے بھائی ہوئی چتون کی جو تعریف  
کیا جانے کسے دیکھنا ہوں میں تون میں

کس سے میں کروں اپنے سہی کی شکایت  
ہنس ہنس کے جو وہ دل کو مرے چیمڑ جو میں  
انداز حسینوں کے سوز نے میں ہن کچھ اور  
بے لطف تو شمشیر قضا بھی نہیں قاتل  
مختہ سے تو کہا وصل کو تھکے گرا سے جان  
ہم مہر بھی گئے مر کے ہوئے خاک بھی لیکن

سجھا ہے وہ کچھ حال مزا اور ہی کچھ ہے  
آج اسکے ترپنے میں مزا اور ہی کچھ ہے  
بگڑ میں تو بگڑنے میں ادا اور ہی کچھ ہے  
لیکن ترے خیر میں مزا اور ہی کچھ ہے  
آنکھوں نے اشدان میں کہا اور ہی کچھ ہے  
ظالم ہی کہتا ہے وفا اور ہی کچھ ہے

عادت تو ایسی رچی ہے فریاد و دعا کی

پریشیور تسلیم و رضا اور ہی کچھ ہے

ہم گئے آنے کی جہاں کے غم سے آئی  
ہوئے دو مری شکل جو میرا نفس آئی  
غلت شب بوقت کی یہ جہاں مری گھر میں  
اتنا تو چہا ہجر کی شب صبح کا پاؤ  
کیا یہ بھری ہے کہ ہوئے عشق کو برسوں  
جہاں کی صورت سے آنکھوں میں جگہ دی

افسوس اجل مہارت دم پیشتر آئی  
دیوار کہاں سے مرے گھر میں یہ دور آئی  
جب وہ پہرائی تو میں سمجھا سحر آئی  
صد شکر کہاں میں سفیدی نظر آئی  
اب تک نہیں معلوم طبیعت کہہ کر آئی  
دامن سے لگی گھر میں جو گر و غم آئی

جہاں تھی ایسی رچی صبا سے جو نظر میں

شام آئی مرے گھر میں تو سمجھا سحر آئی

کہتے ہیں وصل میں پوری تو نہ خلوت ہوگی  
وہ قدم تم جو چلو گے تو وہ رخصت ہوگی  
اتنا تو ہوں میں تو کیا جب شب صبح ہوگی  
لذت جو بھی لب پر نہیں لا سکتا ہوں  
میرے دشمن ہیں ہر ان ہوں خدا میں پیکر

ساتھ کیلی ہوئی ہر دم مری مصمت ہوگی  
ساتھ کیا غم کریں کھانے کو قیامت ہوگی  
دیکھنا میری طرف بڑی نزاکت ہوگی  
شکر بھی میں جو کروں گا تو شکایت ہوگی  
غم مزا ہو گا میں ہو گا تری حسرت ہوگی

و اٹھنا کہ وقت میں دو کام نہیں ہو سکتے  
 بے گناہوں کا کب خون اسی ظالم نے  
 طیش برق کے برین طور پر اب تک چرچے  
 دیکھا ہے دل کہیں دھوکا نہ دیا کا کھانا  
 جب کہا صفت سے مرزا ہوں تو ہنس کر بولے  
 عرصہ حشر کیا ناز و خراہ است کہان  
 کتنے ہیں سب کچھ ابھی ہے جو خراب مل آئے  
 ذکر حشر آگے قائل تو یہ سوچ آتا ہے  
 نزع میں آپ کہان آئے ہیں کٹھن اٹھیں  
 حشر میں میرے گناہوں کی تو ہوگی پیچھے  
 درد بھی اٹھ کے شب میر میں کہ اٹھا ہے

تو بہ کر لیں گے جو بے چہنے سو فرصت ہوگی  
 نا امید سے امید نہ کو شکایت ہوگی  
 کبھی تری ترے دیدار کی حسرت ہوگی  
 غم کی آدھ میں پوشیدہ خوار است ہوگی  
 اُس سے کیا ٹوٹیکا دم جس میں مذاقت ہوگی  
 جا میں گئے چہنے پلانے سے جو فرصت ہوگی  
 پھر نہ آنکھوں میں موت مذاقت ہوگی  
 ہا سے اُس روز تجھے کیسی ندامت ہوگی  
 جائے جائے ہونی ہے جو حالت ہوگی  
 اور گنہگار دن کے آگے تری حسرت ہوگی  
 بھائی مجھ سے نہ ترے دل کی رفاقت ہوگی

یار آیا ہے عیادت کو تڑپ اور مایوس  
 اٹھ کھڑا ہوگا وہ غمخیز جو طبیعت ہوگی

کیا کہا دم بھی نہ کھلے گا جو افسانہ ہوگی  
 شمع جی یون ہی جو بے چہنے کی عادت ہوگی  
 آرزو وصل کی اس ڈر سے نہیں کر سکتا  
 تہہ پہنچے گا نہ محشر میں گنہگار دن تک  
 ہے سب دل نہیں بچیں ہوا جا رہا ہے  
 کچھ بھی کھلی نہ رہے قدرِ قدر کے آگے  
 دل کو دیکھا ہے گی تسکین کسی کی تصویر  
 ابھی بیٹھے ہو تو آفت ہے آفت برپا

جان بھی کیا کوئی ظالم تری حسرت ہوگی  
 ایک دن ہیں یہ دستارِ فضیلت ہوگی  
 دل شکستہ مرے ہم تری فرقت ہوگی  
 راہ رو کے ہوئے گھیرے ہو وقت ہوگی  
 چکیاں مٹی کیسی کوئی حسرت ہوگی  
 تجھے تھے کوئی بڑی چیز قیامت ہوگی  
 جان بچنے کی یہی رہبرین سورت ہوگی  
 اٹھ کھڑے ہو گئے تو ایمان قیامت ہوگی

سول پوچھو نہ مرے دل کا مری جان مجھ سے  
 نزع میں کہتے ہو عیون کو ہے نہ جتنا مشکل  
 ہوسا لگا جو پس و پیش تو بولے بان بان  
 دختر روز کا بھی جو بن نہ ابھارے جس کو  
 جب کہا میں نے کہ کچھ دن ہی سے آنا تو کہا  
 سستیاں وصل میں عصمت کو تو سمجھا ایسی لگی

تم جو بے لگے خوشی سے وہی قہر ہو گی  
 کیا تہا دی ہی سی انکی بھی طبیعت ہو گی  
 اجڑہر وقت مری جان پر آفت ہو گی  
 ایسی تڑپ کسی زہاد کی طبیعت ہو گی  
 شام سے پہلے ہی آئی تری خامت ہو گی  
 نہ ملے گی مری دشمن جو نزاکت ہو گی

جیسے جی وہ نہ ہوا صاف تو سمجھا میں اکیر  
 مٹی دینے کے لیے گرد و کدور صاف ہو گی

روز و وقت بھی میں وصل کی لذت ہو گی  
 کیا خبر بھی کہ جوانی تری آفت ہو گی  
 کہیے جو چاہیے مسجد میں غائب وہ خط  
 کہتے ہیں قہر کی حالت میں تو ہوا طالب وصل  
 ایک کی ایک کو جو گی نہ خبر عشرہ میں  
 درد دل کہنے لگا میں تو وہ بوسے بس میں  
 گدگدا بھی نہیں سکتا میں شب وصل آنکو  
 صبح سے جب یہ غریب آگ سے ٹکس رہا تو  
 نار و دھنچ پگان سے مجھ سے غایب حسن  
 قبر کے زعب سے پیچھے جو نہیں گے محرم  
 حسرت مردہ بھی ٹھیکگی نہ میرے دل سے  
 کسفس دیوانہ کیسو کی یوہین گردوا دو  
 ہر خط کو ہر خط سے جو سنتے ہیں گشت میں

گردش چشم بری گردش قسمت ہو گی  
 بات کرنی بھی غریبوں کو مصیبت ہو گی  
 آپ سے ہم سے تو سہانے میں حضرت ہو گی  
 کیسے کل کیلئے گئے جب تم چھاریت ہو گی  
 نیکی جو سب کی خبر وہ تری رحمت ہو گی  
 بیٹھے بیٹھیں میں گئے جو فرست ہو گی  
 لب نازک کو ہنسی سے بھی اذیت ہو گی  
 دن چڑھے کیا ترستے بیٹنے کی صورت ہو گی  
 خون ہے تو کوئی تیری ہی خراست ہو گی  
 دل بڑھائی ہوئی آگے تری رحمت ہو گی  
 اسی دیرانے میں ہلکی کہیں تربت ہو گی  
 گنگمی چوٹی سے تعین کا سیکو فرست ہو گی  
 پختی باغ ہے اب تیرے رعایت ہو گی

سبح کہ چکا گلہ چہ نس کی مستی میری  
صد تے اُن ہونٹوں کی جسے یہ نکلیت ہوگی

بڑی ہے صفت زلف نمودار کی امیر  
آگے بڑھ کر یہی چوٹی کی ریاست ہوگی

ہر قدم پر جو یہی ناز کی صورت ہوگی  
ہاے کیا نزع میں اسوقت قیامت ہوگی  
دل تر پتا ہے کہ میں تو یہ آنا ہے خیال  
بجلی بجلی جو جسم کی تو ہوا وہ شوق  
بڑی سرکار ہے وہ میرے گزشتہ میں  
اُن کی تصویر سے اے دل بلیٹ درنا نہیں  
بے سبب غصہ کشی کیا فتنہ کرتے ہیں  
دیکھ لگا مری حالت جو محبت میں تو بھر  
تھکتے ہیں آج اُدھر جاے گا وہ حشر خرام  
دہل کی شکے دعا تم نے ہی آئین کہی  
چہوئے سے قد پر شاس زلف کو جانا ایدل  
چارون کا ہے ترا طنطہ منعم اک روز  
سخت جانی بگھے مرنے جو نہ دیگی دیم ذبح  
روزِ محشر نے درازی یہ کہاں سے جانی

کبھی آئیگا وہ دل میں کبھی آنکھوں میں امیر  
یہی خلوت مری ہوگی یہی جلوت ہوگی

چچ مرزا نس رنگ تہسہ کی جو رقم کی  
کیا زامہری موت نے کی خضر کی صورت  
چمکی وہ عبادت کہ یہی نوک کلمہ کی  
بند آنکھ ہوئی تھی کہ کئی راہِ عدم کی

چلتی ہے کہیں خواہش دیدار دوبارہ  
ہر چند وہ کم عمر بہت بین پر ابھی سے  
ہے غیر کے سینے میں جو داغ غم ابرو  
آتے ہیں بہت منزل ہستی میں مسافر

پھر ہفت سیر طور کسی روز نہ چکی  
رفتار قیامت کی ہے باتین میں تم کی  
روشن ہے صنم خانہ میں قندیل حرم کی  
دیتا نہیں بر کوئی خسراہل عدم کی

تھا وحیان امیر اسکی گل کا جو پس مرگ  
آئی مرے م قدم ہوا باغ اوم کی

خوفان مرے رونے کے سمندر کی بڑھیں گے  
جنت کے جو طالب ہیں سدبارین پر جنت  
ہر چند کہ کین میں ہے یونٹا سدا نکلا  
قسمت سے جو پایا شرف خدمت مہدی  
دوزخ کے سزاوارہ فردوس کے قابل

انجم کے چراغ کو کی صدمت بڑھیں گے  
اپنے نہ قدم کو چو کوہ سے بڑھیں گے  
ہونے دو جان سرو صوبہ کی بڑھیں گے  
پیلے قدم اپنے صفت شکوے بڑھیں گے  
ہم لوگ تھرا بعب محشر سے بڑھیں گے

کام آئین گئے محشر میں امیر اشک غم شاہ  
تجست میں یہ قطرے دُرد گوہر سے بڑھیں گے

جان لیکر بھی نہیں دل سے یہ ہٹنے والے  
آج تو دعوت سے آپ کو کرنی ہو گی  
کی نظر بھی تو نگاہ غلط انداز سے کی  
کو سے قائل میں جو چلتا ہو چلو مشافقہ  
دامن اُس گل کا یہ کہتا ہے کہ ہکو نہ چھو  
دستِ جان سے گریبان کے اڑی گھر پر ہے  
سیان میں تیغ دوکان ہے تو کہتی ہے تعصنا  
اپنے خناتوں سے گھر نکلت نہ کر اوشا بدہر گ

تیرے گیسو میں بلا ہو کے پٹنے والے  
رندیوں حضرت واعظ نہیں ہٹنے والے  
تیرے ہی تم نے لگائے تو اچھٹنے والے  
ہار جنوں کے میں سرکار میں ہٹنے والے  
ہم کمالو سے بھی بڑھ کر ہیں سٹنے والے  
اسے جنوں و ترقی خاتون نہیں ہٹنے والے  
اوردو چار گلے ہیں ابھی کٹنے والے  
ہیں یہ شمشیر برہنہ سے پٹنے والے

بے بنے بیٹھے ہیں ہر بات کو مٹنے والے  
 کہ درخون سے لپٹے ہیں پٹنے والے  
 دام کب باد و فروزون سے مین پٹنے والے  
 وہ تو پر وہ نہیں چہرے سے اٹھنے والے  
 بارگ اشہ زبان ویکے چٹھنے والے

خانہ اشہ کی اُس بزم میں ناسم بھی ہیں چپ  
 عشق چھپے چہ نظر کرے اگر عاشق مد  
 قیست جام میں کرتے ہیں طلب دولت ہم  
 خون ہو طالب دیدار کا یا دم اٹھ  
 تھا بھی وصل کا افسار ابھی ہے اٹھار

رہنے دو تم بھی دیوان کو چھانٹو نہ امیر  
 آپ چھٹ جائینگے جو شعر میں چٹھنے والے

باغ باز سے ہوئے برسات گہری رہتی ہے  
 دل کہیں ہو گا آنکھ اُس کو لڑی رہتی ہے  
 بیچ میں شرم کی جلن جو بڑی رہتی ہے  
 لوگ خرگان آرمے دل میں گڑی رہتی ہے

میرے گہا تھن اشکوں کی جھری رہتی ہے  
 بخود دی میں بھی میں دیدار سے محروم نہیں  
 اور پردے نہیں ہوتے جو بے وصل تو کیا  
 کس طرح کرتے ہو اور وہ کس بگڑ میں سوراخ

وادی عشق وہ دوا می ہے جہان مر کو امیر  
 برسوں بے گور و کفن لاش پڑی رہتی ہے

کبھی جہاے جہا بون کو نہ مجبور غلامی سے  
 ٹپک جائینگے آنسو بکے نوتی تلخ شاہی سے  
 مزے اٹھے سے صاف دکھا بے غواہی سے  
 خدا کی شان بھرن بھال گئے ہیں دور راہی سے  
 مشاہد ہم باہمی گیر محی ہے بخت راہی سے  
 ہوئی ہے دخت در پشیا راب فضل الہی سے  
 ڈرا تھا اس قدر دھماکے رفت کی سیاہی سے  
 کہ مدین پھیلیاں بافی کی کلر گیاہی سے

ہونا ک طبع میں محفوظ میں قبر الہی سے  
 یہ آپ کتاب ہے جو چارون دولت چٹا بھی  
 لگا کیا میں دسلوئی بکھو بھی فضل الہی سے  
 وہ آنکھیں دیکھ کر عاشق کو اپنے پیر لیتے ہیں  
 بنائی ظالم مظلوم کی شکل ایک گردون کے  
 سب خشتاق ہوں مدد بول اضنی کے پر چائے  
 کھلی جس میں لطف حور و جنت سے میں بھاگا  
 کیا دیا کو یہ صمرا ہمار می گرم آہوں ۲



کہ رحمت مسکی شرفاتی ہو میری عذر خواہی سے  
ہو ادا میں دوست پاک رزگو کی گواہی سے  
نہل پڑتے ہیں رزک جلیح گھر کی سیاہی سے  
گنہ گاری مری جیسے گی میدان بگناہی سے  
لگے ل مل کسے بہن آؤ میں لیک لیک ہی سے  
جبرک مل گیا ہمسکو بھی در گھاؤ انہی سے  
کہ ہر جلا و گردن ماسے علم شاہی سے

وہ مجرم ہوں گز کا عذر بھی میں کر نہیں سکتا  
سلامت اشک ثابت ہو قیہوں کی نثر لیل  
ازدال حسن میں یوں جبرہ جانان پر خطا خلا  
جو پتے پر ہے رحمت دیکھ لینا حشر آنے دو  
میں وہ غربت زدہ ہوں میری غربت سب کو کچی ہے  
زبان کا میں جو کم ہنسی کا اب تو کلاب تک  
خدا سے ڈر نہ کر اسے روح عسرا میں کا شکوہ

سیا بان مرگ میں بل وطن کا خاک گزرتا ہے  
پشتی ہے ہماری خاک میرا لیک لیک ہی سے

رز تابہ مراد لٹنے کی بے ہنگامی سے  
سیاہی روز میدان جیسے رز تابہ سیاہی سے  
خطا ثابت کرے کون اپنا ذمہ عذر خواہی سے  
بے جلتے ہیں گیسو پر تیان تری سیاہی سے  
یہ دعویٰ سچ مگر ثابت ہوا جھوٹی گواہی سے  
لگا میں برجیاں مڑنے کے کیا کیا کی گواہی سے  
کہہ جنت ہوں بردائے جلیح صبح گاہی سے  
بھرا ہے رنگ شاید گور کا ذری سیاہی سے  
کھلا ہو گا کبھی نہ تو کھلا ہو گا جواہی سے  
ہڑپنا لوشا چھڑکا دیا ہے برق و داہی سے  
زادہ اب ہے بیتابی تو انگی کہ گنگا ہی سے  
کہ نور انکھوں میں جو جلیح پتلی کی سیاہی سے

وہ خوش بچکام آدائیش میں اپنی کجکلاہی سے  
رہی یوں آنکھ اپنی چشم قاتل سے تر خنجر  
خراوشی جوان کی ہے تو ہم سے مل جائیٹھے  
خدا سے ڈر نہ کر اندھیرا سے بھٹک سیرا تانا  
لٹا ہے غیر سے بھٹے کہ تم ہر خون میں یکسا  
مراد لٹھکڑ چلتے چلتے کر دیا چھپلنی  
ازدال میں ہے اب کیوں تمہارے گرد میں عاشق  
شبِ رقت کا خاکا کھینچ کر نقاشِ قدرت نے  
سوال میں کہیں ساقی سے تیرے صحت کرتے ہیں  
کبان میں مضطرب ہے جہان میں مارا بھنے  
ہمارے دل کا آئینہ سب مغل تو پہنچا ہے  
سیہل طر تو ہوں پرہیز دو عالم جیسے یوں میں

ابھی وہ بھی دن آئے کہ وہ بہت جھک پڑا سنے کہوں میں ایک دم فرصت نہیں پاوا ابھی سے

امیر اب جلد سستی سے چلو سے عدم آخر  
نہ لے گی اہل کچھ خانہ کیا عذر خواہی سے

شب شبید عشق کا کر جان جائے  
اجسی نہیں احاسبت عاشق کی عاوتین  
خجہد مکر سے کھینچے گردن پر رکھ دیا  
کتھتھ میں مگر مرا کوئی مسرت کہہ نہیں  
عاشق کی لاش پر ہے کچھ اظہارِ غم ضرور  
ہکو تو داسے کوئی کہیں پوچھتا نہیں  
قاسمی سے جا کے دارقضا میں کوئی کہے  
اچھا ہوا کہ حضرت دل دان دھر مٹ گئے  
جیسا ہر دس بجیس بھی دیسا ہی چاہیے  
کھتھتھ میں ہر دیکے میں آفت میں پڑ گیا  
منی نہ دیکھئے مجھے اچھا نہ دیکھیے  
جڑوا نہ آپ آئندہ خانے میں کھو لے  
آخر ہو سے نہ حضرت دل آپ دان تو مل  
آخر ہے رات وصل کی کب تک نہیں نہیں

تسربان ہونے واسے پہ قربان جائے  
کہنا رقیب کا نہ کہیں مان جائے  
اور ہلے اچھ کہ جسے قربان جائے  
صاحب یہاں نہ چھوڑ کے ارمان جائے  
صورت ذرا بنا کے پریشان جائے  
پوچھے تو لا کھ مرتبہ مہمان جائے  
جہنمی قلندر وں کی ذرا چھان جائے  
کس نے کہا تھا جگے نگہبان جائے  
جنگل کو جاک کر کے گریبان جائے  
کٹ ہے آگ اور بھی تر سے قربان جائے  
اچھا ملا کے خاک میں ارمان جائے  
ایسا نہ ہو کہ ہو کے پریشان جائے  
مان اور دوڑ دوڑ کے مہمان جائے  
بس بس خدا کو مان کے اب مان جائے

علمت میں اسکی دل کو تو بھائیے امیر  
پر دل میں کوئی دیکے نہ ارمان جائے

پہچان پر ہے ناز تو پہچان جائے  
مگر غیر کے منے سے مر جان جائے  
کیا ہے ہمارے دل میں بھلا جان جائے  
مشوخی دشواری وہیں نگہبان جائے

ایسا ہر جان نثار تو قربان جائے  
 آج آپ ایک بات مری مان جائے  
 ہاں خاک چھانی ہو اگر چھان جائے  
 کیونکہ کہوں خدا ہے نگہبان جائے  
 اک ہاتھ اور بھی ترے قربان جائے  
 دنیا سے جائے تو پریشان جائے  
 دل سے مرے کھال کھولان جائے  
 ان ناوکوں سے سینہ دل چھان جائے  
 ہر میزبان سے رسم تو بہان جائے  
 مشکل کو میری کیجیے آسان جائے

اس بانگین سے قتل ہر امین کر کھائے  
 مانی میں نے سیکڑوں باتیں تمام عمر  
 کتے میں آگے درجہ مرے پانچے لگا کیا  
 یہ رشک پر چلا ہے دم رخصت جیب  
 محشر میں بھی شہیدیت کو ہے یہ رت  
 آئے ہیں بال کھولے دم نزع اسلئے  
 جانے کو نسخ میں نہیں کرتا اگر حضور  
 آن جنوں سے کہتی ہیں یہ حسرتیں مری  
 ہوں ششماخذ سے تو کہے کو جانیں ہم  
 بالین پر آپ ہیں تو خلق زمین سے ہم

گیا ہند میں کسی سے عاشق کی امیر  
 مستحضر جائے زخم لسان جائے

جانکو داغ لگایا ہے  
 رنگ کے ساتھ اڑا جاتا ہے  
 فیصلہ آج ہوا جاتا ہے  
 دیکھیے کوئی کھپا جاتا ہے  
 جان جاتی ہے جب جاتا ہے  
 کوئی بیوقوف ہوا جاتا ہے

چاندنی میں جو رہ آ جاتا ہے  
 کس قدر زاد ہے عاشق تیرا  
 سرکھٹ میں ہوں وہ شمشیر کھٹ  
 آنے دیکھتے خزانہ میں نہ آپ  
 دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا  
 اتنی تیزی نہ کر اسے نہ دشمن

کچھ مطلب کی جو اس سے تو امیر  
 نکلے وہ صاف اڑا جاتا ہے

تو ہی اول ہے تو ہی آخر ہے

عکس آئینہ سے عکاس ہر ہے

<p>وہ اس نبض سے ہرچو کہ نصیب جان کی پسندوی نہیں جانی قتل میں کس لیے ہے اتنا غیر کب سے ہو کر بڑے کے نلا کوئی بہانہ سراسر ہے یہ دنیا</p>	<p>کچھ نقیب نہیں وہ قادر ہے پرکون کیا تہا دی خاطر ہے آپ موجود ہندہ حاضر ہے قدم اپنا بھی حکیم دارد ہے جو ہے اس نگر میں دھما فر ہے</p>
<p>چشم پر خون کے دیکھنے سے امیر دل کا جو رنگ ہے وہ ظاہر ہے</p>	
<p>غیر کے پہلو میں یاد کیجیے کب تک رہے پہلو تو سب بلغمین سو کہ کے کاٹا ہوئے نوکس غلبہ ہے ست جا ہے باہرین گل ساتی یا غفلت کھر سے نکلتا نہیں</p>	<p>جان حزن ہیرا دیکھیے کب تک رہے گلبدون کی بیار دیکھیے کب تک رہے خسین جڑیں ہیرا دیکھیے کب تک رہے نیشہ سے کاغذ دیکھیے کب تک رہے</p>
<p>روز سے دل وہاں پھٹتے ہیں جا کر امیر یار کو ملوثی شکا رو کیجیے کب تک رہے</p>	
<p>کہوں کیا کہ وہ شروع کیا آدمی ہے نہیں مروج چشم ہے کسوٹی جو کبھی کہ میں چون زمانے سے چھوٹا پتھر میں مندا کی کا جلوہ دکھایا آدائی مری ٹنگے عزیزوں سے بولے</p>	<p>عجب چال کا گناہ کا آدمی ہے نکلا ہوں میں اچھا بڑا آدمی ہے وہی فی الحقیقت بڑا آدمی ہے برہمن بھی کیا بعد آدمی ہے ہر سب سے گناہ کا آدمی ہے</p>
<p>اسی سراسر کی ہے لامکان تک صافی فرشتے سے بھی کچھ سوا آدمی ہے</p>	
<p>کو پہلے پر چرخ مدد سے</p>	<p>کب مجھ پر ہر مدد سے</p>

ایک سیدی نگاہ چسپری	- لاکو باکو کھا باکپن صد تے
تودہ ہے شیخ انجنن جسپر	- انجنن کی ہے دشمن صد تے
خط عارض پسبزہ زار نشاء	- گل رخسار پر چسپن صد تے
دختر دزد کو دیکھ لے جو کبھی	- کہ اٹھے شیخ جان من صد تے
تیرے کوپے سے گھر کو کیا نسبت	- ایسی غریب پر سودا من صد تے

یاد آتا ہے ان کا یہ کبت  
تجھ پر میں اسے ایسے من صد تے

منگسہ وہ میں ہمارا گھر بنے اور ٹوٹ جائے	آگتے ہی دیوار بیٹھے رہے اور ٹوٹ جائے
غیر نے نہ ہر کی ہے پر ہوا اس بت کو وصل	یہ علم اسے غائب کی گرتے اور ٹوٹ جائے
و عطا ہے وہ نظر واعظ کو رد و ن کی ہنسی	برنگلنی ہو کہیں منبر بنے اور ٹوٹ جائے
و شکستہ کیوں نابہر گہ ہوں ہم لے کلال	بب ہادی خاک سے ساغر خواہ اور ٹوٹ جائے
تجہ آہن کا ہے میری کھٹ جانی کو جو حال	جیسے مٹی کا کوئی خیمہ بنے اور ٹوٹ جائے
ہوں وہ دیوانہ جو رکھوں دھنچہ و خشت میں ام	خار جہا لون میں ہو کر نشتر بنے اور ٹوٹ جائے
کشتی سے جوش فصل گل سے ہوا اس زہر پر	تو نہ تاد یہاں لنگر بنے اور ٹوٹ جائے
بھر سنی میں زن انسان جا بے آب ہے	آن واحد میں نہ کیوں یگر بنے اور ٹوٹ جائے
و شکستہ ہوں کھینچا آئی سے کیا پوری شبیہ	باؤن کھمکے ہوں کتہ سر بنے اور ٹوٹ جائے
برہمن تجھے جہاں سے کیوں نکلیں ولی	نشتے نشتے دل پر چسپن بنے اور ٹوٹ جائے
آگھر تیری آگے گردش میں جمیکا جا سے اگر	اک نگر میں سا قیا ساغر بنے اور ٹوٹ جائے

ہے زمین سست میں رہا کا دھن و اکھیر  
جیسے ریگستان میں جا کا گھر بنے اور ٹوٹ جا

یوں آنسوؤں سے ہے دل مضطر کی خرابی  
برسات میں ہو جیسے کسی گھر کی خرابی

ہے غالب و بھان کی طرح روح سے خالی  
دل خاک ہو آباد ہو بر باد کرے عشق  
و اعطاف سے کہے کوئی کہ شہر یا چھوڑ  
سو گنج و حاتم دین عرض اک جام کے یکیش  
ہر چند کہ ہر صفت حسن لاف ہے یہاں

کیا پوچھنے جو مجھے مرے مگر کی خرابی  
ظالم ہو جو حاکم تو ہے کشور کی خرابی  
ہا چند یہ عراب کی منبر کی خرابی  
سفر کے گئے ہا تو ہے نزدیکی خرابی  
ہوتی ہے گرج جانے سے گوہر کی خرابی

ہے جس سے مضامین ہوا میسرانی غزل است  
ہے : غفلت اور غلو سے اس مگر کی خرابی

کیونکر زمین نہ اس کی نظر سے گرے ہوئے  
زرا دو قیس و قس کا بیان ذکر آگیا  
ساتی ہو رہی دے کہیں شیشے سے جلوہ گر  
اٹھ ہے کہ جان غریبوں کی اب بچے  
جب سے پڑی ہے انگہ کسی بدی صاف پر  
اٹھ ہے انقلاب زمانہ کہ اندھون  
پلکوں کو ادا یار کی آنکھوں کو دیکھو  
دیوان میں لکھ دیا جو کبھی ضعیف دل کمال  
گیسو کا ہر دین و ہمارے کے نقد و دل

ہم سے ہمارے طالع بد میں پھرے ہوئے  
اپنی بھی ماضی کے دامن تکرارے ہوئے  
گلشن چکریا سیاہ میں بادل مگرے ہوئے  
تو کون کیے بچوں میں پٹے چڑھے ہوئے  
میں ہر ماہ و دو نون نظر سے گرے ہوئے  
جو اس سر سے پڑے خود ہی داس سرے ہوئے  
نیزوں میں دو خزاں ہیں گویا گمراہ ہوئے  
بحر میں ہو کہیں خفیت و درق جہرے ہوئے  
نقصان نہیں جو دام میں آتو ترے ہوئے

کیا نہ جہنم کے خال گنج یار کے امیر  
انجم میں آپ اپنی نظر سے گرے ہوئے

جس میں تر ہے ہلال ابد تو چہرے سے ہلال ہی تر  
میں تیر نکستی سے اپنی خوشی میں کیر و نہ خال ہی  
کشیہ دید ہیں اس تر کے تو بدی پر خال ہی ہے

بتوں کو ظاہر و خزان خالق ہاں ہی ہر حال ہی ہے  
خدا کے مگر کائنات کا لایا و رنگ بادل ہی ہے  
پہر خمی ہے یہ شایع کہ ہر ہی ہے ہلال ہی ہے

دنک کیا دوج کہ ہونیکر کیا چھتا چھتا ہے  
 یکسکو دکھا کہ بگنے پپ ہونی فراموش ماری بچھا  
 بخاکے در پر قب کو وہ مرو گز آئیے دیکھنے کو  
 یکسو در ہر سے کو آجاکر کہ میری بخشش کا کون چنکر  
 اگر چہ ناس جن ہن نیکن نغور ہے میری بلند نیک  
 درود قیامت وہ خالق غنٹ غنٹ کی تہر جا کی تہن

گناہ نیکر حال ہی جو گناہ کی صورت سوال ہی ہے  
 پڑھے جن غل مرتضیٰ سنی کر گناہ کیا دجال ہی ہے  
 خوشی تو ہو میرے دکو نیکن شرک کیا کہ دجال ہی ہے  
 گناہ کرنا تو ہن میں دیکھ کر گناہ نیکر حال ہی ہے  
 عروس دولت کو خاک جا ہن نغور کیا ہی دال ہی ہے  
 گناہ ناوگ ہی برق ہی کر گناہ کو ابرو دال ہی ہے

بترن کی انصاف سو آنا خدا سے پیری من لگاؤ

امیر دنیا سے باتہ آنا ضرور نیکر حال ہی ہے

باتہ طوق گردن مینا کیے  
 ہم در میکش تھے کبلی جب تک خراب  
 حضرت ناصح بیان آئے تھے آج  
 آئے کہ تم نے دکھایا جمال  
 مت گئے جب باغ دل ہو دروگل

سیکے سے ہن ہم مرے دوتا کیے  
 دامن قاضی سے ستر بوجھا کیے  
 در تک کچھ بیٹھے جبک ارا کیے  
 ہم کر رہے بیٹھے ستر دیکھا کیے  
 پھول جو بیٹھے دیے تھے کیا کیے

دعوتِ اللہ آتی بلا سے پاس امیر

اور میکش دور سے تاکا کیے

دن جانی کے گئے پیری سفر کا وقت ہے  
 چشم پوشی سے غافل سے سفر کا وقت ہے  
 وصل کی شب کجا ہی ہے یا سفر کا وقت ہے  
 گھر کہاں جاؤ گے غافل نے من چکر سو رہو  
 انتظار بیدل ہوا پیدا جو ہنگام دم  
 اس قدر حمد ہر دکھا پاؤں پھیلاتے ہوئے

ماہ گزری چونک سے غافل سفر کا وقت ہے  
 دم نہ آ نکھوں میں زخم کی نعر کا وقت ہے  
 کان بجے ہن انہی یا گیسو کا وقت ہے  
 دموب بڑنی ہے غنٹ کی رو پر کا وقت ہے  
 ہو گیا پورا یقین محسوس کا وقت ہے  
 رنگ کی آواز آتی ہے سفر کا وقت ہے

<p>و حو پ سے سانس میں ٹھہر دو پہر کا وقت ہے          شاید اس کو پے میں قتل نامہ بر کا وقت ہے          تھک جانے دو دھند لگے میں سحر کا وقت ہے          آنکھیں بھرائی ہیں اختر کے گز کا وقت ہے          بٹیاں چکیں تو میں بھانجہ کا وقت ہے          درود دل کے بھڑی درو جگر کا وقت ہے          اسے نکا ویاس یہ تیر سے اثر کا وقت ہے          آفتاب آیا ہے سحر پر دو پہر کا وقت ہے</p>	<p>آب رخ میں زلف بستی ہے دل عشاق سے          خرد بزد سینے میں کیوں نگر سے ہوا جانا ہر دل          روکتا ہوں میں تو کہتے ہیں دو دامن کھینچ کر          نیک نیت ہے دعا سے دل سوچ چاہیے          مضطرب من نے بگڑی ہری میں بھڑی کوچ سے          ایک دم بچو لڑ کو فرست تر پہنچے سے نہیں          نیم جان چھوڑے ہوئے قتل سو جانا ہو وہ شوخ          گریبان اس رخ کی بھڑکے دیتی میں مدد دلکش</p>
---	---

رات گزری صبح آئی کر دھاتی سے امیر  
 سارے وقتوں سے یہی چھا اثر کا وقت ہے

<p>کہ بچو لون سے تر جہری جھاگئی          قضا کے گلے عجب کو بدوا گئی          دھین سیر دکھلا کے پہنچا گئی          بگے تیری دیوانگی کس گئی          گلے کیے بس کو بھگ گئی          بگے میرے ہاتھوں سے مٹا گئی          حو پ آ کے کر دھت بدوا گئی          طبیعت ہی تو ہے اُدھر آ گئی          جہان کوئی ایکلی آنہ سین آ گئی          مرے دل میں کیوں آگ بڑھا گئی          حیا اُسکو پر دے میں جٹا گئی</p>	<p>سبا کو یک آج سوچ آ گئی          ادا اسکی کیسا ستم ڈھا گئی          جہان سے بگے لائی تھی میری عمر          صدا خاک بیلے سے آئی گھیس          خدا جانے وہ تیج کیا وقت قتل          ستم لذت نیستی نے کیا          وہ مایا پکس ہوں میں ناتوان          مرے عشق کی وجہ نام نہ پوچھ          غضب گیا حبان عشاق پر          خدا اپنی سہدی سے پامرد تو تم          ردا اصل میں بھی میں عسدم وکل</p>
--	--



ہڑی بیونہ عمر فرستہ تھی ہاے  
ہوئی وصل میں بھی نہ خلوت نصیب  
بلایا تو تھا میں نے تجھ کو حیا  
عدم کا بھی رستہ نہ سید ہار ہا  
یہ کیوں غم سے کرتی ہے عشاق سے

سافر کو رستے میں گھڑا گئی  
جو شوخی ہوئی تو حیا آگئی  
پت کر ترے ساتھ کیوں آگئی  
کہ اسکی کمر تاج بل کا گئی  
قضا کو کب نہ سے اچھا آگئی

نئے رنگ کے کپڑے گلے پر  
طبیعت جہان رنگ پر آگئی

وہ صورت تصور میں کب آگئی  
نئی چشمیں سالی کو موج آگئی  
تری مسدوح کیا رہی بے سوا گدا  
کہا جھک کے پینا نے کچھ جام سے  
نہ آئے اگر طر بہان مشکل  
کہانی مرے درد کی کچھ نہ تھی  
کھلا اُن کا جوڑا تو دشمن کے گھر  
قیامت سے واعظ اسی تاک میں  
پیسے میں کیوں ڈوبتی تیغ یار  
چہواہی کو دل لیکے اُس زلف نے  
قیامت میں سے پاس جو ہو کر سے  
مرے دل کی اندر سے بڑا دیان  
نظر تم نے گھونٹ گھٹ اٹھا کر جو کی  
مرا دل تھادہ پھول کی شکستہ می

پری آگے تصویر کھچوا گئی  
مری مسدوح کا جام بھٹکا گئی  
دھنسی میرے پھولوں میں کیوں آگئی  
تری بات سنے دھت رز گئی  
آہستہ آہستہ میں تو نہ کرنا گئی  
مگر ساری مجلس کو پڑا گئی  
اندھیری مرے گھر میں کیوں جھا گئی  
ادھر سے تو نے پی اور ادھر آگئی  
کیا آکھنے مران تو شرم آگئی  
وہ قرآن کی جھوٹی منہ کھا گئی  
مری خلیق امید نہ رہا گئی  
کہ دھت بھی تنگ آ کے گھبرا گئی  
مرد پس سدا اور سفاک گئی  
چمن میں جو تھکتے ہی مڑ جا گئی

دوستوں کا ہوا اسکو اور زائد تو اپنے دل میں ٹھونڈ  
 شمع وہ ہم مضطرب وہ ناز میں ہم ناز و ان  
 حشر کے دن یکسر آغوش رحمت میں بکھے  
 کیا انویا غائب حشر و اعزون کے حشد  
 اسکو اسے ساقی اٹھا دے کام کیا اسکا یہاں  
 حسن و عصمت وہ نون کیا چون یہ ممکن ہی نہیں  
 پر پختی ہے میرے آئینہ مرگ و دشمن کی خوشی  
 ہر برب گریز کے آنا ہے چلنا ہے شراب  
 لینے آئی ہے اجل کس کو دم کو جلے کون  
 صورت آئینہ ہر صحت سے ہے وہ آستانہ  
 مگر دہی ہے ہجر کے دن ہی جو روز وصل تھا

چھت میں کیسے کی نہ دیکھو کی دیوار نہیں ہے  
 ہنسی جتنی بات ہے بات جو یاد نہیں ہے  
 پر چھت ہے خلق تو کس کے گنہگار نہیں ہے  
 وہ بھی اک چھوٹا اٹھارہ ان گار و نہیں ہے  
 یہ تکلف بھی ہے کیا میکش جو مینو اور نہیں ہے  
 مگر میں وہ پردہ نشین ہے خود بان و نہیں ہے  
 چون میں دھنشا دشا دی ہو و غنودہ نہیں ہے  
 دھت اسکی آج ساقی بکھے میز اور نہیں ہے  
 اتنی طاقت اب کہاں فرقت کی یاد نہیں ہے  
 یاد اگر یادوں میں ہے عیار عیا رو نہیں ہے  
 ولین و حشر ہے وہ ان میں ہو نہ دیلا نہیں ہے

ہے صدا کا تم کی در پر میرے آقا کے امیر  
 یہ خدا کے محبوب دربار درباروں میں ہے

مکا خضر جو دست نازنین سے  
 یہ ظاہر ہے دل اندوگین سے  
 اٹھے جب گرد باد آسکین سے  
 کہاں کا پردہ و قند و قصی بس  
 بچوں کا بھر میں تو وصل کی طلب  
 نہیں منہ سے جو کھلی بھر کہاں ان  
 کہیں چپ کر بھی مجھ کو دیکھ لے گی  
 آٹھا پر بھی سے اُسے گھر گھر

پھر جی جھٹلا کے لی میں جبین سے  
 کہ ظالم جوٹ کھا آیا کہیں سے  
 زمین کچھ لیکے اٹھے جہیزین سے  
 بھل آئی کلائی استین سے  
 وہ بکھو مار ڈالین گے نہیں سے  
 خدا مصغرا رکھے اس نہیں سے  
 ذرا پر چھو تو چشم شرمین سے  
 جبین پیدا ہوئی جبین جبین سے

سوال پوسل بیک کیونکر آئے جندے سے ستم اور جو واعظ کیا کیا دھبہ رزخہ صل میں کام یکے کا استاذ ہے کہ سہدے	میا آتی ہے چشم شرکین سے لے دست بجان نازنین سے نراکت چین لی اس نازنین سے گر سے بڑے بین آغوش چین سے
صبا آتی ہے اخلاقی ہوئی آج جہانے آسمان کی داستانین پس مردوں تصور میں کسی کے چراؤ بھیک مانگو ان کو کیا کام	کوئی پیام لائی ہے کہین سے سو گور غریبان کی دین سے پٹ جاتا ہوں محبت کی دین سے انہیں ہذاک نیا دل دکھین سے
مقابل آئے ہے آنکھ اعضاؤ یہ غصہ ہے کہ دیکھا آئینہ کیون و انقشیں نقشین ہے نام تیرا چراؤ تیرا توں تم آئے ہے ہر	میا دھلی ہے چشم شرکین سے لے تو چین کر لیلون گین سے تبار سے نازائین کر چین سے تنائین نگار واپسین سے
اہل ہی چنے انھی ہم نے دم نہلا جہاں سے وہ سبست میں میری	وہ چکی لی بھگا واپسین سے

ایسے توئے وہ سبست میں میری  
مے جو کل حسینوں کی حسین سے

جو تم ہو مرے دل میں نزل ہی ہے ترا دست ہر ادو دل ہی ہے ستم ہے نکلی تجری اس نگہ کی رو عشق میں جس مسک گر پڑا میں	یہی تم ہے لیلی کا گل ہی ہے ترا بسل اور میرا قاتل ہی ہے کے ہیں رکھنے کے قابل ہی ہے کہا صنف نے تیری منزل ہی ہے
پنہوڑ دکھائیں تیرے ناک کو ظالم کہ حصر ہر دل کا ناک ہی ہے	

سرے دکنو ٹھکر کے مجھ سے دوہو لے  
 نہیں اسکو دشوار کچھ فریج کرنا  
 وہ صورت تصور سے ہٹنے نہ پاسے  
 سرے ناتواں دل کو دیکھا تو بولے  
 اہل گورنک مجھ کو پہنچا کے بولی

بڑی دھوم جسکی تھی وہ دل پہی ہے  
 میں ہوں سخت جان سخت نکل ہی ہے  
 قرا حسن لے عشق کامل یہی ہے  
 ہلا دے گا جو عرش وہ دل پہی ہے  
 مسافر ٹھہر تری منزل پہی ہے

ایک ماس کرم پرین صد گئے کہ اُسے  
 کہا میری رحمت کے قابل یہی ہے

تھنا جس سے عیسیٰ جو وہ دل پہی ہے  
 تڑپ کر چین دل نے مارا تو بھگے  
 نہ گھبرا تو خنبہ عشق دم لے  
 کھلا حتمہ لالے کا تو میں یہ سمجھا  
 خدا دادی امتحان میں سنبھالے  
 مری لاش پا پا کرتا ہے ظالم  
 تہاشا مرے دل کے داغوں کا دیکھو  
 کلی بھول کی نکلے جنگلی سے اُسے  
 عدم میں فراق احباب کا غم کیا  
 مراد ہی دشمن ہے ولبہ کرے کیا  
 کمال طلب ہے جو خود ہو وہ طالب  
 جسے شیفہ سمجھا ہے لے تختہ تو  
 عدد کوین اس زیم سے تو اٹھاؤں  
 دل دشمن اس جور کا گھر بنا ہے

جو زندہ ہے مردوں میں مثال پہی ہے  
 کہ بس کے پردی میں قاتل پہی ہے  
 فرے کا تو وقت کہن ایل پہی ہے  
 کر اُسکے شہید دن کی محفل پہی ہے  
 کہ سی راوا لغت میں منزل پہی ہے  
 اوسے جان شیفہ کا حاصل یہی ہے  
 چمن یہ کرنے کے قابل یہی ہے  
 کہا مجھ سے کیوں کچا دل یہی ہے  
 یہ میں آئینے سبکی منزل پہی ہے  
 وہ ہے مفت بنام قاتل یہی ہے  
 وہ کچ اُسے خود جذب کامل یہی ہے  
 نہ توڑو بسکو ظالم مرا دل یہی ہے  
 جگا اُسکی دل میں ہر شکل پہی ہے  
 جہنم میں خود اس منزل پہی ہے

ایسے دُاس سے تو دھڑے کھڑے ہیں  
تیری ہانگی جنوں کا بسمل ہی ہے

یکس پر بیدار کس غلام پر پناہ دم نکلنا ہے  
تو ہے یا رکا کام اب بڑی مشکل سے چلنا ہے  
بہار آئے پہنچی ہے شاید کہ ان دو گریبان میں  
عز و رافت کوئی آئی ہمدول پر ہند ای ہوم  
تھا یا راسے جیسے انفس گریز چاہا یا  
ہمین دھڑکا ہے ایسا کسکے اٹھ جائیگا نکل سے  
خنا کیوں دیکھ کر اسکو سی جاتی ہے گلشن میں  
چہرے کئے ہیں وہ خشان گیسو دن پر خیر ہو گئی  
خدا ہی عابدوں کی عاجزی سنا ہے منہ میں  
مراد جی میں ہستی صورتیں ان خوب رو دن کی  
یہ کی گریسوں سے چمکتی ہی ہر شمع محفل میں  
نور سی جلن ہے پر دل جگر پر دانے کا دیکھو  
غلام ناز پرانے کے گریبان چاک کرنا ہوں  
جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلنا ہے تو کہتے ہیں  
تباہی گریبان آفت ہیں ہر دھول و دھون میں

یہ رعد کر نکلیا چٹکیوں سے کون تھا ہے  
کہ رعد اٹھ کر بدلتا ہے تب کر ڈٹ جاتا ہے  
بہم پر بحث ہے دیکھیں تو کون ان کو نکلنا ہے  
خزاں تو مٹا کیوں انکھ سے آسنو نکلنا ہے  
سنبھلا ہی سنبھالے آکے تو وہ کب سنبھلا ہے  
دلچا ہے رنگ پنا جو وہ خزاں بدلتا ہے  
بہو خفا کی کامتا ہے سہدی کب دھلتا ہے  
ساز چھاؤں میں تاروں کی گھر چل نکلنا ہے  
بڑی سرکار میں دربار میں یہ عند چلتا ہے  
یہ طفل اشک یمن بیارے کھلو دن چھلتا ہے  
کہ پر ہند پر دن سے شب کو بنگلہ روز جھلتا ہے  
کہ جلتی آگ میں کس شوق کو گر کے جھلتا ہے  
کسی کے پاؤں چلتے ہیں کسی کا ہاتھ چلتا ہے  
ہوا سے ڈل کا ارمان تو یوں ہی نکلنا ہے  
کوئی دوزخ میں بھگتا ہے کوئی جنت میں چلتا ہے

محجب تقدیر بانی ہے ایسے سراسر وارو تیا سے  
ابنیں آنا پھوس گھر میں جو بس گھر سے نکلنا ہے

خدا جاسے تو رنگ گلشن عالم بدلتا ہے  
خزاں یوں ہے جیسے باغ میں غلام چلتا ہے

بہار آئے پہنچی ہے اب جام سے ستون میں چلتا ہے  
نکھ پر میرے ارمان کے خیر کا نکلنا ہے

رنگ و دیکھ کر میرے جنون کو ماتہ ملتا ہے  
یہ مطلب ہے فقط اپنا منہ منہ سے جاننے سے  
درا تو شکم ہو تو یہ پڑھو اتنا ہے کیا واعظ  
ہم اتنی بات پر غش میں کہہ گور اپنی افست کا  
کسین شاہی کسین علم زند دنیا کی دورنگی ہے  
بنین بیکار کوئی شے جہان میں کاک کو دیکھو  
ترے نقش قدم سے دی ہو جاسے ماہر نسبت  
اگر چشم بصیرت ہے رفاقت بیکہ مایہ سے  
کیا ناگہر دل سے تو اتنا سبھی روان ہو گئے  
درا کھجور مری امید ناحق قطع کرتے ہو  
جلی عمر روان جسم زوال آیا جراتی کو  
وہ شاہ زندہ ہے مشہور عالم ہے سخن جس کا  
بتا سے ہو جاسے بھارت کوئی داستان یارب  
الہی آگ پر پارہ ہے یا سپنے ہے کیا ہے  
سزا کا معنی کی کیا چمکوا ایگی ستون ہو میرا دی  
سستی کے پس کچھ ہو اور نہ تھے یہ غیر ممکن ہے

گر زبان کو رونو کتا ہے تو دامن نکلتا ہے  
کراچی صورتوں کو دیکھ کر کچھ جی بیدتا ہے  
کہ سیوخی میں کہتا کچھ ہون منہ کو کچھ نکلتا ہے  
ہمیشہ ذکر حسن یار کے ہمراہ چلتا ہے  
پہنتا ہے کفن کوئی کوئی کپڑے بدلتا ہے  
زبان گنگ ہے پر کام کیا اس کو نکلتا ہے  
خوش ریا ہے کتاب جنون کو کھل دیا ہے  
گر ہر وجہ مرن چلتا ہے یہ بھی ساتھ چلتا ہے  
کہ شکر جمع ہوتا ہے علم جسم نکلتا ہے  
ظہر کا کاشاک کا شے والے کو چلتا ہے  
مگر ہے دوپہر سا بچا کہ دن بھین میں ڈھلتا ہے  
کن نام انسان کا اولاد سے دنیا میں چلتا ہے  
بنایت ضعف جواب لہنیں مجھ سے منجھلتا ہے  
کہ دل سینے میں بیتابی سے درود لے لے چلتا ہے  
تقریب باغبان کرتا ہے انگور اور پھلتا ہے  
نہیں کرتا ہے مٹی بندوبست لے لے چلتا ہے

امیر اپنے معنائیں کو بڑی رنگ نعل غیش سے

بھلا اگرک تھون سے جو جو جاری کب منجھلتا ہے

اور سے آؤتی ہے ستون کی ہر برسات کی  
آگ تلون میں نگار سے گی حنا برسات کی  
ہو یہ سب سامان تو پھو کیسین فصا برسات کی

ذوق میں غشی بڑاتی ہے ہر برسات کی  
سے پری ہر فصل میں سرگرم آرایش ہنو  
اہر دیا سبز سائی یاز طرب و دست در

نگار ہے بہم حال ہر رخ نہ تو ت اپنے خیال میں  
ہوسر جان سے نورغ بخود دل ہے اپنے راسخ  
نہ کسانہ خود و غیر ہوئی خواب ہی میں مری بہر  
بے کس طرح نہ ہونکا کل خبر اس غیر سے میں ہر دوں  
طبیبان کی گر گئی جو گیا بیان سے جلی پھری

نہ وہ حکمت علی بھی نہ وہ حکمت نظری رہی  
یہ وہ نہ نہت بلوغ ہے تا شہن ہری رہی  
نہ ہئی کسی کی بھی خبر مجھ سے بے خبری رہی  
ہے خلق میں ہے ہر گاہ میں شقی جادوی رہی  
کوئی مرغ کیا کہیں کو بھی نہ کہاں نامہ بری رہی

عجب اشتیاق امیر تھا اسے دیدن تو خرام کا  
کوزین کو چھو ملتا تو پاسے کبکٹ سی رہی

اے خضر کیا سنا دل میں جلیں تباہ کی  
راستی تو اسکے دل نے مرے دل سواہ کی  
کی کیا شیط صالح ہیں گستاخان ہونین  
اہل عدم سے کیوں نہ ہو منزل پر سیح لی  
یہ میرے دل کو پاس نزاکت تھا یاد کا  
سر مطلب ہوا ہے خدا خیر ہی کرے  
کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے اغیار سے وہ خویش  
راہ پر ہے تو اب سے محسوسم رہ گیا  
فریاد کس سے کو چہ افس میں سے کچھ  
ہم دل جلے گئے تو جینسم پکارا تھا  
نفس جو پہلی بگے کو چے سے یار کے  
گر رہے گی وہ نہ دادر مکر کے سامنے  
انکہ اس ہری سے ملتے ہی بان کام ہو گیا  
میں نے جو کچھ میں شہ فرقت کی بار بار

طلحات دھوپ ہے مرے روزیاد کی  
انکہ آج پار کی ہے تو چہں ہے چاہ کی  
تقریر مجھ کو دیکھتے وہ کس کس گستاہ کی  
چہ ان سا فروں میں ملاقات راہ کی  
شہا شہر شہر کے تو ختم ختم کے آہ کی  
آئے گی غامت آج کسی بیگناہ کی  
اس شکی پر حضور کو سو جی ہے چاہ کی  
کیجیگا عمر نہ کسی دل میں راہ کی  
سنا نہیں ہے کوئی کسی دلو خلاہ کی  
یارب سزا ملی ہے مجھے کس گستاہ کی  
سر سچ دیکھ کر سو گز دن ایک آہ کی  
جس فرد پر ہوگی نشانی گستاہ کی  
فرست ملی نہ اسے دوبارہ بھلاہ کی  
پانی جو شان کچھ تری زلف سیاہ کی

اقتد کیا بساط ہے میرے گتہ کی  
برجی اتر گئی ہے جگر تک نکلاہ کی  
اگر اٹھ کے قفس کرتی جو کون گرد راہ کی  
ساری سیاہی دھو گئی تود سے سیاہ کی  
میں پس گیا جواڑ کے پڑی گرد آہ کی

رحمت تری دیکھ میں ناچیز تود سیاہ  
بس ترا بچے کا دل سے ترک دیکھ تو  
کسی سواری آتی ہے صحرا میں آجوزن  
سب عیب ایک آنکھ سے مٹ گئے  
ایسا کیا ہے دشت نوردی نے ناتوان

ہر کسی نے لطف کیا یا ستم  
ہم نے اسی کی شان کرم پر نکلاہ کی

تاز کے سدھے تو انداز کے قربان گئے  
تم زمین جان گئے ہم تمہیں پہچان گئے  
ماننے کی جو نہ تھی بات وہ ہم مان گئے  
ہاے اس وقت کہاں میرے نگہبان گئے  
باتہ ڈھین ترے مشاہدے کاں گئے  
کچھ میں کہہ دو وہ مگر غیر کے مہمان گئے  
اور دس آن گئے دو چار جو مہمان گئے  
مہربان پا کے تجھے سب تھے قربان گئے  
واہ وا آج تو حضرت تمہیں ہم مان گئے  
تھے مسلمان وہ جو دنیا سے مسلمان گئے  
سرفرد بھی ہوں وہی نیکو جنمیں بان گئے  
خاک ہم جھانٹتے تھے تمہیں پہچان گئے  
بڑے کے لیے کوہست دور تک بان گئے  
جانے دو کہو جنہم میں پیران گئے

کیا کہیں دل سے کہاں وصل میں مل گئے  
ہستخان خوب وفا کا بھی جفا کا بھی ہوا  
کچھ میں شب کی خوشامد بھی عیب دو مٹی  
وصل میں کہتے ہیں کوئی آواز سے آتا  
چھو گئی گونج جریالی کی بگڑ کر بولے  
جب میں دواڑ سے پڑیا ہوں کیسے آواز  
ابھی سوتی نہیں جوتی ہے سرے کوٹنا  
پوچھتا کیا ہے کہ میں گئے مقل کے کہاں  
شیخ جی چپ کے یہ حجرے ہیں اگر انہوں  
ختم انجام پر اسلام کا ہے دار و مدار  
قتل پر میرے آسمان سے عیبت تمہیں  
خاک ساری کے ترے خوب اٹھے دنیا میں  
دل کو تاک کسی ناک نے تو اللہ سے شوق  
گر میان وصل میں کہیں آنے تو جاکر دے



حق شناسی کی حقیقت کہ نہیں نے جان  
اے امیر اپنی حقیقت کو جو پہچان گئے

کس بڑے حال سے عاشق ترکو ایجان گئے — چار حیران گئے چار پریشان گئے  
پوچھتا کیا ہے کہاں دل جگر لے جان گئے — جاتے کجفت کہاں سہ ترے توان گئے  
ہے ہی حسرت و بار و ہی شوق وصال — بول گیا ہائے مگردل سے نہ ارمان گئے  
نیمجا بوت کے نقش میں یہ جیتے ہیں صدا — ایک دارا در بھی قاتل ترے توان گئے  
آنکھ سے آنکھ ملی وصل میں تو دل نے کہا — وہ گئے لینے کو ارمان سے لڑان گئے  
کچھ عجب نگ سے مڑے کئے دیوانوں نے — بٹنے گل ہو دامن جو گر سببان گئے  
لاش پر میری کہا آنکے کا واطالب وصل — کیا ہوا شوقی کہاں وہ ترے لڑان گئے  
یہ خواجہ جان نہیں ہوتی ہے اس پٹھان — تو ہی تھا تو ہی تھا ہم جان گئے جان گئے  
دل میں تم آنکھ میں تم کبھی میں تم دیر میں تم — تم جہان چاہو چھوہم تمہیں پہچان گئے  
چونون نے تری سینے کو بنایا جھلنی — ناوک ناز کیلے جو مرے جہان گئے  
سان پر فتح لگائی جو مرے قاتل نے — دیکھتے ہی ملک انوکھے اوسان گئے  
صافیاں لیتے ہوئے ابر کے نکلے آئے — اور ستان خوابات کی سے پھان گئے  
ہرکو سخی سے کہاں وادی حشت میں نجات — تنگ کرنے کو بھارا آئے جو میدان گئے  
تھامنی و تختہ مشہرہ سارے حج کو — سیکھو خوب پو خلق کے دران گئے  
خواہ میں بھی نظر آتی نہیں زندان میں فضا — جن میں پھرنے تھے کہاں لڑو دران گئے

دشتون کے وہ کہاں لطف اسیری میں امیر  
اب وہ میدان و دشتان بیاہن گئے

کہتے ہیں مجھ سے کہ مجھ پر یہ جھٹ کیسی — دل میں ترے ہے تو ظالم ہری سر کیسی  
بیار کیا کیا نری زندہ کو فشتون نے کیا — تیری شوگر سے ملی اٹھ کے نہایت کیسی

تاوک ناز کی آمد جو کہیں سن لی ہے  
 ہنگامی پہولون کے گھر سے کھائی آنکی  
 خود ترسے ہونٹ یہ کہتے ہیں کہ ہر لے لو  
 کیا بدین پہولون کی دیکھیں جو بھی بخش میں  
 حد اٹھ اٹھ کے تو خاک جو نہ پاتا ہے  
 سامنا ان کا ہمارا جو کہیں ہوتا ہے  
 تم نظر آتے ہو جھوٹے چسنگون کو چرخ  
 دوڑتا ہے جو ترقبہ گنگناہارون پر  
 ہاتھ پائی میں تو مجھ سے بھی وہ کھلے حالاک  
 جلوہ گریا ہے عجیب میں نظر بازون کے  
 اسکو رخصت کر دھلت میں ہے اسکا کیا کام  
 ناز سے اُسے جھٹک کر چھڑا یا دامن  
 آج بار تر اٹھ کے عدم کو پہنچا  
 اسکی رحمت سے ہے نکھال جنازہ کیا  
 شبِ وقت خدیو ملت کا پناہی ہے  
 اوہ رے روئے ہوئے ان کے گناہن جا  
 سے جو دی نولے ہوئے جاہن ساتی نئے پالی  
 جن یوسف کر بہت آکھ جاکر دیکھ

دل میں گہرائی ہوئی پھرتی جو حسرت کیسی  
 نبض کی طرح ترپتی ہے نزاکت کیسی  
 اوڑھن توں کی جھلتی ہے اجاد کیسی  
 یاد آئی مجھے اجاب کی صحبت کیسی  
 بیشی ہے جھکودا گر مری تربت کیسی  
 ناتوانی سے لجاتی ہے نزاکت کیسی  
 چھا گئی ہے یہ اندھیری شبِ فرق کیسی  
 آٹھ آجاتی ہے نہ کر تری جھٹکے کسی  
 سب بناوٹ کی یہ اٹھن تھنٹا کھ کیسی  
 لٹ رہی ہے مری سرکار میں دولت کیسی  
 دھل کی رات مری جان نزاکت کیسی  
 ہاتھ سے جاتی رہی میری طبیعت کیسی  
 منصف حد سے جو بڑا آگئی طاقت کیسی  
 حور کو لے پئے افروش ہے تربت کیسی  
 ملتی ہے گیسو محبوب سے رنگت کیسی  
 دیکھ کر تارے مرادول رسی منت کیسی  
 سپوتی قسمت بھی تو ثابت رہی نیت کیسی  
 پوری تصویر بھاری ہے خیامت کیسی

— کی چرا ماہون میں جیہ نازاٹھانے سے ابھر

کچھ جن دیکھو امانت میں خیانت کیسی

خرم کے ساتھ ہے آکھو جن شرارت کیسی

ساوگی میں تری خوشی کی ہے رنگت کیسی

دل اڑا لیکن دکھلا کے وہ جو بن اجمار  
 روٹھے وقت ذرا آئندہ لیکر دیکھو  
 اچھی صورت کو تری دیکھ کے دل ٹوٹ گیا  
 بہتو چلن کے اودھ میں گھر شوق بہت  
 گر گزرتا ہے جو ابھرا ہوا جو بن اُن کا  
 نازاٹھوا کے اشاروں میں کہا بس حل وہ  
 مجھ سے اور غیر سے گلہ ہے وہ کہتے تری  
 وصل میں اُستی جوانی کا جو کس بن دیکھا  
 چلتی ہے اب تری رفتار کے پیچھے پیچھے  
 مار ڈالے مجھے ہل کی بات آنے لے  
 واعظا تانا تو سمجھ لے کہ ہے وہ ذات جم  
 جو کئے ہی نہیں دیتی ہے کہ سوچوں انجام  
 جلتے والے ترے کیا جا میں تری نرم گھٹ  
 کی مرے دل نے تری زلف میں پسند فرما  
 باکے تنہا نہیں ہو سہ جوتے کہنے لگے  
 میں تبار ہوں تو دل ہی ہے تنہا صاب  
 ہل میں بھی تو کھنٹی نہیں لے پردہ نشین  
 لے و حرکت دیکھو نکیر بن چلتے تری  
 سر نہکتا ہوں میں کر دت نہیں ہمتی خاف  
 پس کو تبار کے صورت کو دیکھا تو کب  
 دل مری آنکھوں سے کہتا ہو کہ تجھ پر تبار

سینہ زوری سے کہتے ہر خیانت کیسی  
 منہ بانے میں بگڑ جانی ہر صورت کیسی  
 ہاے اندھے کو نہ سمجھا کہ ہر سیر کیسی  
 تو نے چلن کے اودھ دیکھی چھوٹ کیسی  
 چکیاں ہمتی ہے ہل میں مری صحت کیسی  
 تم تو بیکاری ہو بیکار میں اجرت کیسی  
 کیوں اسے مہر ہے ہوا میں چھت کیسی  
 چکی جا میں لگ چکے تراکت کیسی  
 دیکھی ایک ہی شکر میں قیامت کیسی  
 دیکھو نہ ست تری کرتا ہوں تراکت کیسی  
 گئے مجرم ہی جہنم کو تو رحمت کیسی  
 کچھ کھلتے ہی سلا دیتی ہے غفلت کیسی  
 کیا خبر دوزخوں کو کہ ہے جہنم کیسی  
 بولی سر پہ کے ترے میری بہت کیسی  
 لگتی منت چڑے کو یہ منت کیسی  
 سفت لے لے اسے بھرنے ہو قیامت کیسی  
 دل میں شرابی ہوتی نشی ہے صحت کیسی  
 کبھی خامی یہ ترک ہے مری رت کیسی  
 پاؤں میلے سجھے سوئی ہو صحت کیسی  
 اک ذرا چھپے تو اس گل میں کدالت کیسی  
 ہاے دکھلائی ہے تو نے مجھے صحت کیسی

بات کرنے کی جو صہلت نہیں ملتی ہے ایسے  
ایسی حالت میں غزل کہنے کی فرست کہیں

دل ہی عاشق کی بڑی سوخا تھا ہے  
عیاں تک ہما کا غبار سے دھڑا تھا ہے  
دیکھ غفلت میں جوانی کو نہ کہو  
اتنی باتیں کیوں سناتے تم مجھے  
دیکھ دل لیتے ہیں ہر سے جان شمار  
دید سے چین اور دید بازی حسن کی  
ہوس بے گالی کبھی مست نہیں  
گالیوں کی آرزو پر بول اسنے  
جتنے شعروں میں ہے مضمون کمر  
تو ہر چھی سبز رنگوں پر ہے ختم  
دیکھو جب نبی سنہدتی ہے دہ زلف  
پہول بارون کے ٹائے دلو میں  
سورانی بے سبب اس کی نہیں  
ہاکی ہے رفتن نے پکڑی شیخ جی  
تو تون سے بات دن ڈھلتی ہے

اور کیا دیکھا ہے کی اوقات ہے  
اب یہ کچھ چوڑی چپے کی بات ہے  
عمر بھر میں اک بھی تو رات ہے  
پیارا کرتا ہوں میں اتنی بات ہے  
گھر سے کچھ دیتے ہو کیا خیرات ہے  
ان لمہ دیوں کی یہی اوقات ہے  
یہ نئے انداز کی خیرات ہے  
لو بڑا کہنا کچھ ابھی بات ہے  
سبب میں اک پوشیدہ اذکیات ہے  
بیمروت پر سنا یہ ذات ہے  
اور کہنے کی یا چھی گھات ہے  
یہ نیا سیدلا نئی خیرات ہے  
گھاتیا ہے اس میں بھی کچھ بات ہے  
کچھ خبر بھی قید و محلات ہے  
یہ نئی بدلی نئی برسات ہے

ہے ناک پر گزر اپنی امیہ  
اسکے در کی بھیک پر اوقات ہے

دکھلا کے اک جھکاک جو درو پوش ہو گئے  
ہم آتے آتے ہوش میں بیہوش ہو گئے

حرص شراب نے ہمیں بد نام کر دیا  
 پیٹھے ہم اُنکے پاس تکلف اٹھا دیا  
 لذت سے آشنا جو بادل فراق میں  
 صحبت میں یکشنون کی نہیں بنے سب بد  
 یاوا گئے مزے جو ہیں مرگ وصل کے  
 میں ہوں لا عنذیب ہوا جب ترانہ سنج  
 ساقی شراب اور خراباتوں کو دے  
 کیا جانے کیا خیال خسیب وصل بند گیا  
 لبوس خاص من نے بکھوٹا کیا  
 یان وصل و ہجر دونوں ہی میں جیو دی  
 سے لے لیے جو لذت کے مستی میں تو کب  
 پہنچا دن اور کوخ نکلیا وصل یار میں  
 ساقی سے اور جام جو مانگا لا جواب  
 دھر گرا اور تو اُدھر کا شب بیل  
 مدت سے سرانیت شمشیر یا رخصت  
 دیکھا جدھر کنگھیوں سے اُس سے تازے

چٹ کر کے اس پاؤ کو پاؤشس ہو گئے  
 ہوش ہو گئے ہوئے ہم آغوش ہو گئے  
 جتنے چھے تھے نیش وہ سب نوش ہو گئے  
 ساغر بھی مست بادہ سرچہ سفیر ہو گئے  
 تربت کے گوشے حور نگاہ آغوش ہو گئے  
 جتنے کھلے تھے گل ہر حق گوش ہو گئے  
 ہم نری چشم مست سے وہ ہوش ہو گئے  
 باتیں جو کرتے کرتے دو خاوش ہو گئے  
 گل کر کے دست یار سے گلچش ہو گئے  
 آغوش غش تو جانے میں ہوش ہو گئے  
 سے پیتے چتے تم تو پاؤشس ہو گئے  
 یارین سے شہزاد کے مرگ ہوش ہو گئے  
 آنکھیں تو کبہ رہی میں کہ ہوش ہو گئے  
 تر پے ہم اس قدر کہ سبکدوش ہو گئے  
 ہم فوج ہو گئے خوب سبکدوش ہو گئے  
 غم و بچار اٹھا کہ دو بیو شس ہو گئے

افسردہ داغ دل ہو کے پیری میں کیا میر  
 گویا پسداغ صبح کو ناوشس ہو گئے

چھپ چھپ دھڑ دھڑ زست ہم آغوش ہو گئے  
 چوٹ ہو گئے تیغ سے گلچشس ہو گئے  
 کیا کات کر سر آب سبکدوش ہو گئے

تانھی مٹی تخت بھی توج نوشس ہو گئے  
 پہنچا میں اُسے کشنوں کو زخموں کی چھایاں  
 کا نڈا بھی جہاز سے کو دینا سے جان من

چھپتے کہاں وہ وصل میں لیکن حجاب سے  
عاشق مرے تو سوگ تمہاری ہلا کر سے  
سبقت عشق ساتھ جوانی کے چل بے  
رخصت ہوئے وہ آخر غیب خاتمہ ہوا  
مشاطہ پر چلی جو شاگد مفس کی سستان  
آئی تھی کس کی شکل خیالی کہ خواب میں  
لیٹا میں اٹھکے غش سے تو پلے فریبے  
کہنے لگے جو عاشق قدان سے مرد دل  
اُس پائے ناز میں کا تو رنجہ بلند ہے  
اُن بکلیوں سے دل میں چمکتی ہیں بکلیاں  
جن کی جگہ سر آنکھوں پر بھی دم بھٹکتے ہی  
آئینے سے پٹ گئے بے اختیار آج  
کب تک بغل میں پالے ہوئے دیکھو میرے  
ایسے سائے میری نظر میں شب سال  
وہ شہسوار جن جو سراج کو چلا  
بیکار میں سب عشق شب وصل تو کہا

سُز پر نقاب ڈال کے رو پوش ہو گئے  
تم کو یوں بڑے کفن میں پوش ہو گئے  
دو چار دن وہ دلوے وہ جوش ہو گئے  
ہم صبح سے بھی پہلے کفن پوش ہو گئے  
سینہ سپردہ خالی بنا گوش ہو گئے  
میاختہ ہم اس سے ہم آغوش ہو گئے  
مطلب لگے وقت کیسوی کا ہوش ہو گئے  
اوپنچا لگے وہ سننے گراں گوش ہو گئے  
لاکھوں کے سر تصدق پا پوش ہو گئے  
قتیل کباب وہ دُر گوش ہو گئے  
افس کیا دباں سر دوش ہو گئے  
آپا پنہ عکس سے وہ تم غش ہو گئے  
خالی یوہیں ہزاروں کے غوش ہو گئے  
آنکھوں کی بتلیاں وہ دُر گوش ہو گئے  
جبریل ساتھ غاشیہ بردوش ہو گئے  
لو تم تو بے پیچے ہوئے مد ہوش ہو گئے

دلدار کا پتا تھا کمان جب زمین میر  
ہم اپنے دل کو یکے ہم آغوش ہو گئے

زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے  
بکھلے سجیلے جو ان کیسے کیسے  
ہوئے باغِ خیرِ خزان کیسے کیسے

ہوئے نامور بے نشان کیسے کیسے  
تری باکی جوتوں نے جن جن کے مارے  
نہ گل میں نہ پھلے نہ بوئے نہ پئے

کہتا ہوں سے آئینہ صبح شب وصال  
 غمزدے سے اپنے ہونے دکھتو نکو دیکھ کر  
 رحم آگیا کریم کو محبت ج دیکھ کر  
 اب آنکھ کیا ملائے گی ستون سے دخت رز  
 کیا کیا لباس نشان کرم کے بن دیکھنا  
 اک عمر ہو گئی غمزدہ فرقت کو میرے مگر  
 نہ دیکھا گاہ گرم سے آج آنکھوں نے غم کو  
 بے دھل میں تو ہجر سے بھی بڑھے اضطراب  
 معشوق سبز رنگ تھی جب تک خمی سبز پوش  
 شکوہ کیا جنا کا تو بولے کہ انا سپاس  
 تھی خواب رنگت ہوش کیا یک سب آگئے  
 آنکھوں کے آگے آگے کھڑی ہو گئی شکل  
 ہے جز ایک ادا و قصا اس قدر ہے فرق  
 آئینہ عاشقوں سے سوا ہے تم نصیب  
 سنان عشق کو رمضان میں بھی عید ہے  
 مقتل کو وہ چلے تو ہٹانے کو بیڑا بھاڑ  
 آئینے نے جواب دیا بات بات کا

ہے ہے یہ رات بھر میں تری شکل کیا ہوئی  
 لوحی مری گئی نہ ہوئی کرلا ہوئی  
 حاجت ہی اس عریب کی حاجت کا ہوئی  
 قاضی کے گھر میں پڑکے بڑی پارا ہوئی  
 خاک شفا ہوئی کہیں آب بقا ہوئی  
 اب بھی جوا بد اسے تو بس انتہا ہوئی  
 مقبول کس جگہ ہو سہل کی دعا ہوئی  
 ترپانے میں تو وہ دوسے دوئی دعا ہوئی  
 تاتلی لباس سرخ پہن کر صحت ہوئی  
 میری جنا ہی سے تو نود و منہ ہوئی  
 روزِ ذوق تیسرے کچھ ایسی ہوا ہوئی  
 دم بھر جہان پاک سے پاک آستنا ہوئی  
 سیدی فخر ادا ہوئی ترجیحی قصہ ہوئی  
 پہلے اسی غریب پہ مشق ادا ہوئی  
 روزے میں بھی شراب نہ کی قضا ہوئی  
 تیغ لگا دیکھ کر آگے ادا ہوئی  
 تو آج تو کھلی کھلی سے دلربا ہوئی

خبردار ہے جو حشر میں کہوں اس قدر امیر

اتنی ہی سی تو بات ہے کہ بددعا ہوئی

کیا پانی پانی مشرم گدا رہ گیا ہوئی  
 کسی غفلت آگے مرے مگر قصا ہوئی

کچھ بھی حشرِ خون سے وہ آنکھ آخا ہوئی  
 یان جان مں سے پہلے ہی فدا ادا ہوئی

کیا وصل کی گھڑی سرے حق میں بلا ہوئی  
لو وصل میں تو جان ہی اُسکی ہوا ہوئی  
ہو لا فلک پہ مہر جو زلف اُسکی وا ہوئی  
کہتے ہیں زلفِ یار سے دلا لنگھان زلف  
جہت یہ کہہ رہی ہے جہانوں کی قبر پر  
وہ دیکھتے ہی بزم میں محب کو بگڑ گئے  
ہیں رنہ تو فراق میں ساقی کے تلخ کام  
غافل نزل ہی تو کمالِ عروج سے  
نقطے کی سیر دائرہ معرفت میں دیکھ  
میر ہی تڑپ میں ہے ترے جلو کی آکھ تاب  
جو چمیراں میں دستِ نگارین یار کی  
بکھر کر مٹی لگے سے اُدھر دیکھنا نہ تھا  
کجا بک وہ جان کی ہے کجا بک جو دلکی مٹی  
بسل ادا شناس تھے قاتل ادا فرودش  
مرنے تھے جاوا پہ وہ سب مر کے رہ گئے  
سرت شب وصال میں بھی جہل کی نہی  
کہ کیا نیاز مندوں سے ہیں بے نیاز یان  
کیون چلے آری لے دکھائی گئے آگے

تعریف کی جا کی تو شوخی خف ہوئی  
عیسیٰ یہ دردِ حسد کی اچھی روا ہوئی  
نازل ہمارے سر پہ یہ کالی بلا ہوئی  
کالی پر ہی کسی کی بھی تو ہشنا ہوئی  
یار و کہو آنگ جراتی کی کیا ہوئی  
کچھ بات بھی تو کی نہیں یہ بات کیا ہوئی  
پوچھو تو دُشمنِ رز سے یہ کیوں پیرا ہوئی  
خاکِ فنا ہی منزلِ آبِ بے ہوئی  
مٹی ابتدا جہان سے وہیں آنتا ہوئی  
قدرتِ خدا کی حد سے پیدا ہوا ہوئی  
اور جو رول کی بات میں آکر صا ہوئی  
جو بن کا دل دکھا تو جوانی خفا ہوئی  
کیسی قصا قصا کی مٹی اُستاد ادا ہوئی  
بنامِ منت چچ میں پڑ کر قصا ہوئی  
قرآن اس ادا کے یہ اچھی ادا ہوئی  
خلوت میں بھی نہ اُن سے نہ نکلتا ہوا ہوئی  
یان لاکھوں کو لئے گئے وان اک ادا ہوئی  
کسی طرف سے چیز کی یہ ابتدا ہوئی

بجٹا ایسے سرورِ ازل ہی کریم نے

یان چلے منفرت ہوئی چھپے خطا ہوئی

ہم مرے ہاتھ میں تم کہتے ہو حال اچھا ہے

اچھے جیسے ہم رضیوں کا طیل اچھا ہے



آرزو وصل کی اچھی یہ خیال چھاپے  
نزع میں میں ہوں وہ کہتے ہیں کہ غیرت ہے  
تجسسے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ بھائے  
یا دہلے آئی تو دل سے یہ کہا صرف تے  
ایک سے ایک حبسوں میں ہے اچھا لیکن  
پہل پہل ہوں کہ نہ ہوں چھاؤں گئی جھوپڑ  
دیکھ لے بیل دہر دانہ کی میستابی کو  
اچھی حالت ہے کسی کی نہیں دوتا کوئی  
تم زبان سے تو بڑا کہتے ہو میرے دل کو  
ماتین ابھی ہیں دن لہجے میں جیسے اچھے  
دوڑن آئیں میں اس میں تو قیاب میں صیب  
چیز مانگے کی ہو چھی بھی تو کس صرف کی  
چرو حوین سال میں ہے نام خدا د خیر روز  
وا غدا اسکی سی ادائیں تو نہیں حور دن میں  
آگیا اُس کا قصور تو پکارا یہ شوق  
جبکا انجام مصیبت و خوشی بھی ہے بُری  
آنکھیں دکھلاتے ہو جن تو دکھاؤ صاحب  
وہ اُدھر فلک اُدھر بیچ میں ہے آئینہ  
وہیں زخم میں ہر قطر خون ہے یا قوت  
او کا مل میرے دوڑن میں ہیں لیکن  
اے ہوتا سا وہ قدم سے وہ نزع وہ جوہن

ہاں پورا نہیں ہوتا جو سوال اچھا ہے  
پہرنا ہوتا ہے کیسا جو یہ حال اچھا ہے  
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے  
اسکو سینے سے لگا رکھو یہ خیال اچھا ہے  
تھے چڑھ جائے جو پند ہی مال اچھا ہے  
ہر مسافر کی نظر میں وہ نہال اچھا ہے  
اجرا چھانہ حسینوں کا وصال اچھا ہے  
آنکھیں کیوں فی جہم پر بکا جو مال اچھا ہے  
چترنوں کی تو سنو کہتی ہیں مال اچھا ہے  
اچھے مستوق کی صحبت ہو تو مال اچھا ہے  
خواب مستوقی ہو عاشق کا خیال اچھا ہے  
ہو بڑا بھی گرا پنا ہو تو مال اچھا ہے  
پڑو دے قاصدی کو وہ بول بیل اچھا ہے  
ہے تسلیم کیا حسن و جمال اچھا ہے  
دل میں جرم جائے الہی یہ خیال اچھا ہے  
جبکا انجام خوشی ہو وہ مال اچھا ہے  
وہ الگ باندہ کے رکھا جو مال اچھا ہے  
بحث یہ جبر گئی ہے کہ جو مال اچھا ہے  
تیرمی تلوار کے شے کا کمال اچھا ہے  
اک دہا میں جو کہیں کو بلا اچھا ہے  
پہل پہل مکیوں اچھا وہ نہال اچھا ہے

مسر میں خون کے دریا ہی میں تڑپیں تو بجلی  
شہ خیاں جھل میں کرتی ہیں جو دنگو دایوس

پھلیوں کے لیے سوچوں ہی کا جال اچھا ہے  
سفرم درختی ہے تسلی کہ نال اچھا ہے

برقی اگر گرمی رفتار میں اچھی ہے امیر  
گرمی حسن میں دور برق ہمال اچھا ہے

بجولے ہیں سے دم خست یہ سوال اچھا ہے  
ایک دم ہو تو ارباب وصال اچھا ہے  
مانگے بوسہ تو کہتے ہیں وہ دیکر دشنام  
دخت زرد گھر میں جو خامنی کے ہے سگی کیا بات  
ذکر طوبی ہی کا کرتا ہے ہمیشہ داعظ  
اس کا انجام فراق اس کا ہے انجام ہمال  
غم میں گزرے تو بڑا ہمیش میں گزے تو بھلا  
کہتے ہیں خوش ہوں جو عاشق تو کرین اور نہ  
دور آتا ہے مرے دل کو تسلی دینے  
عمر کی جان جوانی ہے جوانی کی ہے جان  
ناز کو جان کی ہے تاک ادا کو دل کی  
سیر بان مزا ہے مہمان مرے کرتا ہے  
تہ سہی ذوق و فاضل جی کیا کم ہے  
جی گئے کیوں نہ حسینوں کی جانیں سنکر  
غروب دیکھا تو جوانی کا ہے سارا جو بن  
کہتے ہیں آئنے سے وہ ہمیں سے دیکر  
چٹکے دیکھو آئے خانے میں میں کہتے تجھے

باتھ بیٹھے ہے کیوں دل کو حال اچھا ہے  
اچھی نیت ہو تو اچھوں کا خیال اچھا ہے  
کیوں جو اباس کا ہی اچھا کہ سوال اچھا ہے  
پارسا گھر ہے رقم چوٹھی ہے مال اچھا ہے  
بلغ بھر میں ہی کیا ایک نہال اچھا ہے  
کون کتا ہے کہ وقت ہو ہمال اچھا ہے  
خبر ہے کوئی دنیا میں نہ سال اچھا ہے  
رہتے دور رہتے دو ایسوں کلال اچھا ہے  
تجھے لے دشمن جان ترا خیال اچھا ہے  
بارہ کے میں تلک جو بڑا سال اچھا ہے  
دو نوں خوش فکر چین دو نوں کمال اچھا ہے  
دل کی حالت ہے بری وہ کمال اچھا ہے  
کچھ نہ ہونے سے تو جیسا پوچھا اچھا ہے  
تہ کر جس میں ہو چھوٹ کا وہ حال اچھا ہے  
حسن پر یوں کا نہ حور دن کا ہمال اچھا ہے  
پھر دکھاتا ہے میں کو کہ یہ مال اچھا ہے  
تک جو سوجھی ہے کہ میرا ہی جال اچھا ہے

لوٹ ہو دیکھ کے دل جب کو وہ قد ہے موزون  
گر جی بہر قیامت کا بھی جھڑکا نہ رہے  
نہ کا سپر نہیں ہوتا ہے کسی عاصد کو  
کہتے ہیں آج کو ناخن سے مرے دی تشبیہ  
گر جی شوق یہ کہتی ہے چیلو دیکھیں تو  
توٹ عجز سے تاکست گزرا عیش بسینچ

جبکہ کلی کہے اچھا وہ نہال اچھا ہے  
چونکہ سے خلق کو اسے مہر حال اچھا ہے  
خرب دیکھا تو خوشی ہی بھی لال اچھا ہے  
کل کہو گئے ترے اہل سے بلال اچھا ہے  
سننے ہیں طور پہ بھی ایک نہال اچھا ہے  
زنگ پرواز یہ ایسے پر بال اچھا ہے

دیکھ سے ہوتا ہو نہیں دیتے وہ ایسر  
کیون کہا میں نے غزل میں کہ لال اچھا ہے

ہر کل کہتی ہے کھل کر ترے دیکھنے سے  
ساقیا جاتے ہیں پیاسے تو سے بچانے سے  
تج بنے بیٹھتے ہیں بت جی مرا گہرا ہے  
مسرور دیکھیں مرے دل میں تو ہوا شہرِ جمل  
دختِ رزنا ہم خدا اب سے جو ان لے ساقی  
لا مکان کے چرک ہاں میں لکھے ہیں اوصاف  
دل مرا تو ڈھل آج مرے ساتی نے  
رحم ان پر تو کر نشے سے کسی تو ان کو  
شیخ جی رہتی ہیں کیوں سرخ منہا دی نگہیں  
میرے ہی دل سے چری خانہ عزابی کی بنا  
کہتے ہیں گل لگے شوق کو ترے ظالم  
دھس کرنے لگا دم بھر میں چھپا کر ساتی  
میں نے زلفوں کی شنا کی تو کیا چپ بھی رہو

دیکھ کلی ہے پری سج کے پریمانے سے  
گھومت دو گھومت جھلکتے ہیں پلانے سے  
اُنکے کہتے کو چلا جاؤں گا بچانے سے  
بھٹی ہیں کیوں سے ہاں میں مرے دیوانے سے  
کہیں سستی میں ٹھہرائے نہ میخانے سے  
ٹپتے جلتے ہیں وہ کو کچھ مری دیرانے سے  
مے پلائی ہی تو لپٹے ہوئی پلانے سے  
چین غلب میں تری نگہیں تو چھلانے سے  
شب کو کیا لال پری آتی ہو سچانے سے  
گھر تباہی کا ہے آبادی دیرانے سے  
جھلکے سب رہ گئے چھلنے تو گل کھانے سے  
کہو یا جھک کے چکیا شیشے نہانے سے  
دم اُٹھتا ہے اس آجے ہو خوشانے سے

دل چڑھا ہے تو آنکھیں نہ چسراؤ دیکھو  
 شمع جی آئے تھے زندان میں کو کبھی محو کشف  
 چوری کھلنے کا ہو ڈچور کے گہرانے سے  
 کیا نہاد حو کے نخل آئے ہیں بیخانے سے  
 شمع کی آگ کو کیا لاگ ہے پروانے سے

کل نظر آئے تھے جاتے ہوئے مسجد کو ایسر  
 آج دیکھا تو چلے آئے ہیں بیخانے سے

دائیں بھانے کے باہر بنوں بیخانے سے  
 بھلا خاصے ہی میں آنکھیں دکھانے سے  
 زمین لپٹی نہیں تیری یہ تہا پر چہ یان  
 تھن بھی چاہیے کوثر کے لیے کچھ ذاب  
 غیر کو دیکھ کے ساقی نہ ہمیں دیکھ کر  
 نگر شوق کی زور آوریوں کو دیکھ کر  
 داغ تو دل میں مرے ترے لو کہیں ہی سوتھے  
 دیکھ لے دل نگر گرم سے سوخت نہ دیکھ  
 دی بھی سے شمع کو ساقی نے تو تھن کے ساتھ  
 وہ تو مشوق ہے تڑپانے میں لٹا ہے ترہ  
 کہتے ہیں دسل میں دیکھے کوئی بل پیرا کی  
 میرے غم کو جو گھر سے میں نہیں میں کیا دل  
 زامہ و عفت کی مجلس سے کسے ہے انکار  
 شمع سے کہتے ہیں اک ساتھ پٹ جلتے ہیں  
 نیم جان کر کے مجھے چھوڑ چلا امتاں  
 درد دل کتنے پیسا دل بیدروان کا

مکتب حسین نے خدا کہیں چکانے سے  
 ہائے محروم ہا کیوں میں سزا پانے سے  
 آئی ہیں ہنگ بڑا ہائے ترے دیوانے سے  
 لیتا جا تھوڑی سی بھگت مرے بیخانے سے  
 ہر نہیں پیچے چھلکتے ہوئے بیخانے سے  
 آنکھ آ رہا ہے کہاں ڈھلکے ترے ٹٹانے سے  
 اور ابھرے ترے جوہن کے انہر آنے سے  
 ٹٹٹے ٹٹٹے ہی کھلے ہیں خوش آنے سے  
 تو بہ توڑی بھی تو ٹوٹے ہوئے بیخانے سے  
 درد و دل تجھ کو ملا کیا مرے ٹٹ پانے سے  
 ٹوٹے بخیا رہیں جو میرے کہیں دیوانے سے  
 غم مرے پاس بچے بھی جو مرے کمانے سے  
 تم چلو بی کے میں آیا ابھی بیخانے سے  
 رنگ علق نہیں پروانے کو پروانے سے  
 تیری بیدردی ہی جی جی تیرے گمانے سے  
 کام افسون کا لیا رہنے ہل فسانے سے

تو ہی میری دغا اس سے جائزہ منواسے | برصیان پو لون کی تسنی نہیں جس شانے سے

ایسٹ کا لطف تو یاد دہن ہی کو دم تک ہی میرا  
بیٹھ جاتا ہے دل حباب کے آنکھ جانے سے

دوخت رزائگی جسے ساتی کسی دیوانے سے  
داغ برداغ دیے جاتا ہے دم لڑاے پرین  
تہت حرم میں بھی نہیں چین سے رہنے دیتے  
ساقیا دھڑ رز بھی ہے عجب مشاطہ  
قتل کے وقت میں تڑپا تو کہا خوش ہو کر  
کی تھی پچشتوں میں تشریف تری تونی کی  
شیخ بھی اٹھے تو نفرش نے قدم لیکے کہا  
خوب ہی بھر کے تصور کا عے موقع ہے  
ترے دیوانے پر کیا جانے وہاں کیا گہری  
شب غم گہمتی ہے میں پڑ چکی جبرے گھر میں  
جا رہے ہیں کہ دل تائین تو الگ ایک سو ایک  
کچکے یہ شربت دیدار پلایا دم نزع  
شرم سے شمع بھی جاتی ہے تیرے آگے  
نخلے پلسن سے وہ کچے کہ تماشا ہے کوئی  
گنگر و بولیں گے گلے میں مرزو بابا لون کے  
چاہا کی آنکھ سے جو بن کو جو دیکھا تو کہہا

گوہری جگہ آئی جاتی ہے جانے سے  
یہ بھی کہا لو گھا جو فرست ہوئی غم غم سے  
روز بیام چلے آئے ہیں بتھانے سے  
آکے شیشے کو پلا دیتی ہے پیمانے سے  
تم بھی تو وصل میں خوش ہو کر ٹوڑا پنے سے  
اکھڑی ہوئی میری ترے شرمانے سے  
آنکھ کے کیوں بیٹھ گئے جاؤ نہ میاں سے  
میں بہت غرض ہوں شب بھر کو بچانے سے  
ایسا سیلاب جو روتا ہوا دیرا نے سے  
تجھ کو کیا کام ہے اب فیر کے گھر جانے سے  
راہیں زلفوں میں گھلواؤ ہیں شائے سے  
آخری وقت ہے کیا فائدہ ترسانے سے  
آؤ نہ جاے کہیں پناہ کو پرانے سے  
کام بھلائے بڑا دل کے پھل جانے سے  
یہ صدا آتی ہے گنگر و کو کہو ایک دانی سے  
کہیں یہ مال دیا جاتا ہے لعل جانے سے

ڈکیر جو کس دل جی نے کیا ہے کہ امیر  
دبی آواز چلی آتی ہے دیرانے سے

گرم اندک اکھاڑا ہے تو سیخا نے سے  
 نکلس کی چھپی ہوئی شکل تو آئینے میں دیکھ  
 دل ہے ویسا نہ گویو تو پہن لے بیڑی  
 رات تو تازہ بکھٹا گل کہ مرے دل کی کھی  
 کہہ رہے دل دیوانہ ہی سے گیسو کی  
 آن کی یہ بیٹ کہ نہیں آج نہ دو ٹکھا ہوسہ  
 دھوکے دیتے نہیں آنکھوں کو بیا بانوں میں  
 اعتبار آپ نے وعدے کا خود اپنے کھو یا  
 کہتی ہے دل کی شب آن کی جیسا خوشی  
 غافل ہوں رہا جو یہ پھرتی ہے بیکی بیکی  
 دیکھ پایا ہے انھیں حضرت جناح نے کہیں  
 قاضی شہر ہو یا شیخ حرم کوئی ہو  
 انک ہے دانہ مرانک ہے پانی میرا  
 اک ذرا سی حرکت کی بھی سکت مجھ میں نہیں  
 توہ فوٹی ہے فرد آج کسی اوسچے کی  
 وٹن ہٹا تی تو خاک کے سینوں پہ بھی ہانپ

دقں پر یوں کا کوئی ٹیکہ لے جانے سے  
 شرم اسکو بھی تو آئی ترے شرمانے سے  
 آن ہے عشق کے بالکون کی ہی لانے سے  
 سکرائی تری چلی کے تنک جانے سے  
 متبرک ہے قینچہ رسمی دانے سے  
 دل کی یہ منہ کہ ہفتا نہیں ہلانے سے  
 چھپین کرتے ہیں جھلا دوسرے دیوانے سے  
 نرہی اتنی بھی تو سیر سرم کھانے سے  
 آج حامل نہیں کچھ بھیجنے شرمانے سے  
 تو یہ بھی بی کے گر کھلی ہے سیخانے سے  
 اب میں بھجا جو غرض جو مر تو کھانے سے  
 جو ہنومت نکالو اسے میخانے سے  
 اور واقف ہوں نہ پانی ہونہ میں دانے سے  
 غش غش آؤ میں اب ہوش میں بھی آنے سے  
 تو یہ توہ کی صدا آتی ہے سیخانے سے  
 یہ اشارہ ہے شین زلف کی لٹکانے سے

سیر کہنا تو غل کچھ نہیں دشوار کیا

خوف یہ ہے کہ نکل جائے نیلوانے سے

مگر نقد پر تین تین کر لای ہے  
 تو سن کس لیے بھولی کھڑی ہے  
 لا ہے دل جو آنکھ لاش جولاہی ہے

جب آنکھ اس شاہد بان پر پڑی ہے  
 لب جانان پستی کی دھڑکی ہے  
 غضب کی پست الفت میں پڑی ہے

مہی پر چھوٹ افشان کی بڑی ہے  
 چھپی کیون ہے جو سلی سے لڑی ہے  
 پیغمبری ہے یگر دن ہی تک اُسکی  
 شبِ علم بچے سے بیٹھا جائے کیونکر  
 کلی کو باغ میں چیرا ہے کس نے  
 خدا اُس زلف و کاکل سے بچائے  
 بہت جلدی نکرت تل دم ذبح  
 شبِ غم کیسی ہی چوٹی ہو دلاؤ  
 ادا گا بک تھنا گا بک کہ مر جاے  
 نہیں نکستی چلی جاتی ہے دن رات  
 لیا ہے ہوسِ موت تل پشت کر  
 قضا ہی نے تڑپ دیکھی تھی میری  
 فلک کو بھونکتی ہے آہ دل کی  
 بڑی جھگڑا ہے اُسکی حیا بھی  
 بلا کر خاک میں آئے ہو کس کو  
 بنین کھنٹی گرہ بندِ تب کی  
 ہوا ہے کس ہلاکش سے وہ ہر دم  
 نچاؤ ناز ہوئی ہے ہر آدم  
 اجل آئی ہے تذرا کئے کریں کیا  
 تھہارے لب میں باغِ حسن کو بھول

کئی سیرے کی خیم میں جڑی ہے  
 یہ چوٹی کس لیے پیچھے پڑی ہے  
 صراحی دھیت روز سے کچھ بڑی ہے  
 تری قصور تو آگے کھڑی ہے  
 صبا یا منہ پیسے کیون پڑی ہے  
 بلائے جان پر جو چھوٹی بڑی ہے  
 یہی تو حاصلِ عراک گھڑی ہے  
 مگر تری قیامت سے بڑی ہے  
 عجب جھگڑے میں جان اپنی پڑی ہے  
 مری عمرِ مردان بھی اک گھڑی ہے  
 لڑا دی جان تب قسمت لڑی ہے  
 اُسی نے جا کے قاتل کو جڑی ہے  
 ذرا سی شمع کو زاتنی بڑی ہے  
 کراک اک ہوس پر پیر دن لڑی ہے  
 یہ کیسی گرد و امن پر پڑی ہے  
 یہ ظالم کسے دل کو بھی کڑی ہے  
 کہ زلفِ یادِ تدوین پر پڑی ہے  
 سلامی کو صفتِ نرگان کھڑی ہے  
 جاری جان تو ختم میں پڑی ہے  
 تبسم اُن کی نازک پنکھڑی ہے

ایسا رشتہ چھپتا اسکو ہر شام

## اگر شب بھر پیار کرنے کو پڑی ہے

خشب و گل آنکہ جب مجھ پر پڑی ہے  
 نظر کس چشمِ فشان سے لڑی ہے  
 نظر میں دن سے اُس رخ پر پڑی ہے  
 نہ نے بھر کی آنکھ اُس سے لڑی ہے  
 وہ جیسے مین مگر تیر ہی چڑا ہے  
 اور عکس اور اوہرتا ہے وہ خورخ  
 مرے مین جو لگن مین شمع سے بھول  
 بجھتے ہی نہیں مسجد سے واعظ  
 گرہ بیدار کی کھل ہے گی  
 مرے گھر بھر کے دن دھوپ پاؤ  
 مری میت کو کھکا کر وہ بولے  
 بگاڑتے ساتی نے دھکا کر  
 لبان دی بہر وصل اور خود ہی بولے  
 مرزا اُس کی نگہ سے بھی ہے کٹہ  
 پست کر سوتی ہے اور اُس سوچو ٹی  
 آنکھ لائے جو بون کا کہہ رہا ہے  
 بنین اُس تین کے قبے مین چھوٹ  
 نکل سکتی نہیں حسرت مشہور وصل  
 بہو مین تر ہے کیون اسے چشمِ غبار  
 خضر بھی عمر مین دینا سے مین کم

تو کیا گیا شرمِ شوخی سے لڑی ہے  
 کی آنکھوں کو لے کر گس پڑی ہے  
 کرن سوچ کی آنکھوں کی لڑی ہے  
 حیدر دیکھو یہی وقت بڑی ہے  
 سیجا پاس اجل سر پر کھڑی ہے  
 یہ وہ آنکھوں مین کی بجٹ اپڑی ہے  
 پر پروا اُن کی پسند کڑی ہے  
 خدا کے گھر مین ناں لگی لڑی ہے  
 وہ کھولو جو گرہ دل مین پڑی ہے  
 جی ہے یا لڑی ہے یا جڑی ہے  
 کہاں کی نیند تھک بھٹ پڑی ہے  
 کہاں بھول کی جا پسند کڑی ہے  
 مین سج کہتا ہوں یہ جھولی پڑی ہے  
 چھری خنجر سے بھی منہ کی کڑی ہے  
 یہ میری جان کے چھ پڑی ہے  
 جوانی نور منائی پرا لڑی ہے  
 دلہن کے کان مین انٹی پڑی ہے  
 کہ وہ چتون پھری ٹھیکے کڑی ہے  
 بتا تو تج کو کس سے لڑی ہے  
 یہ بڑھیا ساری دنیا سے پڑی ہے



یہیں تو حسن کی دولت گزری ہے  
 قصا کیا صفت میں اری پڑی ہے  
 وہیں چلن میں شرابی کھڑی ہے  
 مگر دیکھا تو شہر سیلی پڑی ہے  
 قیامت درد پہ گھبرائی کھڑی ہے  
 تو اک تلوار اور اس نے جڑی ہے  
 عصا نیکے ہو سکے کھڑی ہے  
 عدم کی راہ بھی کشتی کڑی ہے

نکد جائے کہاں سینے سے اٹھکر  
 ادا قاتل ہے الزام اسکے سر پر  
 نہیں چکون کی اوچل میں وہ بھلی  
 کیلی بھی بھلی ہی ہے وہ آنکھ  
 پہنتے ہیں وہ بیٹھے گھر میں چھاگل  
 پہنتے ہیں جب دیان جنیم بس  
 نہ توڑو نگہیں میسار کی آس  
 پہنچتے ہیں سب اس منزل پہ مرکز

ایسے راہی نظر میں صغیر شہی  
 فیرون کی سی ٹوٹی مجھ پڑی ہے

ان چولون میں اماگ لگا دی جو صبا نے  
 سکتہ تری طح مجھے چھپایا ہے قصا نے  
 یہ پھول کھلایا ہے نیا بار صبا نے  
 تاثیر سے دان! خدا اٹھایا ہے دعا نے  
 چھوڑا ہے ننگو نہ نیا بار صبا نے  
 کی اور رنگ درد محبت کی دوا نے  
 چکے دیے شونی نے تو کی چال حیا نے  
 افسوس وفا مجھ سے نہ کی اسکی جفا نے  
 کیا کام لیا نچی بھا جون سے حیا نے  
 رحمت کو بہت تے ہیں بخشش کے پلانے  
 شب کو تو مجھے ساری ڈالنا صبا نے

پہنکائے ہیں کیا درخ جگر آو رسا نے  
 جائے پیش دل مری کس کس کو بکا نے  
 پردہ درخ محبوب سے اٹھا ہے توانے  
 بان ہاتھ اٹھایا ہے دعا کے لیے میں نے  
 بسیل جو ہوئی فوج تو غنچے یہ بکار سے  
 لودھل میں تیا بی دل ہو گئی دوانی  
 کس کس کے پنے جو شہر دل میں بھیر  
 بسیل ہی مجھے چھوڑ گیا غنیمت تل  
 برا کے مروت دل کو جگر تک آتے آئین  
 تو عزیز صبا کی نگائے زمین عاصی  
 کام لگئی غری کو نقاب اسے لٹ دی

برسات میں بھی یہ خاموش رہا تھا نہ بھری  
 اُس سبب خانی پہ گلے کٹ گئے کتنے  
 گھبرائی ہوئی نچ بکھ پھرتی ہے ہر صفت  
 آئی ہے دم نزع مرے مگر شبِ فرقت  
 اک آن میں جب بھر دیے جلِ شل تو میں کجا  
 اُس دستِ نگارین کو کیا ہے جو بھجوا کا  
 تو بکر و توبہ کہیں بیٹھانے سے ہستی  
 کہنت مرے مگر سے نکلتی ہی نہیں ہے  
 اُس گل کے جو انھوں کو بنانا تھا بھجوا کا  
 اندر سے میری شبِ ہجران کی سیاہی  
 لٹکودہ جو کیا سنگدلی کا تو وہ بوسے  
 ہر گام چلنِ عشق ہی ہو عشق میں لیکن  
 گھیرا تو بہت لعلِ تاجان نے مجھے لیکن

پچھٹے دیکھ کیا کیا مری تو یہ کو گھٹانے  
 پیسے میں ہزاروں ہی کے دل سپرد خانے  
 کیا جانے دیا ہر حق کو کیا حکم گھٹانے  
 گھبراہٹ ہوئے وقت میں جس کالی جانے  
 واقف تری رحمت سے کیا سب کو گھٹانے  
 دل میں مرے اک آگ لگا دی پر خانے  
 گورے اسے کیلی کے گھٹائے ہیں گھٹانے  
 ماسن مرے مسکن کو بنایا ہے بنانے  
 لالے کا ہو چوس لیا پر گب جٹانے  
 سو بار بچارا مجھے تجھ سے راکے بنانے  
 بُت ہو گھٹایا ہے تبار سے ہی خدا نے  
 پھلے تو سنبھالا میں تسلیم درمنا نے  
 اب تک قراس آفت سے کیا یا ہے خدا نے

دل پکے امیر اُنکے قدم تک بھی نہ پہنچا  
 اور بوسے لیے انھوں کے بھی پکے خانے

سیکھی ہے ادائیگری مرکانِ قصانے  
 یہ خوشخبری نزع میں دی جبکہ قصانے  
 ساتی کے تصور سے یہاں کھل گئیں آنکھیں  
 بُت کہتے ہیں سُن سُنکے ملو جو رجھ کا  
 نام جو ہوا جرم یہ رحمت کا جو شخص  
 معشوقِ جنا کار میں عشاق و سدا دار

آتے ہی مرے پاس لگی جان چرانے  
 بھیجا ہے عیادت کو تری مکتوب ادا نے  
 ہشید کیا ہو گئے چو شربانے  
 پیدا ہی کیا ہے انہیں کا مران کو خدا نے  
 کی میری شفاعت مرے اقرارِ خطا نے  
 ہر ایک کو حکمت سے بنایا ہے خدا نے

خاک کو جگھے ترے دیوانے جنوں میں  
 پامال کیا لاش کو ٹریت کو بھی تو دندا  
 بے موت جگھے تیج تغافل ہی نے مارا  
 قد سوچ کر ہی تیرے تو چہرہ سر نہ اٹھایا  
 ہرین تنگہ ناز میں سب زندہ حب وید  
 اس شان سے اس تمام کو پھولوں میں دندا  
 تیرا گونا گونا سے ہر دم بچکے جو نکلے  
 گرد نظر داندے بیزاروں کو مارا  
 سر بچکے ستم ٹھکوسمٹا رہا  
 جھنجھلائی ہے تنگ آئی ہے ہر ذریعہ سے  
 محشر میں بھی اٹھا تو وہ مخور ہی اٹھا  
 اندر سے ہر آنکھ غوشی تاثیر کی حسرت  
 جوڑا جو کھلا دوڑ پڑے سینکڑوں نکلے  
 ناگکی ہے دعا و صل کی ککے کو پست کر  
 بغیر کیا تجھے مرے ہر شش آفا کر  
 نے لی تری چتون نے مری آہ کی تاثیر  
 گزرا ہے جب اُس کو چہ گیسو میں مراد لی  
 خاموش چلے جاتے ہیں دنیا سے ہزاروں

چھلے یہ اچھا ہے ہر جاہل کعبہ پانے  
 کی خوب دغا تم سے ترے جو روح جانے  
 پوچھا یہ جھانے نہ قضا نے نہ ادا نے  
 کیا برکت کو روند اسے تری لغزش پانے  
 شمشیر قضا توڑ کے رکھ دی ہے ادا نے  
 تدرین انھیں دین اٹھکے مرزا اہل عدا نے  
 غم سے سے پجری بیکے کیا فوج ادا نے  
 اک ذہر کی چنگی انھیں دی خاک بے شفا نے  
 در پردہ ستم جھپٹ کیا میری دغا نے  
 کو سا ہے ہر عرش بچے جا کے دعا نے  
 ہا کا جسے تری نگہ ہر شہر دانا نے  
 سجدے کیے ہیں باہر اجابت پر دعا نے  
 لین بڑکے بلا میں ترے بالوں کی جانا نے  
 ہوسے دیے ہیں منہ کو مری میری دعا نے  
 دو کام کیے ایک نگہ ہر شہر دانا نے  
 جو چنگی وہ چیمین لی دشمن کی دعا نے  
 روکا ہے ہر آنے تو تو کا پست دانا نے  
 کیا جاسیے کیا کہہ یا چکے سے قضا نے

دکھلا کے ادا ٹھکوسمٹا رہا

پیدا اثر درد کب میری دوا نے

قدم کوئی کہاں رکھے جہر دیکھنا دھڑل ہے

دیکھتے ہیں کھلا اتار دوا سے پشکل ہے

ترخی شکل ہوا بے سان بے شکل ہے  
 خوب دست و پا کا چنگیلا پن دیکھ کر بولے  
 کہ میں ایسا نہ ہو تجھ پر بھی کوئی وار مل جائے  
 بڑا واعزہ عشر میں سے ساری خدائی کا  
 نہ کر مشرق کو بے پرواہ آنکھیں بند کر مہنون  
 بچے تو درد ہے تیرا تجھے ہے کیوں یہ پیڑی  
 مدد بھی دے قسمت بزمِ مہم میں جو ساتھ آنکے  
 دلِ سل مرا قاتل مرا مت تل نہ کہہ اسکو  
 جھٹ ہے تاک جھاک لے شیخ جھکو دختہ زندگی  
 مجھے تو سیکھ سے میں خالق ہون کا مزہ آدا  
 بن اسکی بڑھیں ہر دم وہ میری گمات میں ہر دم  
 فساد دیکھا مٹن بجست کا زمانے میں  
 جانا میں کھینچے سے یارب زمین کو سے جانا نکلی  
 تو راج پا کے اٹھکالے لیا بوسہ تو وہ بولے  
 جہاں ڈوبا سفینہ عاشقوں کا پار ہے جہاں  
 کھد میں لیکے دم جاتا ہے میدانِ قیامت میں  
 مرے سینے پر دھکے لگاتے کہتا ہے وہ خوشی ہے

مگر قاتل خود نگاہِ یاس کی چھوین ہو پس ہے  
 غریبِ فاق کا مارا غمزدہ بیکس یہی دل ہے  
 قضا ہٹ جا کہ ہنجھلا دے بڑا سوکت قاتل ہے  
 بڑی ہی دھوم کا جلسہ قیامت کی یہ محفل ہے  
 کہ یہاں آنکھوں کی جلی ہے آنکھوں غوشِ محفل ہے  
 مرے پہلو میں بھی دل ہے تو پہلو میں بھی دل ہے  
 چارے چھو لون میں کہ جنت لگا نامی شامل ہے  
 اُسے اشد درگے ایک عالم کا وہ قاتل ہے  
 بھلا یہ عمر اس تو عمر سے شادی کو قاتل ہے  
 مراقب کے رہا اللہ دالوں کی پیش ہے  
 دلِ سل میں قاتل ہے دلِ قاتل میں سل ہے  
 نہ مجنون ہے نہ سلی ہے نہ نات ہے نہ گل ہے  
 کہ میں ہوں ناتوان اور نہ ہوا غور منزل ہے  
 کیسے نہ لگانے میں یہی تو ہو سکو مشکل ہے  
 نیا دریا ہے اس دریا کی تہ میں یہ کاسل ہے  
 یہی منزل نہیں اور اس کو آگاہ منزل ہے  
 یہی دل ہے ہزار خنی ہے یہی دل ہو جہاں سل ہے

امیرِ حشر جان کی سنگین سان ہون یارب  
 تجھے ہر اے سان ہے آستہ رباتِ شکل ہے

کرے وہ پردن میں مٹی ہوئی آوازِ ساں ہے  
 مجھ ہی ہو تو اچھا ہے اگر چھوین میں شامل ہے

اور غصہ اور آدھر دلِ سل مشکل ہے  
 سگِ صبا کہتے سان کے زمر میں داخل ہے

پٹے لٹے ہو کر زخمی تو پھر سسنان ہے قتل  
 نقاب شمی تو کیا حاصل حیا اٹھے تو آنکھ اٹھے  
 ابھی بسجود سے تربت میں کوئی حور جنت سے  
 جبر و دیکھو آدمی سو تارے کوئی پاؤں پیلائے  
 کیلجے سے لگا آنکھوں سے تل آئنا ندو بھر کر  
 سنگ لگا کر آئینہ کیوں سانسے کی جوت کما بیٹھا  
 گری ہے ٹوٹ کر تو یہ بھی جاہ سے پردہ زاہر  
 کہیں نازون کی تلوار میں کہیں غمزدگی چیل میں  
 وہ عشق قتل سے معطر ہے یہ عشق شہادت  
 کسی جوہر سے ہے ہر دلعزیز آئینہ دنیا میں  
 نہ ہے جنت جہان کوئی گمراہ دہشت میں اٹھا  
 بڑھا اے آہ سا باب اثر اغوش ہے کھولے  
 گرہ میں دیکھیے گیسو کی یا جوڑے کی شمی میں  
 ہمیں کیا کام تو ہے کہ روند لا باہی میں  
 چٹاؤ غم سے دیکھے اگر انسان تو تکمیل ہوں  
 ویسے گلشن کو چر کے کسی غم سے تیرہم نے

ترے ہی دم سے تو اسے تیغ قاتل نگہ محفل ہے  
 بڑا گہرا تو یہ پردہ ہمارے اُن کے عاقل ہے  
 کہ پہلی رات ہے پہلا سفر ہے پہلی منزل ہے  
 زمانے سے الگ گویا طریبان کی جی محفل ہے  
 اسے سکون سے ملتا ہوا ہے یہ تو مراد ہے  
 تو اپنا آپ دشمن ہے تو اپنا آپ قاتل ہے  
 یہ کسی پار ساقی اب جو بیخواروں میں ٹھہل ہے  
 یہ مجمع ہے حسینوں کا کہ ملو دون کی محفل ہے  
 نہیں کھٹکا کان میں کون بل کن قاتل ہے  
 اُنکی شکل بختا ہے یہ جس سے مقابل ہے  
 تو دوڑا قیس یہ کہہ کر کہ وہ پہلی کا محفل ہے  
 بہت ہی تیری شقائق اس سافر تری منزل ہے  
 نہ سینے میں مراد ہے نہ بلوں میں مراد ہے  
 یہ دلی محبت تو ناہر پا چھاؤں ہی کو قابل ہے  
 زنا سا اُنکی قدرت کا نونہ آنکھ کا بل ہے  
 کہ گل میں خون میں تر خندہ گل نیم بسمل ہے

شریک حال میر احسان ہر حالت میں ہو چکا  
 سمنہ جھٹک جھٹک کے لٹے ہیں خدا محفل میں ہے

وہ کہتے ہیں کہ میرا چلایا گیا جیسا دل ہے  
 خرابی اہل محفل دختہ بد سید محفل ہے  
 جہاں دیتی ہے حسرت مل کی دگر نامل ہے

سکھنا اُس غلی سے ہو کے ہی عاشق کو محفل ہے  
 خدا رکھے چراغ جام سے بیخوار ہے روغن  
 خوارق یا دین بھری کف یا س آ کے ٹھکاری

پھری کھینچی تو پھر اپنی نگرین ٹوٹے کہیں نکلی  
جہاں ایسا جانی ہے قسمت پہنچتا ہے وہیں انسان  
مرے دل کو حسین جھٹ میں آنکھ دیکھ کر بولے  
لب جان بخش پناہم عدد ہے منہ لگاؤں کیا  
یہی کرکٹ ہو واسے یہی اٹھا کر کھلا سے  
گیا طوفانِ حرم کو قیس تو آواز پھسائی  
کسی کا رات بھر چلتا ترش بھر کھڑا رہنا  
اُدھر بے قتل کی لذت اُدھر بے وصل کی لذت  
عجب کیا اگر عشا کر سخی فرقت ہوا مگر سے  
غیر وصل میں دو دن کو ہے آئینہ حیرت  
مریض مفتی تجو تک آکے کس طرح لے عیسیٰ  
پت جانے سے مطلب قہر میں کو یہی خبر کسکو  
قریب انسان میں بُت کے نجاؤ لاکھ پیدائے  
تباہے مکس خالی رخ سے ہو سارا جہاں روشن  
سخی کا دل ہے ننھا اگر ہی روز قیامت میں

ارے یہ تو کلیجے میں مرے رہی کو قابل ہے  
جنگ سکتا نہیں کوئی گرفتِ بڑاہ کا دل ہے  
بیان دیوانے کا کیا کام یہ بیرون کی محفل ہے  
مرحبا بقا میں ذہر ہی خورِ سانشال ہے  
مرد ہمدیون کا دردِ دل جو مجھ کو حاصل ہے  
ارے نادان یہ تیلی نہیں تیلی کا محل ہے  
ترے زورِ قدم لے شیخ محفل تیری منزل ہے  
گلے پر تیغ ہے سینہ ترانہ توے قاتل ہے  
کوئی نوا نہیں تجھ نہیں انسان کا دل ہے  
اُدھر رحم سے مقابل ہے اُدھر مجھ کو مقابل ہے  
اُدھر سے اب اُدھر کرکٹ بدلنا آنسو منزل ہے  
کہ ناقد ہے کہ مراد کس طرف تیلی کا محل ہے  
وہ صورت دور ہی جو مہار کر لینے کے قابل ہے  
اسی کا نام تو دل میں سوچا آنکھ میں گل ہے  
کہ سر پر چتر جھٹ سایہ دامانِ سائل ہے

امیر اللہ حافظ ہے جو ہم ناز میں دل کا  
کسو جلا وہیں خبر کھٹ دیا یک سبیل ہے

مڑے جن خلد میں اب خلدِ آشیان کے لیے  
غضب کی شاخ نکلی ہے آشیان کے لیے  
اب ان حسینوں میں سجا ہے آشیان کے لیے  
غریب کیلے چراغ آبی آشیان کے لیے

بلا پر صبر کیا پیش جا وہاں کے لیے  
پھری دلائے جن عاشق کو مرغِ جان کیلے  
بچی جو بیرون سے جان پہنسا میں جو رو نہیں  
اندھیری دامن کی کو بھی ترس آ یا

خدا نے وہ نہ سہی دیکھ تو لبِ مجھ کو  
 کر چلتی ہے خنجرِ بنجل نہیں سکتا  
 حضور کے ہیں دشمن بہت اجازت ہو  
 نرے مزے کے تعلق میں زخم و خنجر میں  
 داد ہی تیری ہے قاتلِ خدا کے پرے میں  
 سوال بوسہ جو چپکے سے بھی کیا تو کہا  
 ہزار شکر کر پکان سے دل ہوا آباد  
 تیار ہی ہے پتھلے کو شمع سے یہ کہو  
 لگاؤں آنکھوں سے جو مون نہنگ لپسوا کو  
 چمکے کے آئی جو چلی ٹرپ کے دل نے کہا  
 جو خدا بنا کر کیا بھی چنگین تو بولے  
 جواب دیتی ہے طاقت بھی اپنے پری میں  
 خدا جو چپکے گا کیوں جان دی جاتی میں  
 میں امتحان میں پورا ہوا تو پھر کہیے  
 میں ہوں وہ سوختہ جان گر کہیں لمبے بجلی  
 اجازت اپنی نزاکت سے لی ہے یاؤں ہی

اسٹیج کا وہ تھک چکا ہے  
 اے آپ آئے ہیں عاشق کے استغاثے  
 تو پاؤں ہوں میں شہبازِ باغ کے  
 زبانِ دہن کے لیے جو دہنِ زبان کے لیے  
 بدل کے جیسے یہ آئی ہے استغاثے  
 شہرِ مگانی میں چاہیں تری زبان کے لیے  
 خدا نے بھیجا جاہل اس مکان کے لیے  
 زبانِ دراز یہ عزیز بے زبان کے لیے  
 کہ ان ہوں سے میں جو آسمان کے لیے  
 وہ برق نے قدم آہِ شرف کے لیے  
 یہ کس نے بوسے صبا میری آستان کے لیے  
 بہت کرے ہیں یہ دل جانِ ناتواں کے لیے  
 دکھا کے جلو کہو لگا کہ اس جواں کے لیے  
 خدا سمجھ کے تقاضا ہوا استغاثے  
 سمجھ کے جانو اُٹھاؤں تم شیا کے لیے  
 غل کھڑے ہوئے سرکارِ امتحان کے لیے

ہے اب میرے کیوں صبر کی تاکید

صبر ہی نے تو دی ہے زبانِ خدا کے لیے

زمین خاکِ اڑالی سے آستان کے لیے  
 آپ چھوٹے نے جو بوسہ مری زبان کے لیے  
 کہ ایک ڈال تو رہنے دجو آشیانہ کے لیے

امیرِ رومی ہے امتِ شہباز کے لیے  
 نکلی زبانِ مری کے دامن کے لیے  
 تنگے سینے سے اکر برق سے کہہ آ

پکارتا ہے وہ جو بن ابھر کے بیٹھنے میں  
 مرا خدا تو تو انا ہے نا تو ان ہوں میں  
 نکیلے تم ہو جھلے ہو تم ز سبیلے تم  
 غضب کی لاگ تھی کجبت ہرق کو مجھ سے  
 نہ موت آئے نہ غش آئے نہ کاکب و کمر  
 کلمہ تری کا نہ لسان کرے جو عاشق ہو  
 کہو کہ آ کے رہو میرے پاس بت میں  
 وہ اسٹھانہ ہو گا بزرگ نقش قدم  
 پسندو میں بھی ہے اسکو رنگِ قند گری  
 یکنگس جلی جو ہوتی ہے قیل عالم کہ ہد  
 کہو کہ یہ مغان جامِ جم کو رہنے دے  
 جلی جو ناز سے بے سرخو کیے ہر سو  
 زمین کو بے غبار آسمان ہم سے خلافت  
 وہ دل جو نہ جلی کر نیا نظر آئے  
 وہ بال گو نہ مکے پھانسی عیث جاتے میں  
 جھکا کے شوق میں جسے گزر نہ ادھلم  
 اجل کا لقمہ ہو اپہلے پھر میں لقمہ گور  
 دل اور تصور جانان میں ربط لازم ہے  
 سہا ب آتے ہی آندھی کی طبع دل آیا

کہ بقرار ہوں میں بھی اسی جو انکے لیے  
 یہ آسرا ہے عصا جانِ ناتوان کے لیے  
 پھر اور دل کو میں دکھ چوروں کی گنج انکے لیے  
 چمن کو چوڑنگ دوا ایک استخیا نکے لیے  
 غضب کی قید میں لگا لی میں با سب انکے لیے  
 یہی تو ہے پر پرواز مرغِ جانکے لیے  
 اُداس مٹی ہے کیوں کیسی مکانکے لیے  
 قدم قدم پہ قدم میں نے پسا نکے لیے  
 کہ عطرِ منتہ خدیا ہے عطرِ دانکے لیے  
 حضورِ اب میں یہ تیار یان کہا نکے لیے  
 بہت ہے دُخِ ز زمیر کا استھانکے لیے  
 پیٹ کے بوسے تری تیغِ خوفِ شاکے لیے  
 نہ ہم زمین کے لیے ہیں نہ آسمانکے لیے  
 کہاں سے لاؤں میں اس ضیغِ دستا کے لیے  
 بڑے جان ہیں ہیں جانِ ناتوانکے لیے  
 کوئی تو طرزِ ستم چھوڑا سمانکے لیے  
 یہ دونوں کھولتے تھے ایک ناتوانکے لیے  
 اسکانِ کمین کے لیے ہی کمین نکاتکے لیے  
 ہیار آئی تو جھونکے بھی کچھ خزانکے لیے

امیرِ نالہ بھی ہو ساتھ ساتھ اشکون کے  
 برس بھی خرطِ سفر میں ہے کاروان کے لیے



جوش کہتا ہے خون بسل سے  
 کچھ پیری سی ہے وہ نگہ دل سے  
 پوچھو پکیان تیسرے قاتل سے  
 سنہ کہیں موڑے نہ خبر یاد  
 لے چکے دل تو ہنس کے فریاد  
 رات کی صحبتیں جو یاد آئیں  
 غیور اور ادعا سے مانیازی  
 بزمِ جنیت کی کچھنی ہے تصویر  
 دل میں پھرتی ہیں وصل کی باتیں  
 کیوں نہ ترے کناؤ کب قاتل  
 اس واسطے وہ آئے وصل کی رات  
 ہون میں وہ سخت جان کہ سو کر سنا  
 میر محفل خبر نہیں ہوتا  
 حال مبینوں کے خاک اڑائے کا  
 مفت دید و نگا کیا میں جان ہی چیز  
 کام یاروں میں کیا تحلف کا  
 آئندہ دیکھ کر وہ شرمائے  
 ڈوبی ہے کس غریب کی کشتی

دور و باعد آج ہو گئے قاتل سے  
 تیغِ روشنی ہوئی ہے بسل سے  
 مشورے ہو رہے ہیں کیا دل سے  
 یہ جوڑو مٹا منے کا مشکل سے  
 پیار اب کیجیے گا کس دل سے  
 اُس گئی شمعِ رو کے محفل سے  
 کیا مرے گام رہے دل سے  
 رنگِ سیر کہ تباری محفل سے  
 انہیں آتین زبان تک دل سے  
 چھینے لیتی ہے موت بسل سے  
 کہ محل آئینِ جسد میں دل سے  
 عذر کرتی ہے تیغِ قاتل سے  
 اُسے جاتے ہیں لوگ محفل سے  
 کہتی ہے اُسکے گرد محفل سے  
 عمر جاوید لو لٹکا قاتل سے  
 بے تحلف اُنھارو محفل سے  
 آنکھ نہی ہوئی مقابل سے  
 سر چکستی ہیں مرجین ساحل سے

دل یہ دنیا سے سرو پہ کہ امیر

ہوئی شہزی غنڈل بھی مشکل سے

پھینک سنگ خون بسل سے

شہزی کہتی ہے دست قاتل سے

<p> مشکل آسان ہوگی مشکل سے  سجھے تعریف اوپر ہی دل سے  منہ دی چھوٹی ہے وسعت قاتل سے  پکڑی انٹھ چکی سدا سہل سے  سیکھ لے پردہ ہا سے محل سے  منزلوں دُور بھی ہوں منزل سے  چونکھا رنگے مغرب سے  کبھی اچھی مگر بُرے دل سے  لے گئی غریب آکے منزل سے  پردے سب کٹ گئے محل سے  ساتھ چھوٹا ہے پہلی منزل سے  یہ ہوا کس طرح تر سے دل سے  لاغر اُنٹھے نہ کوئے قاتل سے  پیار کرتا ہوں میں تجھے دل سے  پلٹے ہی رہتے ہیں جو محل سے  جھک کے مل کر عیم سائل سے  دور لیجا کے بجائے منزل سے  تو یہ عامی کرے اگر دل سے  آہ بھلی نہیں ابھی دل سے </p>	<p> جان چھوٹے گی مر کے قاتل سے  گرمے تشبیہ مار کا دل سے  خون بہل نہیں بہا دم ذبح  ترپین دیوانے اور روپ بیٹھے  قیس سیلی کو گود میں لینا  عمرین گزری ہیں شوگرین کھاتے  آئندہ خانے میں جو وہ آئے  ننگے پستی وہ حور کی بوسے  وہ سا فرعون میں کہ بہت کفر  وہ جو بے پردہ سا بیٹھے  کیا خبر بعد مرگ یاروں کی  دل جو تلون سے تو نے مل گالا  جنگے بیٹھے کوئی تو یوں بیٹھے  سیرے پہلو سے تو نہ اٹھا سے وہ  کیا میں یہ چشم قیس کے پردے  ایک اُسکو دیا تو دس پاسے  ساتھ قانون نے ساتھ چھوڑ دیا  کچکے لبیک مغفرت دوڑے  وہ کلیجہ پکڑ کے بیٹھے گئے </p>
--	--

ہو زمین لاکھ سہل لیکن آہ  
ہو تہمین اچھے غم مشکل سے

تری صورت کچھ ایسی نکاح قدرت کھین نکلی  
 الہی نفل پر ہر سے وہ اترتے ہیں کون اتنا  
 دل مجنون سے نکلی آہ یا بجبلی کوئی جھکی  
 شراب حلال عاشق بیکسی من کون ہوتا ہے  
 کیا اقوام بھی اُس نے تو وہ انکار ہی بھڑا  
 اسی دن کے لیے انکھوں میں جھٹکے ہو پاؤں  
 اڑا کر لیگی دل اک نگہ میں سدا ہی محفل کے  
 وفا کی داود بھینچ میں بھی غریب سیل و امین ہیں  
 چھپے بیٹھے ہے اپنی جگہ سب عیال سے  
 ہوا دیا اُنس کا خواب میں باتیں تصور میں  
 وہ کہتے ہیں رہاں تو ہو گئی بلکان جان اپنی  
 سر سے ہالین برائے سانگ دل ہیرو چھپا آشا  
 ترے انکار نے اے جان دل کو کڑیا چھلنی  
 کیا خون اُس نے کن کن حسرتوں کا گول میٹا کر  
 تیرے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا  
 الہی کس شبیدہ ناز نے سدا پنا کٹوا یا  
 سوالیہ دل پر انکار میں بھی وہ کھاتے ہیں  
 جب لڑتے ہرے ہاتھوں کو تالے کیا زخمی  
 تن و جان کھڑے خاک کیا دُھر دُھر کے چسکا  
 نہ سمجھو اسلئے اُن کا سیری تربت پر ہی آفرین  
 نکلی دل سے یا ہر وصل میں بھی دلیر کی صفت

کہ اُسکی ہر ادا سے شان صورت آفرین نکلی  
 بدن سے جان نکلی یا بدن سے آفرین نکلی  
 کہ محل سے تڑپ کر سب ہی محل نشین نکلی  
 جو نکلی ہی تو کچھ دوسرا آہ آتشین نکلی  
 مری قسمت سے اُسکی بان بھی درپردہ نہیں نکلی  
 بڑی توبہ مروت اے نکلاؤ داپسین نکلی  
 بڑی ہی شوخ وہ دیر تری چشم سحر گین نکلی  
 دہن پر وہ ایسے نکلی زبان سے آفرین نکلی  
 نہ دل سے مر جا نکلی نہ منہ سے آفرین نکلی  
 کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی  
 اور اب تک حسرت وصل آپکے دل کا نہیں نکلی  
 عجب حسرت جبری تک آہ وقت داپسین نکلی  
 اتنی برجی کی نکلی جب ترے منہ سے نہیں نکلی  
 بڑی کشر بڑی نکلی عالم تری چیرن جیسین نکلی  
 آدھر منہ سے نہیں نکلی راہ و جان آفرین نکلی  
 کنگھے پاؤں فردوس بریں سے حور عین نکلی  
 جو نکلی ہی تو چھپکریان کرید میں نہیں نکلی  
 کہ منہ سے اُن نکھنے کی جگہ بھی آفرین نکلی  
 ستم کو نے میں اُٹا دیا آسمان کی بھی زمین نکلی  
 بڑی پابند اپنی وضع کی جیسین جیسین نکلی  
 تری حسرت تو تجھ ہی میں سوا چہد نشین نکلی

جنون ایسا کہ سنا تھا سنا تہ چلی اور دامن کا  
غش آدا اہل میں بکھو تو بولی ناز کی ہنسکی

گر میان کو نختے دیکھ کر کیوں آستین بکھلی  
کہ کونجہ سے بھی ان کی ناتوانی ناز میں بکھلی

امیر ابرار جو وہ جو بن ملا دل کا پتا جسکو  
یہی دونوں اچکے چہرے چوری چہرے میں بکھلی

خبر ہے نشہ پہ کس بیوہ کے آنے کی  
نہاتے ہیں وہ مانگ اور دل یہ کہتا ہے  
بیکان پیٹنے میں میں پھر ہے کیون تر پائیل  
وہ بار بار بنگا میں اور صبر جو کرتے ہیں  
شب وصال میں اُس شوخ کو بلا کے شراب  
ہزار برق نے چل پیر کے مشق کی لیکن  
یہ وضع بکھو نہیں ہے پسند جب ابھی  
دروغ وقت کو پا کر کہ ہے یہ ہوشو

کہ جان بھی کھو مٹاتی جا کے آنے کی  
نخل رہی ہے سرک یہ بلا کے آنے کی  
دیکھ جان تو بکھلی میں ہوا کے آنے کی  
دکھاتے ہیں مجھے گلیاں دھنا کو آنے کی  
میں راہ میں روک رہا ہوں حیا کے آنے کی  
ادانہ آئی سے مسکرا کے آنے کی  
اور انکھالی سے تیوری چڑا کے آنے کی  
بھئی امید نہیں جس سے جا کے آنے کی

ٹھٹھانیں برق جھکی تو یاد آئی ایسر  
اداکسی کی وہ پردہ اٹھا کے آنے کی

جو کچھ سوچتی ہے نئی سوچتی ہے  
تھیں حورائے شمع ہی سوچتی ہے  
یہ آتے ہیں جی میں کہ کوثر پہ چلیے  
جنا کو دنا کیوں نہ سمجھوں میں تاسع  
یہاں تو مری جان پرین رہی ہے  
جو کہتا ہوں اُن سے کہ نکلیں طائر  
کہا میں نے پاس آؤ تو بے بس کی

میں روتا ہوں اُن کو ہنسی سوچتی ہے  
مجھے رشک حوراکہ ہی سوچتی ہے  
خوابات میں دور کی سوچتی ہے  
صحت میں ابھی بڑی سوچتی ہے  
تھیں جان میں دل لگی سوچتی ہے  
تو کہتے ہیں حکو ہی سوچتی ہے  
ایسی آج تو دور کی سوچتی ہے

دم نزع بھی نکلتی ہیں اسکو آنکھیں  
 بیان تو سب آنکھوں میں اذ حیر دنیا  
 شب و صبح آج ہے ایدل پٹ جا  
 جو کی میں نے جوین کی تعریف بولے  
 برسی ہو نہ تفسیر الہی کسی کی  
 پڑا ہے بیان دیدار و دل کا رونا  
 غمنا گھر کے آتی ہے بے بدل غمیں  
 بیان دل ہے صد چاکہ پیچیں چرخ  
 کسی زلف سے ہر طرح جا پٹا  
 بڑا دھبہ رز کو کہے کیوں نہ غلط  
 کمر کی رعایت شب و صبح کیسی

جو کچھ سوچتی تھی وہی سوچتی ہے  
 وہ ان کو مہر مہسی سوچتی ہے  
 تجھے لب خوشی تا خوشی سوچتی ہے  
 نصین اپنے مطلب ہی کی سوچتی ہے  
 کہ جو سوچتی ہے بڑی سوچتی ہے  
 نصین آئینہ آدھی سوچتی ہے  
 تو متوالوں کو میکشی سوچتی ہے  
 نصین کلنگی جوئی ابھی سوچتی ہے  
 نہ بگڑی نہ دل کو بھنی سوچتی ہے  
 بڑے کو بھلی بھی بڑی سوچتی ہے  
 کہیں ایسے میں ناز کی سوچتی ہے

ایہہ ایسے دیو و معنوں میں لاکھوں

نئی بات کوئی کہی سوچتی ہے

بَالِغَ یَسَّ یَسَّ یَسَّ

